فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے، سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے:(١)مسئلہ دریافت کرنیوالے کو(٢)مسئلہ بتانے والے عالم کو(٣)سننے والے کو(۴)اس کو جو ان سے محبت رکھتا ہو۔

مُنیَۃُ الطَّالِبِ وَمِنَّۃُ المَالِکِ

شرح

عُمدَۃُ السَّالِکِ وَعُدَّۃُ النَّاسِکِ

جلد دوم

تالیف:

خادم دارالافتاء

مکتبۂ نوریہ

مفتی محمد نور یوسف پٹیل

امام مسجد پاڑا محلہ، پنویل

نام کتاب   منية الطالب و منة المالك (جلد دوم)

شرح عمدة السالك وعدة الناسك

اشاعت دوم مع تخفیف واضافہ :   شوال المکرم ١٤٣٩ھ جون ٢٠١٨ء

قیمت   ٣٠٠ روپئے

(ملنے کا پتہ)

محمد نور یوسف پٹیل (امام مسجد پاڑا محلہ پنویل) رائے گڈھ

مہاراشٹر، انڈیا، پن:۔ ٤١٠٢٠٦

Mo: 9322737752

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تقریظ)

از: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

احکام شریعت کے استنباط، قرآن وحدیث کی تشریح وتوضیح نیز روایات کی تنقید و تنقیح میں جو مقام و مرتبہ حضرت امام شافعی کے حصہ میں آیا امت میں بہت کم اس کی مثال مل سکے گی، وہ روایت و درایت دونوں میں ید طولی رکھتے تھے اور انھوں نے اپنے عہد کے تمام ہی دلبستان علم سے استفادہ کیا تھا، انھوں نے جہاں اہل مدینہ کے سب سے بڑے عالم امام مالک سے استفادہ کیا وہیں امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید اور علماء عراق کے سرخیل امام محمد بن حسن شیبانی سے بھی فیضیاب ہوئے، انھوں نے فقیہ شام امام اوزاعی اور فقیہ مصر امام لیث بن سعد کے شاگردوں سے بھی کسب علم کیا اور یمن کے سرچشمۂ علم سے بھی سیراب ہوئے، اس ہمہ جہت استفادہ کی وجہ سے ان کے اندر جامعیت کی ایک خاص شان اور ان کی فکر میں ایک خاص طرح کا توازن اور اعتدال پایا جاتا ہے، اسی لئے ان کے متبعین میں جیسے: اکابر، محدثین و مفسرین پیداء ہوئے اور بلند پایا فقہاء اور مجددین نے ان کی نسبت کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار بنایا، شاید ہی کسی اور فقیہ کے حصہ میں یہ بات آئی ہو۔

چنانچہ یہ اہل سنت والجماعت کے مقبول مکاتب فقہ میں سے ہے اور عربی زبان میں فقہ شافعی کا ایک پورا کتب خانہ موجود ہے، سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود امام شافعی نے اپنی فقہی آراء کو کتاب الام کی صورت میں اور اپنے اصول اجتہاد کو الرسالۃ کے ذریعہ محفوظ کر دیا ہے اس لئے ان کے اجتہادات نہایت معتبر اور مستند ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں، افسوس کہ فقہ شافعی کی اس اہمیت، امتیازی حیثیت اور عظمت شان کے باوجود اردو زبان میں فقہ شافعی پر بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔

ماضی قریب میں کئی شافعی علماء کو اس جانب توجہ ہوئی اور انھوں نے اس طرف توجہ دی، اس سلسلہ میں مؤلف کتاب مفتی محمد نور یوسف پٹیل کی آسان شافعی فقہ کے چار حصے اور مختلف رسائل بھی قابل ذکر ہیں، لیکن غالبا اس نوع کی سب سے اہم کتاب جامعہ عربیہ ہی کے ایک فرزند محب عزیز جناب مفتی محمد نور یوسف پٹیل نے "**منیۃ الطالب و منۃ المالک**" کے نام سے شروع کر رکھی ہے جو فقہ شافعی کے ایک اہم متن "**عمدۃ السالک وعدۃ الناسک**" کے ترجمہ اور تشریح پر مشتمل ہے، اس کی جلد اول شائع ہو چکی ہے جس میں "کتاب الطہارۃ" کے علاوہ "کتاب الصلاۃ" کا کچھ حصہ بھی آگیا ہے، اب یہ جلد دوم منظر عام پر آرہی ہے اس میں کتاب الصلاۃ کے بقیہ ابواب کے علاوہ "کتاب الزکاۃ" بھی آگیا ہے، مؤلف نے عربی عبارت کا ترجمہ کرنے کے علاوہ اس کی ضروری تشریح بھی کی ہے، باب کے شروع میں باب سے متعلق ضروری وضاحتوں کا اضافہ کیا ہے اور اصطلاحات کی بھی تشریح کی ہے، نیز مراجع کی فہرست سے ظاہر ہے کہ مؤلف نے کتاب لکھتے وقت فقہ شافعی کی اہم متون وشروح اور حواشی کو پیش نظر رکھا ہے،

دعاء ہے کہ اللہ تعالی ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں مزید دین اور علم دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

خالدسیف اللہ رحمانی

ناظم: المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد

جنرل سیکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

(تقریظ)

از: حضرت مولانا عبدالمنعم نظیر مدظلہ العالی

الحمدللہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ امابعد!

عزیزی مفتی محمد نور کی تالیف "منیۃ الطالب" کی جلد اول دیکھی تو بے حد خوشی محسوس ہوئی اس لئے کہ انھوں نے اپنے علم اور قلم کا حق ادا کیا، ابھی ان کی عمر ہی کیا ہے، جامعہ عربیہ شریور دھن سے فراغت پائے ہوئے صرف پندرہ ہی سال تو ہوئے ہیں اور یہ ان کی پہلی تالیف نہیں ہے، اس سے پیشتر کچھ کتابیں تالیف کیں ہیں اس سے ان کا علمی شغف اور شوق تحریر کا ثبوت ملتا ہے اللہ تعالی ان کے ذوق وشوق اور لگن کو اور بڑھائے۔

مفتی محمد نور چونکہ مفتی ہیں اس لئے انھیں فقہ سے گہری دلچسپی اور لگاؤ ہونا فطری بات ہے، انھوں نے طلبۂ علوم دین کی بہبودی اور سہولت کی غرض سے **"عمدۃ السالک"** کا ترجمہ اور تشریح کر کے نہایت عمدہ کام کیا اور صرف ترجمہ و تشریح پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ معتبر اور معتمد کتابوں کے حوالے سے قیمتی معلومات کا ذخیرہ بھی جمع کیا جس سے طلبہ کے لئے عمدہ غذا مہیا کی جو طلبہ کے لئے مفید تو ہو گی ہی عوام بھی اس سے بخوبی مستفید ہونگے۔

مفتی محمد نور نے اس کتاب کے جلد دوم کا مسودہ میرے پاس اس غرض سے بھیجا کہ میں اس کا تعارف کروں مگر پہلی جلد ہی نے اپنا ایسا تعارف کرادیا کہ جلد دوم کی تعریف و توصیف کی گنجائش باقی نہیں رہی میں مختصر لفظوں میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ یہ کتاب اتنی مفید ہے کہ ہر کوئی اسے ہاتھوں ہاتھ لیگا اور اس سے استفادہ کر کے نہ صرف خوش ہو گا بلکہ دل سے شکر گذار ہو گا، میری دلی دعاء ہے کہ اللہ تعالی مفتی محمد نور کے نور علم کو خوب بڑھائے اور ان سے تاحیات علمی اور فقہی خدمت لے اور خلق خدا کو روشنی بخشے اور ان کے اجر وثواب میں بے حد و بے حساب اضافہ کرے۔ آمین۔

خاکسار: عبدالمنعم نظیر۔ ساکن میندری

(فہرست مضامین)

مُنیۃُ الطَّالِبِ وَمِنَّۃُ الْمالِکْ (جلد دوم)

نماز: ارکان، شرائط، سنن ابعاض اور ہیئات کو شامل ہے لیکن سب سے پہلے مصنفؒ اس باب کی ابتداءان چیزوں سے کررہے ہیں جو نماز کے لئے مطلوب ہیں۔

(بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ)

(نماز کی کیفیت کا بیان)

چنانچہ فرماتے ہیں (يُنْدَبُ اَنْ يَقُوْمَ لَهَا بَعْدَفرَاغِ الْاِقَامَةِ مستحب ہے) مریدِ نماز کے لئے (کہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے کھڑا ہو مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد) **اذا اراد ان يصلى فى جماعة لم يقم حتى يفرغ المؤذن من الا قامة لانه ليس بوقت للدخول فى الصلاة** (مهذب فى المجموع ص ۲۵۲ج۳) **وقوله لا نه ليس بوقت للدخول يعنى انه لا يشرع الدخول فيها قبل الفراغ من الا قامة لا انه لا يصح الدخول فانهايصح الدخول فيها اثناء الا قامة وقبلها** (شرح مهذب ص ۲۵۳ج۳) جب باجماعت نماز کا ارادہ ہوتو کھڑا نہ ہو یہاں تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے اس لئے کہ یہ وقت نماز میں داخل ہونے کے لئے نہیں ہے، امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ مصنفؒ کا قول: "لانه ليس بوقت للدخول" کا مطلب یہ ہے کہ: نماز میں فراغتِ اقامت سے قبل داخل ہونا مشروع نہیں ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ داخل ہونا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ نماز میں داخل ہونا دورانِ اقامت اور اقامت سے قبل صحیح ہے۔ اگر نماز پڑھنے والا منفرد ہو تو سب سے پہلے وہ کھڑا رہے پھر اقامت کہے (ایضا) بوڑھے شخص کو اٹھنے کے لئے تاخیر ہوتی ہو تو وہ "**قدقامت الصلاة**" کہنے کے وقت سے اٹھنا شروع کرے تاکہ اس کا اور اقامت سے فراغت کے بعد جلدی سے اٹھنے والوں کا کھڑا ہونا ایک وقت میں ہو جائے (ایضا ص ۲۵۵ج۳) (وَيُنْدَبُ الصَّفُّ الْاَوَّلُ اور مستحب ہے) مریدِ نماز کے لئے (پہلی صف میں نماز پڑھنا) اوراس کے لئے جلدی کرنا اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ جان لے کہ اگلی صف میں نماز پڑھنے کی کیا فضلیت ہے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کرتے، اور

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پہلی صف کے لئے رحمت نازل کرتے ہیں اور فرشتے استغفار کرتے ہیں (فیض ص ۱۰۳ ج ۱)(تعلیق فی الترغیب ص ۳۲۰ ج ۱) اور تعلیق میں یہ بھی ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے پہلے پہلی صف والوں پر نازل ہوتی ہے پھر سب مصلیین پر (ایضا) (وَتَسْوِيَةُ الصُّفُوْفِ وَلِلْاِمَامِ آكَدُ، اور) مستحب ہے (صفیں سیدھی کرنا اور امام کے لئے زیادہ مؤکد ہے) صفوں کی درستی کا حکم دینا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ اکبر کہنے سے پیشتر نبی کریم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے مِل مِل کے کھڑے رہو اور صف سیدھی کرو (بخاری مسلم) حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا کرتے تھے گویا اُن پر تیر سیدھا کر رہے ہوں یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جان لیا کہ ہم سیکھ چکے ہیں پھر ایک دن آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اللہ اکبر کہنے والے ہی تھے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جس کا سینہ صف سے آگے نِکلا ہوا تھا فرمایا اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی کرلو ورنہ اللہ تمہارے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔ (مسلم۔ ابوداود) حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی صفیں سیدھی کرلو، اپنے کندھے برابر رکھو، اپنے بھائیوں کے لئے نرم ہو جاؤ۔ خالی جگہوں کو پُر کرو اس لئے کہ شیطان تمہارے درمیان بھیڑ کے بچہ کی طرح داخل ہوتا ہے (فقه السنة ص ۱۲۵)۔

(وَاِتْمَامُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، اور) مستحب ہے مقتدیوں کے لئے (اگلی صفیں یکے بعد دیگرے مکمل کرنا) مطلب یہ ہیکہ ایک صف مکمل ہونے کے بعد پھر اس کے بعد والی صف مکمل کرنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

پہلی صف مکمل کرو پھر بعد والی الخ (ابوداود، بیہقی، فقه السنة ص۱۳٦) اگلی صف ادھوری چھوڑنے سے جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے۔ اس کا باعث عبادت کی اہمیت نہ ہونا ہے (وَجِهَةُ يَمِيْنِ الْإِ مَامِ اَفْضَلُ، اور امام کی دائیں جانب) مقتدیوں کا کھڑا رہنا (افضل ہے) بائیں جانب کھڑا رہنے سے حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے فرماتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صفوں کی دائیں جانب والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے استغفار کرتے ہیں(الترغیب والترھیب مع تعلیق ص ۳۲۰ ج۱) اب آگے مصنف علیہ الرحمۃ ارکان کو بیان فرمارہے ہیں جن کی ابتداءنیت سے کی ہے فرماتے ہیں: (ثُمَّ يَنْوِ یْ بِقَلْبِهٖ، پھر مقتدی نیت کرے اپنے دل سے) مطلب یہ ہیکہ دل سے نیت کرنا رکن ہے نہ کہ زبان سے، اس لئے کہ نیت کا محل قلب ہے، اگر صرف زبان سے کرے تو یہ نیت کافی نہ ہوگی ہاں دل کے ساتھ زبان سے بھی لفظا کرے تو کافی ہوگی اور یہ اکمل طریقہ ہے(الحاوی الکبیر شرح مختصر المزنی ص ۹۱ ج۲)اگر مصلی دل سے نیت کرے ظہر کی اور زبان اس کے خلاف سبقت کر جائے مثلا نمازِ عصر زبان سے نکل جائے تو یہ نقصان دہ نہ ہوگا اور دل کی نیت کا اعتبار ہوگا،(منهج مع شرح منهج فی حاشیة الجمل ص ۳۲۹ ج۱) نیت رکن ہونے پر دلیل یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ(سورۂ بینه آیت نمبر ۵) حالانکہ ان لوگوں کو(کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لئے خاص رکھیں (ترجمۂ قرآن) اور ان کے کلام میں اخلاص نیت ہے (الحاوی الکبیر ص ۹۱ ج۲)اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمام اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کے لئے وہ چیز ہے جس کی اس نے نیت کی(تحقیق و تعلیق فی کفایة الا خیار ص ۱۵۲)

نیت کی تعریف: لغت میں کہتے ہیں:۔ قصد کو، **شرعاً کہتے ہیں:** کسی چیز کا قصد جو ملا ہوا ہو فعل کے ساتھ(سراج الوھاج شرح منھاج ص۲۱) نیت مختلف ہوتی ہے منوی [نیت کرنے والے] کے اعتبار سے۔

لہذا مصنفؒ فرماتے ہیں:(**فَإِنْ كَانَتْ فَرِيضَةً وَجَبَ نِيَّةُ فِعْلِ الصَّلَاةِ وَكَوْنُهَا فَرْضًا وَتَعْيِينُهَا ظُهْرًا اَوْ عَصْرًا اَوْ جُمْعَةً وَيَجِبُ قَرْنُ ذٰلِكَ بِالتَّكْبِيرِ فَيُحْضِرُهُ فِي ذِهْنِهِ حَتْمًا وَيَتَلَفَّظُ بِهِ نَدْبًا وَيَقْصِدُهُ مُقَارِنًا لِاَوَّلِ التَّكْبِيرِ وَيَسْتَصْحِبُهُ حَتّٰى يَفْرُغَهُ**) اگر فرض نماز (ہو تو) فرض کی نیت میں تین چیزیں (واجب ہیں) ان میں سے (۱)(فعلِ صلاۃ کی نیت) کرنا یعنی جو عمل کرنے جارہا ہے اور وہ ہے نماز پڑھنا، جس کو اصل بھی کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اصل کی نیت کرنا، (۲)(اور نماز کے فرض ہونے کی) نیت کرنا تا کہ فرض اور نفل کے درمیان فرق ہو، (۳)(اور فرض کی تعیین) کی نیت کرنا (ظہر ہے یا عصر یا جمعہ)، کیونکہ تعیین سے ابہام دور ہو جاتا ہے (اور واجب ہوتا ہے منوی) یعنی نیت کی مذکورہ تینوں چیزوں (کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہونا اور اس کو اپنے ذہن میں) تکبیر تحریمہ کے وقت (حاضر رکھنا ضروری ہے) مطلب یہ ہیکہ تکبیر تحریمہ کے وقت نیت سے متعلق مذکورہ تینوں چیزیں ذہن میں ہوں اس لئے کہ اصل نیت دل سے ہے (اور زبان سے لفظاً کرنا مستحب ہے اور نیت کرنے والا منوی کا قصد کرے درانحالیکہ منوی تکبیر تحریمہ کے پہلے جزء سے ملی ہوئی ہو اور تحریمہ سے فراغت تک رہے) نیت کا تکبیر سے متصل ہونا اس لئے واجب ہے کہ تکبیر نماز کے فرائض میں سے پہلا فرض ہے،(مھذب فی المجمو ص ۲۷۷ج۳) مصنف کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے شروع سے اس کے آخر تک نیت سے متعلق مذکورہ تینوں چیزوں کو اپنے ذہن میں باقی رکھنا واجب ہے، تکبیر کے بعد باقی رکھنا واجب نہیں ہے لیکن یہ شرط ہے کہ نیت کے منافی کوئی بات نہ پائی جائے لہذا اگر مصلی نے دورانِ نماز نماز سے نکلنے کی نیت کی یا نماز سے نکلنے اور نہ نکلنے میں شک کیا تو دونوں صورتوں میں نماز باطل ہوگی اس لئے کہ نیت پوری نماز میں شرط ہے ہاں لیکن وسوسہ

کی صورت میں پائے جانے والے شک کا کوئی اعتبار نہ ہو گا، کیونکہ یہ وسوسہ کی صورت میں ہے
(مہذب مع المجموع ص ٢٧٨ ج ٣)

نیت کا وقت

نیت تکبیر کے ساتھ ہو، نہ پہلے ہو نہ بعد، اگر تکبیر کے بعد نیت کرے تو کافی نہ ہو گی اور اگر تکبیر سے پہلے کرے تو بھی کافی نہ ہو گی مگر یہ کہ نیت کو باقی رکھے تکبیر کے وقت تک۔ اگر مصلی کو شک ہو کہ نیت تکبیر تحریمہ سے متصل تھی یا مقدم تو یہ نیت کافی نہ ہو گی یہاں تک کہ ابتداء کرے تکبیر تحریمہ کی نیت کرتے ہوئے (الحاوی الکبیر ص ٩٢ ج ٢)

کیفیتِ نیت

عبادات کی تین قسمیں ہیں کیفیت نیت کے اعتبار سے: ان میں پہلی قسم جس میں صرف نیتِ فعل کی ضرورت ہوتی ہے وہ حج، عمرہ اور طہارت ہے، صرف فعلِ حج یا عمرہ کی یا نماز کے لئے طہارت کی نیت کرے تو ان تینوں صورتوں میں یہ نیت کافی ہو گی اگرچہ وجوب اور تعیین کی نیت نہ کرے، دوسری قسم: جس میں صرف نیتِ فعل اور وجوب کی ضرورت ہوتی ہے وہ زکاۃ اور کفارہ ہے، صرف اتنی نیت کرے کہ یہ مال واجب زکاۃ کا ہے یا کفارہ کا تو کافی ہو گی اگرچہ تعیین کی نیت نہ کرے (ایضا) تیسری قسم: جس میں نیت فعل، وجوب اور تعیین کی ضرورت ہوتی ہے وہ [فرض] نماز اور روزہ ہے، (ایضا) (تحفة الجیب شرح خطیب ص ٤ ج ٢)

(وَلاَ یَجِبُ التَّعَرُّضُ لِعَدَدِ الرَّکَعَاتِ، اور واجب نہیں ہے) مصلی پر نیت میں (رکعات کی تعداد کو ذکر کرنا) جیسے کہنا کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں چار رکعات، ہاں رکعات کی تعداد کو ذکر کرنا مستحب ہے اسی طرح استقبال اور یوم کو ذکر کرنا سنت ہے۔
(وَلاَ الْاِضَافَۃُ اِلَی اللہِ تعالیٰ اور) واجب (نہیں ہے) نیت میں (نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کی

طرف) اس لئے کہ نماز باعتبار وقوع اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن اس کو سنت قرار دیا ہے اس کے اختلاف سے نکلتے ہوئے جس نے اس کو واجب قرار دیا ہے تاکہ اخلاص کا معنی متحقق ہو (وَ لَا الْاَدَاءُ اَوِ الْقَضَاءُ بَلْ یُنْدَبُ ذٰلِکَ، اور) واجب (نہیں ہے) نیت میں (اداء یا قضاء) کا ذکر کرنا (بلکہ یہ) یعنی مصنفؒ کی عبارت: ولا یجب التعرض سے لیکر یہاں تک سب (مستحب قرار دیا گیا ہے) اب سنن کے ساتھ نیت اس طرح ہوگی: میں اداء نماز پڑھتا ہوں آج کے مثلاً ظہر کے فرض کی چار رکعات قبلہ رو ہو کر اللہ کے واسطے۔ (وَاِنْ کَانَتْ نَافِلَةً مُوَقَّتَةً وَجَبَ التَّعْیِیْنُ کَعِیْدٍ وَ کُسُوْفٍ وَاِحْرَامٍ وَسُنَّةِ الظُّهْرِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ، اور اگر نفلِ موقت ہو تو) مصلی پر نیت میں دو چیزیں (واجب ہوتی ہیں) ان میں سے ایک (تعیین جیسے عید کی نماز اور سورج گہن کی نماز اور احرام کی نماز اور ظہر) کے آگے یا پیچھے (کی سنت اور ان کے علاوہ) مطلب یہ ہیکہ ذکر کردہ نمازوں کے علاوہ اور کوئی نفلِ مؤقت ہو یا سبب والی نماز ہو اس میں بھی تعیین واجب ہے تاکہ دوسری نماز سے تمیز ہو، اور دوسری چیز جو نیت میں واجب ہے وہ ہے فعلِ صلاۃ کا قصد یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرنا، اب نیت اس طرح ہوگی: میں نماز پڑھتا ہوں مثلاً عید الفطر کی، اس طرح کرنا واجب ہے، سنن کے ساتھ نیت اس طرح ہوگی: اداء نمازِ سنت پڑھتا ہوں قبلہ رو ہو کر آج کے مثلاً ظہر کے آگے کی دو رکعت اللہ کے واسطے۔

نفل مؤقت کہتے ہیں: اس نفل نماز کو جو وقت کے ساتھ خاص ہو۔

(وَاِنْ کَانَتْ نَافِلَةً مُطْلَقَةً اَجْزَأَهُ نِیَّةُ الصَّلَاةِ، اور اگر نفلِ مطلق ہو) جیسے صلاۃ التسبیح (تو) نیت میں (مصلی کے لئے) صرف (فعلِ صلاۃ کی نیت) کرنا (کافی ہے) اس کی صحت کے لئے تعیین شرط نہیں ہے لہذا نیت اس طرح ہوگی: صلاۃ التسبیح پڑھتا ہوں، سنن کے ساتھ نیت اسی طرح ہوگی جو مذکورہ بالا ہے۔

نفلِ مطلق کہتے ہیں: اس نفل نماز کو جس کے لئے نہ سبب ہو اور نہ وقت، (وَلَوْ شَکَّ بَعْدَ التَّکْبِیْرِ فِی النِّیَّةِ اَوْ فِیْ شَرْطِهَا فَیُمْسِکُ فَاِنْ ذَکَرَهَا قَبْلَ فِعْلِ رُکْنٍ وَقَصُرَ الْفَصْلُ لَمْ

تَبْطُلُ وَاِنْ طَالَ اَوْ بَعْدَرُ كْنٍ قَوْلِيٍّ اَوْ فِعْلِيٍّ بَطَلَتْ، اور اگر شک ہو جائے تکبیر تحریمہ کے بعد نیت میں) کہ نیت کی یا نہیں (یا نیت کی شرط میں) شک ہو جائے کہ فرضیت کی نیت کی یا نہیں (تو نماز کو جاری رکھے) مطلب یہ ہیکہ اس شک کی بناء پر نماز سے نہ نکلے بلکہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ: (اگر یاد آجائے اداء رکن سے پہلے اور فاصلہ تھوڑا ہو) نیت کے یاد کرنے میں یعنی فعلِ رکن کی مقدار وقت نہ گذرا ہو یہ مطلب ہے مصنفؒ کی عبارت: ''قصر الفصل''کا (تو نماز باطل نہ ہوگی) [فاصلہ تھوڑا ہونے کی وجہ سے] لہذا نماز کو جاری رکھے (اور اگر) فاصلہ (زیادہ ہو یا) زیادہ نہ ہو لیکن نیت یاد آئے (رکن قولی) جیسے سورۂ فاتحہ (یا فعلی) جیسے رکوع (کے بعد تو نماز باطل ہوگی) مصنفؒ کی عبارت: وان طال سے لیکر یہاں تک کی تمام صورتوں میں، پہلی صورت میں نظمِ صلاۃ منقطع ہونے کی بناء پر باطل ہوگی اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ مشکوک حالت میں رکن کو ادا کیا (مھذب مع المجموع ص ٢٨١ ج٣)

(وَلَوْ قَطَعَ النِّيَّةَ اَوْ عَزَمَ عَلَى قَطْعِهَا اَوْ شَكَّ هَلْ قَطَعَهَا اَوْ نَوَى فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلَى قَطْعَهَا فِي الثَّانِيَةِ اَوْ عَلَّقَ الْخُرُوْجَ بِمَا يُوْجَدُ فِي الصَّلَاةِ يَقِيْنًا اَوْ تَوَهُّمًا كَدُخُوْلِ زَيْدٍ بَطَلَتْ فِي الْحَالِ اور اگر نیت کو فورا توڑے) مطلب یہ ہے کہ دل میں نماز کو فوراً توڑنے کی نیت کرے (یا) فورا نہ توڑے لیکن (ارادہ کرے) مستقبل میں (نماز کو توڑنے کا یا شک ہو جائے کہ کیا نماز کو توڑ دیا) مطلب یہ ہے کہ دل میں شک ہو جائے اور کہے کہ کیا میں نے نماز کو توڑ دیا یا نماز ہی میں ہوں (یا پہلی رکعت میں نیت کرے دوسری رکعت میں نماز کو توڑنے کی یا) نماز سے (نکلنے کو معلق کرے اس چیز پر جو نماز میں یقینا یا وھماً پائی جائے جیسے) کہے کہ (اگر زید گھر میں داخل ہوا تو نماز توڑ دونگا تو نماز فوراً باطل ہوگی) مطلب یہ ہیکہ مصنفؒ کی عبارت: ولو قطع النیۃ سے لیکر یہاں تک کی تمام صورتوں میں فوراً نماز باطل ہوگی یعنی نیت کو توڑتے ہی یا نماز کو توڑنے کا ارادہ کرتے ہی یا شک ہوتے ہی وغیرہ

یہاں تک کہ آخری صورت میں معلق کرتے ہی تردد ہو جانے کی وجہ سے جو نیت کی شرط جزم کے منافی اور خلاف ہے۔ (وَلَوْ اَحْرَمَ بِالظُّهْرِ قَبْلَ الزَّوالِ عَالِمًا لَمْ يَنْعَقِدْ اَوْ جَاهِلاً اِنْعَقَدَتْ نَفْلاً، اور اگر کوئی شخص ظہر کی نیت باندھے زوال سے پہلے جانتے ہوئے) کہ یہ نیت زوال سے پہلے باندھ رہا ہوں (تو) اس کی نماز (منعقد نہ ہوگی) کیونکہ وقت کا ہونا ضروری ہے اور یہ متلاعب بھی ہے، (المجموع ص ۲۸۷ج۳) (یا) قبل الزوال نیت باندھنے سے (ناواقف ہو تو) اس کی یہ نماز (منعقد ہوگی بطور نفل) مطلب یہ ہیکہ نمازِ ظہر کی نیت باندھنے کے باوجود یہ نماز مطلق نفل شمار ہوگی، کیونکہ ظہر کے جو منافی ہے وہ نفل کے منافی نہیں ہے۔

اور اس صورت میں فرض کی نیت نفل کی نیت کو شامل ہے (مہذب فی المجموع ص ۲۸٦ج۳) آگے مصنفؒ دوسرا رکن تکبیر تحریمہ اور اس کے شرائط کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (وَلَفْظُ التَّكْبِيْرِ مُتَعَيِّنٌ بِالْعَرَبِيَّةِ، اور تکبیر کا لفظ متعین ہے عربی میں) لفظِ تکبیر کا متعین ہونا تکبیر تحریمہ کی پہلی شرط ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نماز کی کنجی طہارت ہے اور نماز کی تحریمہ تکبیر ہے اور تحلیل سلام ہے (جامع ترمذی ص ٦ ج ۱) حدیثِ ابوداود میں ''الطھور'' کے بجائے لفظِ ''الوضوءُ'' ہے، اس کی تخریج امام شافعیؒ نے کتاب الام میں کی ہے، (مغنی مع تحقیق وتعلیق ص ۳۴٤ ج ۱) اور شیخینؒ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اچھی طرح وضو کر پھر قبلہ کا رخ کر پھر تکبیر کہہ، (بخاری ص ۹۲٤ ج۲ مسلم ص ۱٧٠ ج ۱)

لفظِ تکبیر کا عربی میں متعین ہونا دوسری شرط ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے مذکورہ طریقہ کے علاوہ پر نماز پڑھی ہو لہذا جو لفظِ تکبیر کو عربی میں

کہنا جانتا ہو وہ اگر اس کا ترجمہ کرے تو نماز صحیح نہ ہوگی (وَهُوَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَوْ اَللّٰہُ الْاَکْبَرُ، اور وہ) یعنی تکبیر کا متعین لفظ (اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہے یا اَللّٰہُ الْاَکْبَرُ) اللہ ہی سب سے بڑا ہے، اس لئے کہ اس سے معنی میں کوئی خلل نہیں ہوتا اور "ال" کی زیادتی نقصاندہ بھی نہیں ہے چونکہ یہ تکبیر کے معنی کو مانع نہیں ہوتا اسی طرح اگر کہے: اللہ اکبر کبیرا یا اللہ الجلیل اکبر یا اللہ عزوجل اکبر تو نقصان دہ نہ ہوگا کیونکہ یہ زیادتی اِسم تکبیر کے معنی کو مانع نہیں ہوتی بلکہ تعظیم کا باعث بنتی ہے، اس کے برخلاف اگر خبر کو مقدم کرے مبتدا پر، اور کہے: اکبر اللہ یا کہے: اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس اکبر تو کافی نہ ہوگا اس لئے کہ اس کو تکبیر نہیں کہا جاتا (وَلَوْ اَسْقَطَ حَرْفًا مِنْهُ اَوْ سَكَتَ بَيْنَ كَلِمَتَيْهِ اَوْ زَادَ بَيْنَهُمَا وَاوًا اَوْ بَيْنَ الْبَاءِ وَالرَّاءِ اَلِفًا لَمْ تَنْعَقِدْ، اور اگر لفظِ اللہ اکبر میں سے کسی حرف کو کم کیا یا) کم نہیں کیا لیکن، (لفظِ اللہ اکبر کے دو کلموں کے درمیان وقف کیا) یعنی "اللہ" کہا پھر رکا اور پھر اس کے بعد "اکبر" کہا (یا) وقف نہیں کیا لیکن (ان دو کلموں کے درمیان واو کو زیادہ کیا یا) واو کو زیادہ نہیں کیا لیکن اکبر کے (باء اور راء کے درمیان الف کو زیادہ کیا) یعنی "اللہ اکبار" کہا (تو) اس کی نماز (منعقد نہ ہوگی) مذکورہ تینوں صورتوں میں پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ مکمل لفظِ تکبیر کا کہنا شرط ہے، کسی حرف کو کم کرنے سے شرط اداء نہیں ہوتی، دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ دو کلموں کے درمیان اتصال شرط ہے صحتِ تکبیر کے لئے۔

اور تیسری صورت میں اس وجہ سے کہ اس نے زیادتی کی جبکہ صحتِ تکبیر کے لئے زیادتی نہ ہونا شرط ہے [چونکہ تکبیر کا لفظ متعین ہے] (فَاِنْ عَجَزَ لِخَرَسٍ وَنَحْوِهٖ وَجَبَ تَحْرِيكُ لِسَانِهٖ وَشَفَتَيْهِ طَاقَتَهُ، اگر عاجز ہو) تکبیر کہنے سے (گونگے پن اور اس کے مانند کی بناء پر) جیسے زبان شل وغیرہ ہو جائے جس کی بناء پر بولنے پر قادر نہ ہو جیسا کہ گونگا بولنے پر قدرت نہیں رکھتا (تو واجب ہے) عاجز پر (اپنی زبان اور دونوں ہونٹوں) اور

کوّے (کو حرکت دینا اپنی طاقت کے مطابق) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو لے آؤ جتنی استطاعت رکھتے ہو، مذکورہ حکم تکبیر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ عام ہے ہر واجب چیز میں جیسے سورۂ فاتحہ، تشہد، وغیرہ میں (**فَاِنْ لَم یَعْرِفِ الْعَرَبِیَّۃَ کَبَّرَ بِاَیِّ لُغَۃٍ شَاءَ**، اگر کوئی عربی) میں تکبیر یعنی لفظِ اللہ اکبر کہنا (نہ جانتا ہو تو تکبیر کہے جس لغت میں چاہے) مطلب یہ ہے کہ کسی بھی لغت میں اس کا ترجمہ کرے اس کے علاوہ کوئی ذکر نہ کرے، یہ حکم واجب ہے (**وَعَلَیْہِ اَنْ یَتَعَلَّمَھَا اِنْ اَمْکَنَہٗ**، اور عربی نہ جاننے والے پر) واجب ہے (کہ عربی کو سیکھے اگر ممکن ہو اس کے لئے) سیکھنا اگرچہ سفر کرنا پڑے مطلب یہ ہیکہ سفر سے سیکھنا ممکن ہو تو بھی واجب ہوگا، اور سیکھنے کے بعد ان نمازوں کی قضاء لازم نہ ہوگی جو سیکھنے سے قبل ترجمہ سے پڑھی گئیں، اور اگر نماز کے آخری وقت سیکھنا ممکن ہو تو اول وقت میں ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے اگر سکھانے والے کو نہ پائے تو ترجمہ کرے۔

(**فَاِنْ اَھْمَلَ مَعَ الْقُدْرَۃِ وَضَاقَ الْوَقْتُ تَرْجَمَ وَاَعَادَ الصَّلَاۃَ** اگر) عربی میں تکبیر کہنے کو سیکھنے میں (سستی کرے) سیکھنے پر (قدرت ہونے کے باوجود اور وقت تنگ ہو جائے) اس اعتبار سے کہ اگر سیکھے تو نماز کا وقت نکل جائے (تو) تکبیر کا (ترجمہ کرے) جس لغت میں چاہے اور نماز پڑھے حرمتِ وقت کی بناء پر (اور) یہ پڑھی ہوئی (نماز دوہرائے) کیونکہ کوتاہی کی کہ سیکھنے پر قدرت ہونے کے باوجود سیکھا نہیں، سستی کی، اگر سستی نہ کرے بلکہ سیکھنا شروع کرے لیکن کند ذہن ہونے یا کم وقت پانے کی بناء پر سیکھنے میں تاخیر کی وجہ سے وقت تنگ ہو جائے تو تکبیر کا ترجمہ کرکے نماز پڑھے اور اس نماز کا دوہرانا اس پر لازم بھی نہیں اس لئے کہ اس نے اس صورت میں کوتاہی نہیں کی، آگے مصنفؒ عام شرط کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ (**وَاَقَلُّ التَّکْبِیْرِ وَالْقِرَاءَۃِ وَسَائِرِ الْاَذْکَارِ اَنْ یُسْمِعَ**

نَفْسَہُ اِذَا کَانَ صَحِیْحَ السَّمْعِ بِلَاعَارِضٍ، اور تکبیر تحریمہ اور قراءتِ) واجبہ (اور تمام اذکارِ) واجبہ اور مندوبہ (کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ) اتنی بلند آواز سے کہے کہ (مصلی خود سن سکے بشرطیکہ وہ صحیح سن سکتا ہو بغیر کسی رکاوٹ کے) مطلب یہ ہے کہ مصلی بغیر کسی رکاوٹ کے کسی چیز کو سن سکتا ہو تو اس کے لئے شرط ہے کہ وہ مذکورہ چیزوں کو خود سن سکے، اگر خود نہ سن سکے تو اس کو پڑھنا نہیں کہا جائے گا لہٰذا نہ واجب اداء ہوا اور نہ مندوب لیکن واجب اداء نہ ہونے کی صورت میں نماز بھی صحیح نہ ہوگی، مصلی خود نہ سن سکتا ہو تو اس کے لئے اتنی بلند آواز سے پڑھنا ضروری ہے کہ اگر اس میں سننے کی صلاحیت ہوتی تو سنتا (المجموع ص ۲۹۵ ج۳)

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ مصلی منفرد ہو یا مقتدی، آگے مصنفؒ امام کے حکم کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ (وَیَجْھَرُ الْاِمَامُ بِالتَّکْبِیْرَاتِ کُلِّھَا وَیُشْتَرَطُ اَنْ یُکَبِّرَ قَائِمًا فِی الْفَرْضِ فَاِنْ وَقَعَ مِنْہُ حَرْف فِیْ غَیْرِ الْقِیَامِ تَنْعَقِدُ فَرْضًا وَتَنْعَقِدُ نَفْلًا لِجَاھِلِ التَّحْرِیْمِ دُوْنَ عَالِمِہٖ، اور امام تمام تکبیرات) یعنی تکبیر تحریمہ اور انتقالی (کو بلند آواز سے کہے) تاکہ مقتدی کو نماز کا علم ہو اور اتباع کرے (اور شرط ہے کہ تکبیر تحریمہ بحالتِ قیام کہی جائے نمازِ فرض میں اگر تکبیر میں سے ایک حرف بھی قیام کے علاوہ) جیسے رکوع کے لئے جھکنے کی حالت (میں واقع ہوا تو فرض نماز صحیح نہ ہوگی بلکہ) یہ نماز باوجود فرض کی نیت کے مطلق (نفل شمار ہوگی حرمت سے ناواقف ہونے کی صورت میں نہ کہ اس سے واقف ہونے کی صورت میں) مطلب یہ ہے کہ قیام کے علاوہ میں تکبیر کا واقع ہونا [اگرچہ ایک حرف ہو] حرام ہے اس حرمت سے ناواقف ہونے کی صورت میں فرض نماز مطلق نفل شمار ہوگی اور اگر اس حرمت سے واقف ہو تو اس صورت میں نہ فرض صحیح ہوگی اور نہ نفل [کیونکہ اس صورت میں مسئلہ کی حرمت سے واقف تھا]۔

(وَیُنْدَبُ رَفْعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ مُفَرَّقَۃَ الْاَصَابِعِ، اور مستحب ہے) مصلی کے لئے چاہے

فرض ہو یا نفل، منفرد، مقتدی یا امام ہو مذکر ہو یا مؤنث (اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا) تکبیر کے وقت، (اپنے دونوں کندھوں کے مقابل) اس طرح کے انگلیوں کے سرے کان کے بالائی حصہ کے مقابل، دونوں انگوٹھے کان کی لو کے مقابل اور ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل ہوں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جب نماز کی ابتداء کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل اٹھاتے، مستحب ہے کہ جس وقت رفع یدین شروع کرے اس وقت تکبیر کہنا بھی شروع کرے اور جہاں رفع یدین مذکورہ حد تک پہنچے وہاں تکبیر کو بھی مکمل کرے (المجموع ص ۳۰۷ ج۳) اور یہ بھی مستحب ہے کہ رفع یدین کرے (انگلیاں) درمیانی طور پر (کھلی رکھتے ہوئے) اس کے احوال ہیں وہ یہ: (۱) تکبیر تحریمہ، رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے اور تشہدِ اول سے قیام میں جانے کے وقت رفع یدین میں تفریق یعنی انگلیاں کھلی رکھنا مستحب ہے (۲) قیام اور رکوع کے بعد اعتدال کی حالت میں تفریق نہیں ہے (۳) رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر تفریق مستحب ہے (۴) دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت، اس میں دو وجہ ہیں صحیح یہ ہے کہ اس حالت میں تفریق اور عدمِ تفریق کے اعتبار سے وہ حکم ہے جو سجدہ کی حالت کا ہے (مجموع ص ۳۰۷ ج۳) اور وہ یہ ہے کہ: انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو (عمدة فی فیض ص ۱۲۰ ج۱) (۵) تشہد کی حالت میں دائیں ہاتھ کی انگلیاں بند رکھے سوائے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملائے رکھے اور ان کا رخ قبلہ کی طرف کرے، (شرح مہذب ص ۳۰۷ ج۳)

رفع یدین کی حکمتیں

(۱) اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم، اتباع سنت اور ثواب کی امید ہے (۲) اس میں توحید کی طرف اشارہ ہے (ایضا ص ۳۰۹ ج۳)

(مَعَ التَّكْبِيْرِ فَإِنْ تَرَكَهُ عَمْدًا اَوْ سَهْوًا اَتَى بِهِ فِيْ اَثْنَاءِ التَّكْبِيْرِ لَا بَعْدَهُ وَتَكُوْنُ كَفَّاهُ اِلَى الْقِبْلَةِ مَكْشُوْ فَتَيْنِ وَيَحُطُّهُمَا بَعْدَ التَّكْبِيْرِ اِلَى تَحْتِ صَدْرِهِ وَفَوْقَ سُرَّتِهِ وَيَقْبِضُ

كُوْعَهُ الْاَيْسَرَ بِكَفِّهِ الْاَيْمَنِ) رفع یدین کا ذکر کردہ طریقہ (تکبیر کے ساتھ) ہو (اگر رفع یدین کو چھوڑ دے جان بوجھ کر یا بھول کر تو اس کو لے آئے دوران تکبیر) اور اس سے سنت حاصل ہو گی، مطلب یہ ہیکہ تکبیر مکمل ہونے تک رفع یدین کرے (نہ کہ تکبیر کے بعد) [اس لئے کہ اب رفع یدین کا وقت فوت ہوا] (اور) سنت ہے کہ (مصلی کی دونوں ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں) کیونکہ یہ اشرف الجہات ہے اور یہ بھی سنت ہے کہ دونوں ہتھیلیاں (کھلی ہوئی) ہوں نہ کہ چھپی ہوئی (آستین وغیرہ میں) اس سنت میں عورت کا حکم مرد کی طرح ہے، رفع یدین سجدہ اور اس سے اٹھنے کے لئے سنت نہیں ہے اس کے بر خلاف رکوع اور اس سے اٹھنے کے لئے سنت ہے، فرق یہ ہے کہ ہاتھ بحالتِ قیام شغل سے خالی رہتے ہیں اس کے برخلاف سجدہ اور اس کے جلسہ میں ہاتھ رکھنے کے اعتبار سے مشغول رہتے ہیں ران پر اور سجدہ میں زمین پر اور جلسۂ استراحت سے قیام کے لئے رفع یدین سنت نہیں ہے۔(تحفة الحبیب علی شرح الخطیب ص ۵۱ ج۲)

(اور) مصلی (لے آئے) یعنی رکھے (دونوں ہاتھوں کو تکبیر کے بعد اپنے سینہ کے نیچے کی طرف اور ناف کے اوپر اور اپنے بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھتے تھے اس طرح کہ اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر رکھتے پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتے (اخرجه ابن ماجه) (الحاوی الکبیر مع تحقیق و تعلیق ص ۱۰۰ ج۲) اور حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھوں کو سینہ کے نیچے رکھتے، صاحبِ حاوی فرماتے ہیں اس لئے کہ ناف کے نیچے والا حصہ ستر ہے اور سینہ کے نیچے والا حصہ محل خشوع ہے، اور ہاتھوں کو سینہ کے نیچے رکھنا ابلغ فی الخشوع ہے بہ نست ناف کے نیچے رکھنے کے۔(الحاوی الکبیر ص ۱۰۰ ج۲) (وَيَنْظُرُ اِلَى مَوْضِعِ سُجُوْدِهِ، اور) سنت ہے کہ مصلی (دیکھے اپنے سجدہ گاہ کی طرف) چاہے رکوع میں ہو یا سجدہ یا

تشہد میں لیکن تشہد میں "اِلاَّ اللہ" کہنے تک ہی سجدہ گاہ کی طرف دیکھے اس کے بعد پھر شہادت کی انگلی کی طرف دیکھے سلام پھیرنے تک، اس لئے کہ نظر ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹانا دل کو مشغول کرتا ہے اور کمال خشوع کے لئے مانع بنتا ہے، جلسہ میں گود کی طرف دیکھے، بعضوں نے کہا رکوع میں قدموں کی طرف اور سجدہ میں ناک کی طرف دیکھے [یہ ضعیف قول ہے]

(ثُمَّ یَقْرَ أُ دُعَاءَ الْاِ سْتِفْتَا حِ وَھُوَ وَ جَّھْتُ وَجْھِیَ اِلیَ آخِرِہٖ، پھر) مذکورہ طریقہ کے مطابق تکبیر تحریمہ مکمل ہونے کے بعد (دعاءِ استفتاح پڑھے اور وہ) یہ ہے (وَجَّھْتُ وَجْھِیَ اس کے آخر تک) مکمل اس طرح ہے: وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا مُسْلِمًا وَ مَا أَنَامِنَ الْمُشْرِ کِیْنَ اِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَ شَرِیکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، احادیث میں اس کے علاوہ دوسری دعائیں بھی وارد ہیں لہذا اس کے علاوہ دوسری دعا پڑھے تو بھی سنت حاصل ہوگی لیکن مذکورہ دعا پڑھنا افضل ہے۔

دعاءِ استفتاح کی شرطیں

دعاءِ استفتاح پڑھنا پانچ شرطوں کے ساتھ سنت ہے وہ یہ: (۱) نمازِ جنازہ نہ ہو (۲) وقتِ اداء کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو (۳) سورۂ فاتحہ کے کچھ بھی حصہ کے فوت ہونے کا مقتدی کو خوف نہ ہو [کیونکہ مکمل سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے] وان ترک من ام القرآن حرفا واحدا ناسیا او ساھیا لم یعتد بتلک الرکعۃ لان من ترک منھا حرفا لا یقال لہ قرا ام القرآن علی الکمال (الام ص ۱۲۹ ج۱) اور اگر سورۂ فاتحہ کا ایک حرف (بھی) چھوڑے بھول کر یا غافل ہو کر تو وہ رکعت شمار نہ ہوگی اس لئے کہ جو شخص ام القرآن کا ایک حرف (بھی) چھوڑے اس کے حق میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے ام القرآن (سورۂ فاتحہ) مکمل پڑھا، (۴) امام کو قیام کے علاوہ میں نہ پایا ہو اگر اعتدال میں پائے [تب

بھی] دعاءنہ پڑھے (۵) تعوذ یا قرات شروع نہ کی ہو،(تحفة الحبيب على شرح الخطيب ص ۵۱ ج۲) (وَيُنْدَبُ ذٰلِكَ لِكُلِّ مُصَلٍّ مُفْتَرِضٍ وَمُتَنَفِّلٍ وَقَاعِدٍ وَصَبِيٍّ وَامْرَاَةٍ وَمُسَافِرٍ لَا فِيْ جَنَازَةٍ وَلَوْ تَرَكَهُ عَمْدًا اَوْ سَهْوًا اَوْ شَرَعَ فِي التَّعَوُّذِ لَمْ يَعُدْ اِلَيْهِ، اور مستحب قرار دی گئی ہے دعاء استفتاح ہر نمازی کے لئے چاہے فرض پڑھ رہا ہو یا نفل اور) چاہے مجبوری کی وجہ سے (بیٹھ کر پڑھ رہا ہو یا) نمازی چاہے (بچہ یا عورت) یا مرد ہو (یا مسافر ہو) یا منفرد یا امام ہو یا مقتدی لیکن (نمازِ جنازہ میں) دعاء استفتاح پڑھنا (مطلوب نہیں ہے) اس لئے کہ یہ تخفیف پر مبنی ہے (اور اگر دعاءِ استفتاح کو چھوڑے جان بوجھ کر یا بھول کر اور اعوذ باللہ الخ شروع کرے تو) شروع کرنے کے بعد پھر (دعاء استفتاح کی طرف نہ لوٹے) یعنی نہ پڑھے کیونکہ اب اس کا محل فوت ہو گیا لیکن اعوذ باللہ الخ [یا قرأت] شروع کرنے کے باوجود اس کو چھوڑ کر پھر دعاءِ استفتاح پڑھے تو سنت حاصل نہ ہو گی [چونکہ اس کا محل شروع کرنے سے پہلے ہے] اور اس پر ثواب نہ ہو گا اور اس سے نماز باطل نہ ہو گی اور نہ سجدۂ سہو ہو گا جیسا کہ [نماز میں ثابت شدہ] اگر دعا کرے یا تسبیح پڑھے اس کے علاوہ ہیئت میں [تو نماز باطل وغیرہ نہیں ہوتی]۔

تعوذ کی شرطیں

تعوذ کا پڑھنا سنت ہے ان شرطوں کے ساتھ جو مذکورہ بالا استفتاح کی شرطیں ہیں مگر فرق یہ ہے کہ تعوذ نماز جنازہ میں بھی سنت ہے(تحفة الحبيب ص ۵۲ ج۲)(وَلَوْ اَحْرَمَ فَاَمَّنَ الْاِمَامُ عَقِبَهُ اَمَّنَ مَعَهُ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ وَلَوْ اَحْرَمَ فَسَلَّمَ الْاِمَامُ قَبْلَ قُعُوْدِهِ اسْتَفْتَحَ وَاِنْقَعَدَ فَسَلَّمَ فَقَامَ فَلَا، اور اگر) کسی نے (تکبیر تحریمہ کہی) درانحالیکہ امام سورۂ فاتحہ کے آخری حصہ کی تِلاوت میں ہو اور (پھر امام) اپنی سورہ فاتحہ مکمل ہونے کے بعد (آمین کہے اس شخص کی تکبیر تحریمہ کے بعد تو مقتدی) بھی (آمین کہے امام کے ساتھ) اور (پھر دُعاءِ استفتاح پڑھے اور اگر) مسبوق (تکبیر تحریمہ کہے) درانحالیکہ امام تشہد اخیر میں ہو (پھر

امام سلام پھیرے مسبوق کے بیٹھنے سے پہلے تو) مسبوق (دعاءِ استفتاح پڑھے) اس لئے کہ اس نے دعاءِ استفتاح سے پہلے کچھ شروع نہیں کیا اور فاصلہ تھوڑا ہوا [مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہنے اور امام کے سلام پھیرنے کے درمیان] اور وہ بیٹھا بھی نہیں (اور اگر) مسبوق (بیٹھے) تکبیر تحریمہ کے بعد امام کے ساتھ (پھر) امام (سلام پھیرے اور) مسبوق (کھڑا ہو تو دعاءِ استفتاح نہ پڑھے) فاصلہ [وہ یہ کہ مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہنے اور کھڑے ہونے کے درمیان] طویل ہونے اور دعاء کا محل فوت ہونے کی وجہ سے [وہ یہ کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعاء پڑھنا ہے لیکن اس صورت میں دعاء پڑھنے سے پہلے امام کے ساتھ بیٹھنا ہوا]۔

(وَلَوْ اَدْرَکَ الْاِ مَامَ قَائِمًا وَ عَلِمَ اِمْکَانَہُ مَعَ التَّعَوُّذِ وَ اَلْفَاتِحَۃِ اَلّتی بِہِ فَاِ نْ شَکَّ لَمْ یَستَفْتِحْ وَلَمْ یَتَعَوَّ ذْ بَلْ یَشْرَ عُ فِی الْفَاتِحَۃِ اور اگر) مسبوق (امام کو پالے) امام کے (قیام کی حالت میں اور) مسبوق کو (غالب گمان ہو دعاء استفتاح کے ممکن ہونے کا اعوذ باللہ اور سورہ فاتحہ کے ساتھ) مطلب یہ ہیکہ تعوذ اور فاتحہ کے ساتھ دعاءِ استفتاح کے ہونے کا غالب گمان ہو (تو دعاء استفتاح کو پڑھے) مستحب ہے اس لئے کہ اس نے اس کے محل کو پایا، لیکن اس صورت میں مسبوق کی سورہ فاتحہ سے پہلے اگر امام رکوع کرلے تو مقتدی بھی امام کے ساتھ رکوع میں جائے، **اذاظن ادراکہ فی الرکوع فاتی بالافتتاح والتعوذ فرکع الامام۔ یرکع معہ وان لم یکن قرأمن الفاتحہ شیئا۔ اذلا عبرۃ بالظن البین خطوہ** (مغنی ص ۲۵۷ ج ۱) جب مقتدی کو گمانِ غالب ہو امام کو رکوع میں پالینے کا تو توجیہ اور تعوذ پڑھے پھر امام رکوع کرلے تو امام کے ساتھ مقتدی رکوع کرلے اگرچہ مقتدی نے سورہ فاتحہ میں سے کچھ نہ پڑھا ہو کیونکہ اس ظن کا اعتبار نہیں جس کا خطا ہونا ظاہر ہو جائے (اگر) مسبوق کو (شک ہو) دعاء کے ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں تعوذاور فاتحہ کے ساتھ (تو نہ استفتاح پڑھے اور نہ اعوذباللہ الخ) پڑھے (بلکہ سورہ فاتحہ

کو شروع کرے) اور یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ یہ رکن ہے اس کے بر خلاف دعاء اور تعوذ پڑھنا مستحبات میں سے ہے لہذا حصولِ مستحب کے لئے رکن کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

سورۂ فاتحہ کے نام

اس کے چودہ نام ہیں وہ یہ: (۱) فاتحة الکتاب (۲)سورة الحمد (۳)ام القرآن (٤)السبع المثانی(٥)الوافیة(٦)الکافیة(٧)(الاساس)(٨)(الشفائ)(٩)الصلاة (١٠) السؤال (۱۱)سورة الشکر (۱۲) سورة الدعاء(التفسیر الکبیر ص ۱۷۳ ج ۱) (۱۳)ام الکتاب(١٤)الواقیة(اقناع ص ۱۲٤ ج ۱)۔

(فَإِنْ رَكَعَ الْإِمَامُ قَبْلَ اَنْ يُتِمَّهَا رَكَعَ مَعَهُ اِنْ لَمْ يَكُنِ اسْتَفْتَحَ وَلاَ تَعَوَّذَ وَإِلاَّ قَرَأَ بِقَدْرِ مَا اشْتَغَلَ بِهِ فَإِنْ رَكَعَ وَلَم يَقْرَأْ بِقَدْرِهِ بَطَلَتْ صَلاَتُهُ، پھر اگر امام رکوع کرے) مسبوق کی (سورۂ فاتحہ مکمل ہونے سے پہلے تو) مسبوق بھی اپنی بقیہ سورۂ فاتحہ کو چھوڑ کر (رکوع کرے امام کے ساتھ) یہ حکم واجب ہے (اگر) یعنی بشرطیکہ (نہ دعاءِ استفتاح پڑھا ہو اور نہ اعوذ باللہ الخ) بلکہ تکبیر تحریمہ کہہ کر تاخیر کئے بغیر صرف سورۂ فاتحہ شروع کیا ہو تو اس صورت میں اپنی بقیہ فاتحہ چھوڑ کر امام کے ساتھ رکوع کرنا واجب ہے، **فاما مسبوق رکع الامام فی اثناء فاتحته فالاصح۔ ترک۔ بقیة فاتحته ورکع معه لانه لم یدرک غیر ماقرأه وهوبالرکوع مع الامام مدرک للرکعة کمالوادرکه فی الرکوع فان الفاتحة تسقط عنه**(منهاج مع مغنی ص ۲۵۷ ج ۱) مسبوق کے دورانِ فاتحہ امام رکوع کرے تو اصح قول کے مطابق مسبوق اپنی بقیہ فاتحہ کو ترک کرے اور امام کے ساتھ رکوع کرے کیونکہ اس نے پڑھے ہوئے کے علاوہ نہیں پایا اور امام کے ساتھ رکوع کرنے سے وہ رکعت پانے والا شمار ہوگا جیسے کہ امام کو رکوع میں پانے کی صورت میں کیونکہ اس سے فاتحہ ساقط ہو جاتی ہے (ورنہ) یعنی مذکورہ صورت میں وہ یہ ہے کہ مسبوق کو شک ہو دعاء اور تعوذ کے ساتھ سورۂ فاتحہ کے ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں تو ایسی صورت میں دعاء اور تعوذ کو چھوڑنے کا حکم ہے لیکن اس حکم کے باوجود دعاء یا تعوذ پڑھے یا

تاخیر کرے سورۂ فاتحہ کو شروع کرنے کے لئے تو مسبوق امام کے ساتھ رکوع نہ کرے بلکہ (پڑھے) سورۂ فاتحہ میں سے اتنی مقدار (جتنی مقدار وہ مشغول رہا اس کے ساتھ) اس کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ دعاء یا تعوذ پڑھنے میں یا ان کو پڑھے بغیر سورۂ فاتحہ کو شروع کرنے کے لئے تاخیر کرنے میں جتنا وقت صرف ہوا اُتنے وقت میں سورۂ فاتحہ کی جتنی مقدار ہوسکتی تھی اتنی مقدار پڑھے، واجب ہے، اس لئے کہ اس نے دعاء وغیرہ میں مشغول ہونے کی بناء پر کوتاہی کی (لیکن اگر) اس مذکورہ حالت میں عامداً یعنی جان بوجھ کر اور عالماً یعنی مذکورہ حالت سے واقف ہونے کے باوجود، (رکوع کیا اور نہیں پڑھا مشغول ہونے کی مقدار تو اس کی نماز باطل ہوگی) بعض فاتحہ چھوڑنے کی بناء پر، مصنفؒ کی عبارت: "بطلت صلاته" اس کی نماز باطل ہوگی، کا مطلب یہ ہے کہ جس رکعت کا بغیر پڑھے رکوع کیا وہ رکعت شمار نہ ہوگی، **وان ترک من ام القرآن حرفا واحدا ناسیا او ساهیا لم یعتد بتلک الرکعة لان من ترک منها حرفا لا یقال له قرأ ام القرآن علی الکمال،** (کتاب الام ص۱۲۹ ج۱) لہٰذا امام کی سلام کے بعد وہ غیر معتد [فوت شدہ] رکعت ادا کرے اگر ادا کئے بغیر مسبوق نے سلام پھیرا تو سلام کے بعد وقت زیادہ ہونے سے پہلے صرف وہی غیر معتد رکعت ادا کرے اگرچہ سلام کے بعد بات چیت کی ہو، مسجد سے خارج ہوا ہو اور قبلہ سے رخ ہٹایا ہو [کیونکہ مدار وقت کا زیادہ ہونا اور نہ ہونا ہے] (اقناع) اور اگر وقت زیادہ ہوجائے تو معتد اور غیر معتد رکعتیں سب باطل ہوں گی مطلب یہ ہیکہ نماز باطل ہوگی (المجموع ص ۱۱۳ ج٤) یہ ہے مذکورہ تفصیل مصنفؒ کی عبارت "بطلت صلاته" کا مطلب۔ وقت کے کم وزیادہ ہونے کا مدار عرف پر ہے اگر عرف [یعنی لوگ] کم سمجھے تو کم زیادہ سمجھے تو زیادہ (المجموع ص ۱۱٤ ج٤)

(وَاِنْ قَرَأَ حَيْثُ قُلْنَا يَرْكَعُ فَتَخَلَّفَ بِلَاعُذْرٍ فَاِنْ رَفَعَ الْاِمَامُ قَبْلَ رُكُوْعِهِ فَاتَتْهُ الرَّكْعَةُ، اور اگر پڑھے) سورۂ فاتحہ میں سے کچھ (اس صورت میں جس میں ہم نے کہا کہ

رکوع کرے) امام کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعاء استفتاح اور تعوذ کو شروع نہ کرتے ہوئے مسبوق صرف سورۂ فاتحہ کو شروع کرے اور امام مسبوق کی سورۂ فاتحہ مکمل ہونے سے پہلے رکوع کرے تو مسبوق کے لئے بھی اپنی بقیہ فاتحہ کو چھوڑ کر امام کے ساتھ رکوع کرنا واجب ہے (تو اسکا یہ تخلف) پیچھے رہنا (بلا عذر ہے) مطلب یہ ہے کہ پھر (اگر امام اٹھ جائے) رکوع سے (مقتدی کے رکوع کرنے سے پہلے) اور پھر مسبوق کی سورۂ فاتحہ مکمل ہو جائے اور امام کو اعتدال میں پائے (تو) یہ (رکعت فوت ہو گئی) اس لئے کہ اس نے امام کی متابعت نہیں کی رکعت کے معظم حصہ میں، اصح وجہ کے مطابق ایک رکن پیچھے رہنے سے نماز باطل نہیں ہو گی البتہ معتمد قول کے مطابق مکروہ ہو گی [بلا عذر ایک رکن پیچھے رہنے سے] (فیض ص۱٦۲ج۱)(الباقیات الصالحات والدروع السابغات فی تر شیح ص۱۱۳) اس صورت میں مسبوق سورۂ فاتحہ مکمل ہونے کے بعد رکوع کرکے امام کے اعتدال میں شامل نہ ہو جائے بلکہ رکوع کئے بغیر اعتدال میں شامل ہو جائے اس لئے کہ اب رکوع کا اعتبار نہیں رہا بلکہ امام جس ہیئت میں ہے اسی میں شامل ہو جائے اور یہ ایسا ہوا جیسے مسبوق نے امام کو شروع میں اسی ہیئت میں پایا اور اس صورت میں یہ رکعت اس کے لئے شمار نہیں ہوتی۔

مصنفؒ دعاء استفتاح کے احکام سے فارغ ہوئے اب تعوذ کے احکام بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (**وَيُنْدَبُ بَعْدَهُ اَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ** اور مستحب ہے دعائِ استفتاح کے بعد **اعوذبالله من الشيطان الرجيم**) پڑھنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فاذاقرأت القرأن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم** (سورۂ نحل آیت نمبر ۹۸) یعنی جب تو تلاوت کا ارادہ کرے تو کہہ **اعوذبالله من الشيطان الرجيم** (جلالین ص ۲۲٦ج۱) (ای اردت قراءته) جب تو تلاوتِ قرآن کا ارادہ کرے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ استعاذہ کا حکم تلاوت سے پہلے ہے اسی کی طرف اکثر فقہاء اور محدثین گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ استعاذہ وسوسہ کو دور کرتا ہے لہذا اس کو مقدم کرنا اولی ہے،

(حاشية الصاوى ص ٣٠٤ج٢) تلاوتِ قرآن افضل اعمال میں سے ہے لہذا تلاوت کے وقت استعاذہ کو طلب کیا گیا تا کہ وساوسِ شیطانی سے حفاظت ہو، (حاشيۂ جلالين ص ٢٢٦ج١) (حاشية الصاوى ص ٣٠٤ج٢)(وَيَتَعَوَّذُفِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ اور) مستحب ہے کہ (اعوذ باللہ الخ پڑھے ہر رکعت میں) دو قراءتوں کے درمیان رکوع وغیرہ سے فصل واقع ہونے کی وجہ سے اور اس لئے کہ تعوذ قراءت کے لئے مشروع ہے اور قراءت ہر رکعت میں ہے (وَفِي الْاُوْلَى آكَدُ سَوَاء الْاِمَامُ وَالْمَامُوْمُ وَالْمنفَرِدُ وَالْمُفْتَرِضُ وَالْمُتَنَفِّلُ حَتَّى الْجنَازَةِ وَيُسِرُّ بِهِ فِي السِّرِّيَةِ وَالْجَهْرِيَةِ اور پہلی) رکعت (میں) تعوذ پڑھنے کی زیادہ (تاکید ہے) استعاذہ کی سنیت پر اتفاق ہونے کی بناء پر اور اس لئے کہ قراء ت کا افتتاح نماز میں پہلی رکعت میں ہوتا ہے۔

(چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد یا فرض یا نفل پڑھنے والا یہاں تک کہ نمازِ جنازہ ہو) اس لئے کہ اس میں بھی قراءت ہے (اور تعوذ سرا) یعنی آہستہ (پڑھا جائے سری) میں جیسے نماز ظہر و عصر (اور جہری میں) قیاس کرتے ہوئے دعائِ استفتاح پر جیسے مغرب، عشاء اور ان کے علاوہ، [سری سے مراد وہ نماز جس میں قراءت آہستہ پڑھی جاتی ہے اور جہری سے مراد جس میں قراءت آواز سے پڑھی جاتی ہے] آہستہ کا مطلب یہ ہے کہ مصلی خود سن سکے۔

آگے مصنفؒ تیسرا رکن بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (ثُمَّ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ پھر) تعوذ کے بعد (سورۂ فاتحہ پڑھے ہر رکعت میں) آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی (شرح مسلم ص ١٦٩ج١ نسائى شريف ص ١٠٥ج١ تر مذى ص ٥٧ج١) (تعليق المغنى مع سنن الدارقطنى ص ٣٢١ج١) اس کا پڑھنا رکن ہے فرض اور نفل دونوں میں، (تحفة الا حوذى شرح ترمذى ص ٥٥ج٢) اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے

اس لئے کہ آپ ﷺ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسی نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سَوَاءٌ اَلْاِ مَامُ وَالْمَامُوْمُ وَالْمُنْفَرِ دُ وَالْبَسْمَلَةُ اٰيَةٌ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ سُوْرَةٍ غَيْرِ بَرَائَةَ، چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد) سورۂ فاتحہ کے دلائل عام ہونے کی بناء پر (اور بسم اللہ الخ سورۂ فاتحہ کی اور ہر سورت کی آیت ہے سوائے سورۂ براءت کے) سورۂ فاتحہ کی آیتیں بسم اللہ الخ کو ملا کر سات ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ نے بسم اللہ الخ کو سورۂ فاتحہ کی آیت شمار کیا، اور بسم اللہ الخ ہر سورت کی بھی آیت ہے سوائے سورۂ براءت کے اس لئے کہ سوائے سورۂ براءت کے تمام سورتوں کے شروع میں رسم الخط کے اعتبار سے بسم اللہ الخ کے اثبات ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے (اقناع ص ۱۲۲ ج ۱)۔

والیحافظ علی قراءۃ البسملۃاول کل سورۃ، غیر براءۃ، لان اکثر العلماء علی انھا آیۃ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۲۹۷ ج ۱) سوائے سورۂ براءت کے ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الخ پڑھنے کا خیال رکھ اس لئے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ بسم اللہ الخ آیت ہے، رملی کے نزدیک بسم اللہ الخ پڑھنا سورۂ براءت کے شروع میں مکروہ ہے اور بیچ میں مستحب اور ابن حجر کے نزدیک شروع میں حرام ہے اور بیچ میں مکروہ کیونکہ اس مقام پر بسم اللہ الخ پڑھنا رحمت کے مناسب نہیں اس لئے کہ یہ سورت غضب کے وقت نازل ہوئی ہے، فقہی قاعدہ ہے: **اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام۔ فمن فروعھا:۔ اذاتعارض دلیلان: احدھمایقتضی التحریم والاخر الاباحۃ قدم التحریم فی الاصح الخ،** (الاشباہ والنظائر ص ۱۰۶) جب حلال و حرام جمع ہو جائیں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔ اس کے فروع میں سے یہ ہے: جب دو دلیلوں کا تعارض ہو کہ: ان میں سے ایک تحریم کا تقاضا کرے اور دوسری اباحت کا تو اصح قول کے مطابق تحریم مقدم ہوگی، مذکورہ بالا مسئلہ میں رملیؒ نے سورۂ براءت کے شروع میں بسم اللہ

الخ پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے [جو جواز کا ایک شعبہ ہے] اور ابن حجرؒ نے حرام قرار دیا ہے لہذا اس حلال و حرام جمع ہونے کی صورت میں غلبہ حرام کو ہوگا مذکورہ فقہی قاعدہ کی رُو سے۔

(وَيَجِبُ تَرْتِيبُهَا، اور واجب ہے) سورۂ فاتحہ کو پڑھنے والے پر (اس کی ترتیب) اس لئے کہ اس کو چھوڑنا سورۂ فاتحہ کے اعجاز میں خلل پیدا کرتا ہے، اگر ترتیب کو چھوڑے کہ مؤخر کو مقدم کرے اور مقدم کو مؤخر کرے اس طرح جان بوجھ کر پڑھے تو قراءت باطل ہوگی نماز باطل نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے ایک یا ایک سے زائد جو آیتیں پڑھا وہ نماز کے غیر موضع میں پڑھا (مجموع ص ۳۵۷ ج ۳) لہذا سورۂ فاتحہ کو شروع سے پڑھنا لازم اور اگر بھولے سے پڑھے تو ابتدائی ایک یا زائد بالترتیب پڑھی ہوئی آیتوں کا اعتبار ہوگا لہذا ان پر بناء کر کے بعد والی آیتیں پڑھے مگر ابتدائی ترتیب سے پڑھی ہوئی آیت یا آیتوں کے بعد والی ایک یا زائد آیتیں چھوڑ کر بقیہ کو پڑھتا رہا اور وقت زیادہ گذرا بناء کرنے میں تو شروع سے فاتحہ پڑھنا واجب (المجموع ص ۳۵۷ ج ۳)

(وَتَوَالِيهَا، اور) واجب ہے فاتحہ کو نماز میں پڑھنے والے پر (اس کے کلمات میں موالات) مطلب یہ ہے کہ پے درپے پڑھے، ترتیب اور موالات اس لئے واجب ہے کہ نبی کریم ﷺ اس طرح پڑھا کرتے تھے اور ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسی نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، (ایضا)

(فَإِنْ سكتَ فِيهَا عَمْدًا وَطَالَ أَوْ قَصُرَ وَقَصَدَ قَطْعَ الْقِرَاءَةِ أَوْ خَلَّلَهَا بِذِكْرٍ أَوْ قِرَاءَةٍ مِنْ غَيْرِهَا مِمَّا لَيْسَ مِنْ مَصْلَحَةِ الصلاة انقطعت قراءته ويستأنفها وان كان من مصلحة الصلاة كتأمينه لتأمين امامه او فتحه عَلَيْهِ إِذَا غَلِطَ أَوْ سُجُودِهِ لِتِلَاوَته وَنَحْوِهَا اگر) فاتحہ کو پڑھنے والا، (دورانِ فاتحہ خاموش رہے جان بوجھ کر درانحالیکہ خاموشی طویل ہو) واليسير ما جرت به العادة كتنفس واستراحه، والطويل مازاد على سكتة الاستراحة، وهو يفيد ان السكوت للاعياء لا يضر وان طال (سراج الوهاج ص ٤٤) اور کم [سے مراد وہ] جو سکوت عادۃً ہوتا ہے جیسے سانس لینے اور آرام کے لئے [رکنا

تا کہ تھکان دور ہو اور پڑھنے میں رکاوٹ نہ ہو] اور زیادہ [سے مراد] آرام کے وقفہ سے زائد ہو اور یہ فائدہ دیتا ہے کہ خاموش رہنا تھکنے کی بناء پر نقصان دہ نہ ہو گا [یعنی موالاۃ فاتحۃ باطل نہ ہو گی] اگرچہ خاموش رہنا زیادہ ہو (یا خاموشی کم ہو لیکن قراءت) یعنی سورۂ فاتحہ کو (بند کرنے کا ارادہ ہو یا) خاموشی نہ ہو لیکن (قراءت) یعنی سورۂ فاتحہ (کے درمیان ذکر کرے یا فاتحہ کے علاوہ پڑھے جو) یعنی ذکر کرنا اور فاتحہ کے علاوہ پڑھنا (مصلحتِ نماز میں سے نہیں ہے تو) مذکورہ صورتوں میں (قاری کی قراءت منقطع ہو گی) یعنی موالاۃِ فاتحہ باطل ہو گی، اس لئے کہ اس نے فاتحہ کے درمیان جو پڑھا وہ مصلحت نماز میں سے نہیں ہے (لہذا اس کو شروع سے) پے در پے (پڑھے) واجب ہے (اور اگر) ذکر کرنا یا فاتحہ کے علاوہ پڑھنا (مصلحت نماز میں سے ہو جیسے مقتدی آمین کہے اپنے امام کے آمین کہنے کی بناء پر) یہ ذکر کی مثال جو مصلحتِ نماز میں سے ہے (یا مقتدی امام کو لقمہ دے جب وہ غلطی کرے) مطلب یہ ہیکہ امام کو لقمہ دینے کے لئے مقتدی کا سورۂ فاتحہ کے دوران فاتحہ کے علاوہ پڑھنا مصلحتِ نماز میں سے ہے، یہ مثال ہے فاتحہ کے علاوہ پڑھنے کی (یا مقتدی سجدہ کرے امام کے) آیتِ سجدہ (تلاوت کرنے کی بناء پر) مطلب یہ ہے کہ مقتدی کا امام کے ساتھ سجدۂ تلاوت کرنا مصلحتِ نماز میں سے ہے (اور ان کے مانند) یعنی ذکر کردہ نماز کی مصلحتوں کی طرح جو بھی مصلحتِ نماز ہو اس سے بھی موالاۃِ فاتحہ باطل نہ ہو گی۔ جیسے امام آیت رحمت پڑھے تو اللہ سے رحمت کا سوال کرے وہ اس طرح: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الرَّحْمَۃَ، آیتِ عذاب پڑھے تو عذاب سے اللہ کی پناہ مانگے وہ اس طرح: اللھم انا نَعُوْذُ مِنْ عَذَابِکَ، اور آیتِ تسبیح پڑھے تو اللہ کی تسبیح بیان کرے وہ اس طرح: سبحان اللہ، مذکورہ رحمت وغیرہ سے متعلق دعائیہ جملے بحالتِ نماز اردو زبان میں کہنا صحیح نہیں ہے۔ **هل يشترط كون الخطبة بالعربية؟ فيه طريقان (اصحهما) وبه قطع الجمهو ريشترط لانه ذكر مفروض فشرط فيه العربية كالتشهد وتكبيرة الحرام مع قوله ﷺ صلو كما**

رأيتمو نی اصلی۔(وكان يخطب بالعربية) (المجوع) مذکورہ عبارت سے واضح ہوا کہ خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے اور اس پر صاحب کتاب دو دلیلیں پیش کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ خطبہ ذکر مفروض ہے اور ذکر مفروض میں عربیت شرط ہے جیسا کہ تشہد وغیرہ ذکر مفروض ہے اور عربی میں ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا قول۔ تم ایسی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور آپ ﷺ خطبہ عربی میں دیتے تھے۔ صلوا کما رأیتمو نی اصلی۔ وکان یخطب بالعربیة اسی طرح وکان یدعو بالعربیة آپ ﷺ عربی میں دعا کرتے تھے۔ لہذا نماز کی حالت میں اردو زبان میں دعا کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب یہ آیت پڑھے:"اَلَیسَ ذٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَن یَحْیِیَ الْمَوْتی 'تو جواب میں کہے: بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ'' اور جب: فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہ یُؤْمِنُوْنَ'' پڑھے تو جواب میں'' اٰمَنّا بِاللهِ'' کہے، مذکورہ تمام مستحبات امام، مقتدی اور منفرد سب کے لئے ہیں چاہے نماز فرض ہو یا نفل، مصنفؒ نے اوپر دورانِ فاتحہ عمداً خاموش رہنے کا حکم بیان فرمایا اب آگے بھولے سے خاموش رہنے کا حکم بیان فرمارہے ہیں وہ یہ:(اَوْ سَکَتَ اَوْ ذَکَرَ نَاسِیًا لَمْ تَنْقَطِعْ، یا خاموش رہے) دورانِ فاتحہ (یا ذکر کرے بھول کر تو) موالاۃِ فاتحہ (منقطع) یعنی باطل (نہ ہوگا) جس طرح بحالتِ نماز بھول کر بات کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اسی طرح دورانِ فاتحہ بھولکر خاموش رہنے یا ذکر کرنے سے موالاۃِ فاتحہ باطل نہیں ہوتی۔

(ولو تَرَکَ مِنْھَا حَرْفًا اَوْ تَشْدِیْدَۃً اَوْ اَبْدَلَ حَرْفًا بِحَرْفٍ لَمْ تَصِحَّ، اور اگر) مصلی (سورۂ فاتحہ کے کسی ایک حرف کو یا) اس کے حروف مشدد میں سے (کسی ایک تشدید کو چھوڑے یا) سورۂ فاتحہ کے (کسی حرف کو بدل دے دوسرے حرف سے) جیسے صراط الذین میں الذین کے ذال کو بدل دے دال سے اور کہے: صراط الدین (تو مصلی کی قراءت) مذکورہ دونوں صورتوں میں (صحیح نہ ہوگی) تغییر نظم کی بناء پر، پہلی صورت میں قراءت صحیح نہ ہوگی، کا مطلب یہ ہے کہ چھوڑے ہوئے حرف سے سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب اور

دوسری صورت میں قراءت کا مطلب یہ ہے کہ بدل کر پڑھا ہوا حرف صحیح نہ ہوگا لہذا صرف اسی حرف کو صحیح پڑھنا واجب ہوگا درست قول کے مطابق اور نماز باطل نہ ہوگی لیکن عمداً اس طرح بدل کر پڑھے کہ معنی بدل جائے تو نماز باطل ہوگی اگر عمداً نہ پڑھے تو نماز باطل نہ ہوگی لیکن دوبارہ صحیح پڑھنا واجب ہوگا (روضۃ ص ۲۴۲ ج ۱) (وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ سِرًّا فِی السِّرِّیَّۃِ وَجَھْرًا فِی الْجَھْرِیَّۃِ ویؤمِّنُ الْمَامُوْمُ جَھْرًا مُقَارِنًا لِتَامِیْنِ اِمَامِہٖ فی الْجَھْرِیَّۃِ، اور جب) مصلی چاہے منفرد ہو یا مقتدی یا امام (کہے ولا الضالین) مطلب یہ ہیکہ سورۂ فاتحہ سے فارغ ہو جائے (تو آمین کہے سراً) یعنی آہستہ (سری) نماز (میں اور) آمین (جہرا) یعنی آواز سے کہے (جہری) نماز (میں اور مقتدی جہری) نماز (میں جہرا آمین کہے اپنے امام کے آمین کے ساتھ) حدیث شیخینؒ کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو [کیونکہ فرشتے آمین کہتے ہیں اس لئے] جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو [یعنی اسی وقت ادا ہو] اس کے سابقہ [سب] گناہ معاف ہونگے (ترمذی ص ۵۸ ج ۱) (ابو داود مع حاشیۂ ابوداود ص ۱۳۵) گناہ سے مراد صغائر ہیں، (حاشیۂ نسائی ص ۱۰۷ ج ۱ معارف السنن ص ۴۳۱ ج ۲) مذکورہ حدیث میں لفظِ "فامنوا" تم آمین کہو: اس میں امر [حکم] استحباب کے لئے ہے، (اعلاء السنن ص ۲۴۶ ج ۲) (بذل المجہود ص ۱۰۵ ج ۲)

تنبیہ

اگر امام آمین کہنا چھوڑدے تو اس میں مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ اس طرح آمین کہے کہ امام سنے تاکہ پھر وہ بھی آمین کہے، افعال نماز میں سے کسی چیز کو امام کے ساتھ ادا کرنا مستحب نہیں ہے سوائے آمین کہنے کے، ہاں لیکن افعالِ نماز جیسے رکوع وغیرہ میں امام سے پہلے جانا حرام ہے، (شرح مسلم ص ۱۸۰ ج ۱) نماز کی روایت سے قیاس کیا گیا نماز کے خارج کو لہذا آمین کہنا مطلق سنت ہے چاہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر، (وَیُؤَمِّنُ

ثَانِيًا لِفَرا غِ فَاتِحَتِهٖ اور) مقتدی (دوسری بار آمین کہے اپنی سورۂ فاتحہ سے فارغ ہونے کی بناء پر) مقتدی کا پہلی بار امام کے ساتھ آمین کہنا امام کی متابعت سے ہے اور دوسری بار کہنا اپنی سورۂ فاتحہ سے فارغ ہونے کی بناء پر ہے، صرف آمین کہنے کے بجائے ''آمین یا رب العلمین'' کہے تو بہتر ہے، نماز باطل نہ ہوگی (کتاب الا م ص ۱۳۱ ج ۱) اگر آمین کہنا ترک ہو جائے اور دوسرے کام یعنی سورت کی تلاوت میں مشغول ہو جائے تو وقت فوت ہو الہذا اب آمین نہ کہے (روضه ص ۲٤۷ ج ۱) و لا الضا لین اور آمین کے درمیان معمولی سا سکتہ [ٹھہرنا] مستحب ہے تاکہ فرق معلوم ہو کہ آمین قرآن کا حصہ نہیں ہے (ایضا)۔

آمین کا معنی

اس کا معنی ہے: اللھم استجب: اے اللہ قبول فرما، (فقه السنه ص ۱۳۳ ج ۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ جب پڑھتے: غیر المغضوب علیھم و لا الضالین تو کہتے آمین، یہاں تک کہ وہ شخص سنتا جو پہلی صف میں رہتا (فقه السنن ص ۱۳۲ ج ۱) خطابیؒ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب امام و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو یعنی امام کے ساتھ یہاں تک کہ تمہاری اور امام کی آمین ایک ساتھ ہو، (حاشیۂ فقه السنه ص ۱۳۲ ج ۱) مستحب ہے کہ مقتدی کی آمین امام کی آمین کے ساتھ ہو، نہ پہلے ہو نہ بعد اگر امام کے ساتھ آمین کہنا فوت ہو جائے تو امام کی آمین کے بعد مقتدی آمین کہے، (روضه ص ۲٤۷ ج ۱)۔

(ثُمَّ یُنْدَبُ لِاِ مَامٍ وَ مُنْفَرِدٍ فِی الَّر کْعَةِ اْلاَ وْ لٰی وَ الثَّا نِیَةِ فَقَطْ بَعْدَ اْلفَاتِحَةِ قِرَاءَةُ سُوْرَةٍ کَامِلَةٍ، پھر مستحب قرار دیا گیا ہے امام اور منفرد کے لئے صرف پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد مکمل سورت پڑھنا) روایتِ شیخین کی بنا پر جو ظہر اور عصر کے بارے میں ہے اور ان دونوں سے قیاس کیا گیا ہے ان کے علاوہ کو سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن میں سے کچھ بھی پڑھنے سے سنت حاصل ہو گی لیکن مکمل سورت پڑھنا افضل ہے سورت کا بعض حصہ پڑھنے سے اگر چہ یہ بعض حصہ طویل

ہو[مکمل سورت سے] اس لئے کہ بیچ سورت سے پڑھنے کی صورت میں کلام کا ربط منقطع ہو جاتا ہے (المجموع ص ۳۸۵ ج ۳) ہاں مگر بیچ سورت سے وہ لمبی قراءت پڑھے جس کا معنی ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے مکمل ہو تو اس کو پڑھنا افضل ہے بہ نسبت چھوٹی سورت مکمل پڑھنے سے، (کفایۃ الا خیار) بہر حال مقتدی اس کے لئے اپنے امام کی قراءت کو دھیان سے سننا سنت ہے اگر سن نہ سکے تو اس کے لئے بھی سورۂ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا مستحب ہے۔

تنبیہ

اور اگر سورت سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھے تو اس پڑھنے کا اعتبار نہ ہو گا۔

(وَيُنْدَبُ لِصُبْحٍ وَظُهْرٍ طِوَالُ الْمُفَصَّلِ، اور مستحب قرار دیا گیا ہے صبح اور ظہر) کی نماز (کے لئے طوال مفصل) یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ عم یتساء لون تک مطلب یہ ہے کہ سورۂ حجرات سے لیکر سورۂ عم تک کے درمیان میں سے کسی بھی سورت کا پڑھنا مستحب ہے، لیکن معتمد قول کے مطابق ظہر میں طوال مفصل کے قریب کی سورتوں کو پڑھنا سنت ہے، (حاشیۂ قلیوبی ص ۱۵۴ ج ۱)

طوال مفصل کہنے کی وجہ

ہر دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہونے کی بناء پر طوال مفصل کہتے ہیں (المجموع ص ۳۸۴ ج ۱)

(وَعَصْرٍ وَعِشَاءٍ أَوْسَاطُهُ، اور) مستحب قرار دیا گیا ہے (عصر و عشاء) کی نماز (کے لئے اوساطِ مفصل) یعنی عم سے سورۂ والضحی تک مطلب یہ ہیکہ ان کے درمیان میں سے کسی بھی سورت کا پڑھنا مستحب ہے۔

اوساطِ مفصل کہنے کی وجہ

[یہ سورتیں طوال مفصل اور قصار مفصل کے مابین ہونے کی بناء پر ان کو اوساط مفصل کہتے ہیں]

(وَمَغْرِبٍ قِصَارُهُ، اور) مستحب قرار دیا گیا ہے (مغرب) کی نماز (کے لئے قصار مفصل) یعنی سورۂ ضحی سے سورۂ ناس مکمل، مطلب یہ ہے کہ ان کے درمیان میں سے کسی بھی سورت کا پڑھنا مستحب ہے۔

قصار مفصل کہنے کی وجہ

[ہر دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ کم ہونے کی بناء پر قصار مفصل کہتے ہیں]
مذکورہ ترتیب حدیث نسائی وغیرہ کی بناء پر ہے، (منہاج مع شرح محلی ص ۱۵۳ ج ۱) یہ ترتیب غیر مسافر کے لئے ہے، مسافر کیلئے سنت ہے کہ صبح کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون سے اور دوسری میں سورۂ اخلاص سے پڑھے تخفیف کے پیش نظر، (اِنْ رَضِیَ بِطِوَالِہٖ وَاَوْسَاطِہٖ مَأمُوْمُوْنَ مَحْصُوْرُوْنَ وَاِلاَّخَفَّفَ اگر طوالِ اور اوساطِ مفصل سے محصور مقتدی راضی ہوں) مطلب یہ ہے کہ مذکورہ ترتیب کے مطابق محصور مقتدی طوال اور اوساط مفصل سے راضی ہوں تو امام پڑھے (ورنہ) یعنی راضی نہ ہوں تو (قصار مفصل میں سے پڑھے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی امام بنے تو اس کو چاہیئے کہ تخفیف کرے۔

محصور مقتدی کی تعریف

محصور مقتدی کہتے ہیں ان کو جو پابندی سے کسی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں ان کے علاوہ کوئی اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھتا ہو۔

(وَلِصُبْحِ الْجُمْعَۃِ الٓمٓ تَنْزِیْلُ وَھَلْ اَتٰی، اور) سنت ہے (جمعہ) کے دن (کی) نمازِ (صبح) کی پہلی رکعت (میں الم تنزیل اور) دوسری رکعت میں (ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ) دونوں مکمل پڑھنا، رسول اللہ ﷺ اس طرح پڑھا کرتے تھے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ محصور مقتدی ہوں، (وَلِسُنَّۃِ الْمَغْرِبِ وَلِسُنَّۃِ الصُّبْحِ وَرَکْعَتَیِ الطَّوَافِ وَالْاِسْتِخَارَۃِ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ وَالْاِخْلَاصُ اور) سنت ہے (مغرب کی سنت) نماز (اور صبح کی سنت) نماز (کے لئے اور طواف اور استخارہ کی دو رکعت) نماز (کے لئے) پہلی رکعت میں (قل یا ایھا الکافرون اور) دوسری رکعت میں (سورۂ اخلاص پڑھنا) دلیل یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے (وَیُنْدَبُ التَّرْتِیْلُ وَالتَّدَبُّرُ اور مستحب قرار دیا گیا ہے ترتیل اور تدبر کو) تلاوت کے وقت چاہے نماز میں ہو یا

نماز سے باہر، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (سورۂ مزمل آیت نمبر ٤) اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو [ایک ایک حرف الگ الگ ہو] (ترجمۂ قرآن)۔

قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آئے اس طرح پڑھنے سے فہم وتدبر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور ذوق وشوق بڑھتا ہے، (تفسیر عثمانی)۔

ترتیل کہتے ہیں: ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آئے۔

تدبر کہتے ہیں: خشوع کے ساتھ قرآن کے معنی میں غور وفکر کرنا۔

(**وَتُكْرَهُ السُّوْرَةُ لِمَا مُوْمٍ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِ مَا مِ**، اور مکروہ ہے سورت) کی تلاوت اس (مقتدی کے لئے جو امام کی قراءت سنتا ہو) کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے بلکہ امام کی قراءت کو سنے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ (سورۂ اعراف آیت نمبر ٢٠٤) اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو۔ یہ آیت اگرچہ خطبہ کے بارے میں وارد ہے لیکن مفسر نے اس کی دوسری تفسیر خطبہ کے علاوہ قرآن سے متعلق کی ہے اس لئے کہ ایک آیت متعدد تفاسیر پر محمول ہوتی ہے۔ [**قوله بل يستمع قراءة امامه**] **اى ويسن له ان يقراء الفاتحة فى سكتة الامام بعد آمين ولا يقرؤها حال قراءة الامام للفاتحة الا ان خاف فوت بعض الفاتحة** (حاشیۂ اقناع ص ١٣٢ ج ١) صاحب اقناع کا قول [بلکہ اپنے امام کی قراءت کو سنے] یعنی اور سنت ہے مقتدی کے لئے کہ سورۂ فاتحہ کو آمین کہنے کے بعد امام کے سکتہ میں پڑھے امام کی قراءۃِ فاتحہ کے وقت نہ پڑھے مگر یہ کہ بعض فاتحہ کے فوت ہونے کا خوف ہو، [تو امام کی قراءۃِ فاتحہ کے وقت پڑھے]

سکتے: نماز میں مستحب سکتے چار ہیں: (۱) تکبیر تحریمہ کے بعد جس میں دعاء افتتاح پڑھی جاتی ہے۔ (۲) ولا الضالین اور آمین کے درمیان [معمولی سا سکتہ] (۳) جہری نماز

میں امام کے لئے آمین اور سورت شروع کرنے کے درمیان اتنی مقدار کہ مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ سکے (مغنی ص۳۲۳ ج۱) (۴) سورت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع کی تکبیر سے پہلے، (کتاب الاذکار ص ۸٤)

(فَإِنْ كَانَتْ سِرِّيَّةً أَوْ جَهْرِيَّةً وَلَمْ يَسْمَعْ لِبُعْدٍ أَوْ نُدِبَتْ لَهُ أَيْضًا وَكَذَا لَوْ كَانَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ وَلَمْ يَفْهَمْ عَلَى الْأَصَحِّ، اگر نماز سری ہو یا جہری ہو اور) مقتدی امام کی قراءت (نہ سنے) یا تو امام سے (دوری یا) مقتدی کے (بہرا پن کی بناء پر تو مقتدی کے لئے اس صورت میں بھی) سورت کی تلاوت (مستحب ہے اور اسی طرح اگر مقتدی امام کی قراء ت سنے اور سمجھے نہیں) تو (اصح قول کے مطابق) مقتدی کے لئے سورت کی تلاوت مستحب ہے اس لئے کہ مذکورہ صورتوں میں مقتدی کا خاموش رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا [لہذا سورت کی تلاوت مستحب قرار دی گئی ہے] **فان لم یسمعها لصمم او بعد او سماع صوت لم یفهمه۔ قرأ سورة اذ لا معنی لسکوته** (اقناع ص ۱۳۲ ج۱) اگر مقتدی امام کی قراءت نہ سنے بہرا پن یا دوری کی بناء پر یا یہ کہ آواز سنے سمجھے نہیں، تو مقتدی سورت پڑھے اس لئے کہ اب مقتدی کا خاموش رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(وَيُطَوِّلُ الْأُولَى عَلَى الثَّانِيَةِ، اور) مصلی کے لئے مستحب ہے چاہے دو رکعت والی نماز ہو یا تین یا چار رکعت والی کہ (پہلی) رکعت میں قراءت (طویل کرے بہ نسبت دوسری) رکعت (کے) اس لئے کہ آپ ﷺ پہلی رکعت میں قراءت طویل کرتے نہ کہ دوسری میں، اس طرح عصر میں، [اور تمام نمازوں میں، ظاہر حدیث یہی ہے] (فتح الباری ص ۲۰۸ ج۲) شیخ تقی الدینؒ فرماتے ہیں: اس میں سبب یہ ہے کہ اکثر پہلی رکعت میں نشاط زیادہ رہتا ہے لہذا مناسب ہوا کہ پہلی رکعت کو طویل کرے بہ نسبت دوسری کے تاکہ دوسری میں تھکان سے حفاظت ہو، (کفایة مع تحقیق وتعلیق ص ۱۷۵)۔ ہاں مگر

دوسری رکعت کو طویل کرنے سے متعلق نص وارد ہو تو کرے جیسا کہ مسئلۂ زحام میں امام کے لئے سنت ہے دوسری رکعت کو طویل کرنا تاکہ سجدہ کا منتظر امام کو پالے۔ تیسری اور چوتھی رکعت کو یکساں طور پر پڑھے کسی کو طویل نہ کرے،(روضة ص ٢٤٨ ج ١)

(وَلَوْ فَاتَ الْمَسْبُوْقَ رَكْعَتَانِ فَتَدَارَكَهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ نُدِبَتِ السُّوْرَةُ فِيْهِمَا سِرًّا، اور اگر مسبوق کی) ابتدائی (دورکعت فوت ہو پھر ان فوت شدہ دورکعتوں کو) امام کی (سلام کے بعد ادا کرے تو) اس صورت میں مسبوق کے لئے (سورت) کی تلاوت (سراً مستحب ہے ان فوت شدہ دورکعتوں میں جن کو امام کی سلام کے بعد ادا کرے) تاکہ نماز بلا عذر سورت سے خالی نہ ہو لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسبوق امام کے ساتھ تیسری اور چوتھی میں سورت نہ پڑھ سکا ہو، امام کی تیسری اور چوتھی تو مسبوق کی پہلی اور دوسری رکعت، اور نماز جہری ہو تب بھی مذکورہ فوت شدہ رکعتوں میں سورت سراپڑھنا مستحب ہے نہ کہ جہراًاس لئے کہ جہر کا وقت جو پہلی دورکعتوں میں ہے وہ فوت ہو چکا۔

(وَيَجْهَرُ الْإِمَامُ وَالْمُنْفَرِدُ فِي الصُّبْحِ وَالْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ وَخُسُوْفِ الْقَمَرِ وَالتَّرَاوِيْحِ وَالْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، اور امام اور منفرد، قراءت، جہراپڑھے صبح اور جمعہ اور عیدین اور استسقاء اور خسوف قمر اور تراویح) کی نماز میں رمضان میں وتر کی نماز کا اور طواف کی دورکعتوں کا جورات میں یا فجر کے وقت پڑھے یہی حکم ہے،(اقنا ع ص ١٣٢ ج ١) (اور) نمازِ (مغرب وعشاء کی پہلی دورکعتوں میں) اس لئے کہ ان نمازوں میں قراءت بالجہر ہے، عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الاضحی کی نماز ہے، استسقاء یعنی بارش مانگنے کی نماز اور خسوف قمر یعنی: چاند گہن کی نماز (وَيُسِرُّ فِي الْبَاقِيْ، اور) ذکر کردہ نمازوں کے اور مغرب وعشاء کی پہلی دورکعتوں کے علاوہ (بقیہ میں سراًپڑھے) یہ اداء نماز کا حکم ہوا۔

اب آگے مصنفؒ قضاء کا حکم بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (فَاِنْ قَضَی فَائِتَةَ الَّلیْلِ وَالنَّھَارِ لَیْلاً جَھَرَ اَوْ فَائِتَةَ النَّھَارِ وَالَّیْلِ نَھَارًا اَسَرَّ اِلَّا الصُّبْحَ فَاِنَّهُ یَجْھَرُ بِقَضَائِھَا مُطْلَقاً اگر) کوئی شخص (رات اوردن کی فوت شدہ) نماز (کی قضاء کرے رات میں تو) قراءت (جہراً پڑھے) مذکورہ فوت شدہ نمازوں میں وقت قضاء کا اعتبار کرتے ہوئے اور وہ وقت ہے غروب شمس سے لیکر صبح صادق کے طلوع ہونے تک (یا دن اور رات کی فوت شدہ) نماز (کی قضاء کرے دن میں تو) قراءت (سراپڑھے) وقتِ قضاء کا اعتبار کرتے ہوئے [کیونکہ جس وقت میں قضاء کر رہا ہے وہ وقت ہے سر کا] رات کی نماز سے مراد مغرب اور عشاء ،دن کی نماز سے مراد ظہر اور عصر اس میں صبح کی نماز بھی شامل ہے لیکن مصنف نے اس کو مستثنٰی کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: (مگر صبح) کی نماز (اس کی قضاء کرنے میں) قراءت (جہراً پڑھے مطلقًا) مطلب یہ ہیکہ اس نماز کی قضاء دن میں کرے تب بھی قراءت جہراہی پڑھے اور رات میں قضاء کرے تو جہر کے وقت کا اعتبار کرتے ہوئے جہراپڑھناہی ہے۔

اما الفائتة فالعبر ة فیھا بوقت القضا ء فیجھر من غروب الشمس الی طلوعھا ویسر فیما سوی ذلک ، وعلم من ذلک انه لو ادر ک ر کعة من الصبح قبل طلوع الشمس ثم طلعت اسرّ فی الثا نیة وا ن کا نت اداء وھو الا و جه نعم یستثنی صلاة العید فیجھر فی قضائھا کالا داء کما قاله الا سنوی اہ ای لا نھا شر عت جھریة فی وقت السر فناسب فی قضائھا الجھر لا جل ان یحا کی القضاء الا داء فلو قضی صلاة الضحی لیلا او وقت صبح جھر کما ھو ا لظاھر من کلامھم لا ن اللیل و وقت الصبح محل الجھر و لا یرد رکعتا الفجر و وتر غیر رمضان و رواتب المغرب والعشاء لان الاسرا ر ورد فیھا فی محل الجھر فیستصحب علی العکس من العید (تحفة الحبیب ص ۵۷ ج۲) بہر حال فوت شدہ اس میں اعتبار وقتِ قضاء کا ہوتا ہے لہٰذا غروب شمس سے طلوع شمس تک جہر ہو گا اور اس کے علاوہ میں سر، اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر صبح کی ایک رکعت طلوع شمس سے قبل پائے پھر طلوع ہو جائے تو دوسری رکعت

میں سراً قراءت ہوگی اگرچہ نماز اداء ہوئی اور یہی قول اوجہ ہے [صبح کے علاوہ جو نماز پڑھے صبح کے وقت میں اس کا بھی یہی حکم ہوگا](فیض ص ۱۱۳ ج ۱) ہاں عید کی نماز کا استثناء کیا گیا ہے لہذا اس کی قضاء میں اداء کی طرح جہر ہوگا جیسا کہ اس کو اسنویؒ نے کہا ہے اھ یعنی اس لئے کہ اس نماز میں جہر مشروع ہوا ہے سر کے وقت میں لہذا اس کی قضاء میں جہر کی مناسبت ہے تاکہ قضاء نقل اور مشابہ ہو اداء کے [باعتبار جہر کے] اگر نمازِ چاشت کی قضاء رات میں یا صبح کے وقت کرے تو جہر ہوگا جیسا کہ یہی ظاہر ہے فقہاء کے کلام سے اس لئے کہ رات اور صبح کا وقت جہر کا وقت ہے اور فجر کی دو سنت رکعتیں اور غیر رمضان میں نمازِ وتر اور مغرب وعشاء کی رواتب سے اعتراض نہیں ہوگا اس لئے کہ ان کے بارے میں جہر کے وقت میں اسرار وارد ہوا ہے لہذا وہی اسرار باقی رہے گا عید کے برعکس، کہ جیسے وہاں وقت اسرار میں جہر تھا تو قضاء میں جہر باقی رہا۔

مذکورہ جہر سے متعلق مسائل مرد کے بارے میں ہیں عورت کے بارے میں یہ ہیں کہ: جہراً پڑھے اس طرح کہ اجنبی کو سنائی نہ دے، یہی حکم ہوگا عورتوں اور محارم کی موجودگی میں پڑھنے کا، (ص ۲٤۸ ج ۱ روضہ) لیکن اجنبی موجود ہو تو سراً پڑھے، لیکن اگر جہراً پڑھے تو نماز باطل نہ ہوگی، (مغنی المحتاج ص ۳٦۲ ج ۱)۔

(وَمَنْ لاَ يُحْسِنُ الْفَاتِحَةَ لَزِمَهُ تَعَلُّمُهَا وَاِلَّا فَقِرَاءَتُهَا مِنْ مُصْحَفٍ فَاِنْ عَجَزَ لِعَدَمِ ذَلِكَ اَوْ لَمْ يَجِدْ مُعَلِّماً اَوْ ضَاقَ الْوَقْتُ حرمت بِالْعَجَمِيَّةِ، اور جو شخص) مکمل (سورۂ فاتحہ کو اچھی طرح پڑھنا نہ جانتا ہو اس پر لازم ہے فاتحہ کو سیکھنا) یعنی زبانی یاد کرنا اگر قدرت ہو (ورنہ) یعنی زبانی یاد کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس پر لازم ہے (سورۂ فاتحہ کو پڑھنا قرآن میں دیکھ کر) تاریکی کی وجہ سے دیکھ کر پڑھنے کے لئے چراغ کی ضرورت ہو تو اس کو حاصل کرنا واجب ہے اس لئے کہ جس چیز کے بغیر واجب تام نہ ہو تا ہو وہ چیز بھی واجب ہے (اگر عاجز

ہو) سورۂ فاتحہ کو دیکھ کر پڑھنے سے بھی (قرآن نہ ہونے کی بناء پر یا) اس وجہ سے عاجز ہو کہ (سکھانے والے کو نہ پائے یا) پائے لیکن (وقت تنگ ہو) سیکھنے کے اعتبار سے اس طرح کہ اگر سیکھنے میں مشغول ہو جائے تو نماز کا اس کے وقت سے نکلنا لازم آئے گا یا سیکھنے سے عاجز ہو ذہنی کمزوری کی وجہ سے (تو حرام ہے عجمی زبان میں) سورۂ فاتحہ کا [ترجمہ پڑھنا] مذکورہ صورتوں میں اس لئے کہ سورۂ فاتحہ [اور قرآن کریم] کا اعجاز اس کے الفاظ کے ساتھ خاص ہے نہ کہ معنیٰ کے ساتھ اس کے برخلاف تکبیر تحریمہ کا ترجمہ جس لغت میں چاہے جائز ہے عدم اعجاز کی بناء پر، امام الحرمین فرماتے ہیں: قرآن کا ترجمہ باجماع مسلمین قرآن نہیں ہے۔ **عجمی زبان** کہتے ہیں: عربی کے علاوہ زبان کو۔

آگے مصنفؒ سورۂ فاتحہ کے بدل کا حکم بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (**فَإِنْ اَحْسَنَ غَيْرَهَا لَزِمَهُ سَبْعُ آيَاتٍ لاَ يَنْقُصُ حُرُوفُهَا عَنْ حُرُوفِ الْفَاتِحَةِ**، اگر سورۂ فاتحہ کے علاوہ) قرآن میں سے (اچھی طرح پڑھنا جانتا ہو تو اس پر لازم ہے سات آیتیں پڑھنا) اس شرط کے ساتھ کہ (ان سات آیتوں کے حروف کم نہ ہوں سورۂ فاتحہ کے حروف سے) یا تو برابر ہو یا زائد تاکہ ہر ایک آیت سورۂ فاتحہ کے ہر ایک آیت کی بدل ہو، اگر سات آیتیں الگ الگ پڑھے تب بھی کافی ہے اگرچہ ربطِ کلام کا فائدہ حاصل نہ ہو، [کیونکہ اس صورت میں سورۂ فاتحہ کے ہر ایک آیت کا بدل حاصل ہے]

سورۂ فاتحہ کے حروف

بسم اللہ کو ملا کر سورۂ فاتحہ کے حروف ایک سو چھپن ہیں اگر لفظِ "مالک" میں "ما" کے الف کو پڑھے تو: **وحروف الفاتحة بالبسملة مائة وستة وخمسون حرفا باثبات الف مالك** (فيض ص ۱۱٤ ج۱) **وحروفها ومائة ستة وخمسون حرفا بقراءة مالك بالالف،** (شرح محلی فی حاشيتان ص۱۵۱ جلد ۱) **جملة الحروف مائة وستة وخمسون حرفا بقراءة مالك،** (نهاية المحتاج ص ٤٨٨ ج۱)

تنبیہ

قرآن کی سورتوں کو اُلٹا پڑھنا مکروہ ہے چونکہ سورتوں میں ترتیب کے ثبوت کی دلیل ظنی ہے(فتاوی کبری ص ۳۸ ج ۱) لیکن مکتب میں خلافِ ترتیب سورتوں کی تعلیم دی جاتی ہے[اس میں بچوں کے لئے سہولت بھی ہے اس لئے بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے](فتاوی رحیمیه ص ۲۰ ج ۱) اور یہ عام ہو چکا ہے لہذا اس صورت میں کراہت نہ ہو گی(المجموع ص ۱۸۰ ج ۲) آتیوں کو اُلٹا پڑھنا حرام ہے چونکہ آیتوں میں ثبوتِ ترتیب کی دلیل قطعی ہے(فتاوی کبری ص ۳۸ ج ۱)

انگریزی وغیرہ میں قرآن لکھنا

انگریزی اور مراٹھی وغیرہ میں قرآن لکھنا حرام ہے کیونکہ قرآن کے نظم میں خلل آتا ہے مثلاً عربی زبان میں س، ص، ت اور ط میں فرق ہے انگریزی میں نہیں، عربی میں ک اور ق میں فرق ہے مراٹھی اور ہندی میں نہیں، فتاوی کبری میں ہے: **هل تحرم كتابة القرآن الكريم بالعجمية؟فاجاب عن الاصحاب التحريم۔ وايضا ان مالكا رضى الله عنه سئل هل يكتب المصحف على ما احدثه الناس من الهجاء فقال لا۔ الا على الكتبة الاولى وهو مصحف العثمانى (اذفيه) يخل بالنظم**(ص ۳۷ ج ۱)

س: کیا عجمی زبان[عربی کے علاوہ] میں قرآن لکھنا حرام ہے؟

ج: ہاں حرام ہے، اور امام مالکؒ سے بھی پوچھا گیا: کیا قرآن کو لوگوں کی زبان میں لکھ سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا سوائے اول کتابت مراد مصحف عثمانی کے کسی اور زبان میں نہیں لکھ سکتے چونکہ قرآن کے نظم میں خلل آتا ہے۔

اعتراض اور جواب

اعتراض، ملک فارس کی ایک قوم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اہل فارس کے لئے قرآن کا کچھ حصہ لکھ دیا جائے تو آپ نے ان کے لئے سورۂ فاتحہ فارسی زبان میں لکھ دی حالانکہ عجمی زبان میں قرآن لکھنا منع ہے، لہذا اس کی حقیقت کیا ہے؟

ج مراد سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھنا ہے نہ کہ الفاظ، **فاجاب عنه اصحابنا بانه كتب تفسير الفاتحة لا حقيقتها**،(فتاوی کبری ص ۳۸ ج ۱)

انگریزی وغیرہ میں قرآن میں تلاوت

انگریزی اور مراٹھی وغیرہ قرآن میں تلاوت نہیں کرسکتے [حرام ہے] چونکہ لکھنے کی طرح پڑھنے میں بھی قرآن کے نظم میں خلل ہوتا ہے (فتاوی کبری ص ۳۸ ج ۱)

قرآن مجید کا ترجمہ

قرآن مجید کا ترجمہ غیر مسلم کو تبلیغ کی غرض سے دے سکتے ہیں، اور اسی غرض سے انگریزی وغیرہ زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کرسکتے ہیں (فتاوی رحیمیہ ص ۱۰۴ ج ۱)

کافر کو قرآن کی تعلیم دینا

اسلام کی امید ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں (شرح مھذب ص ۷۱ ج ۲)

کافر تلاوتِ قرآن سن رہا ہو تو منع کرے یا نہ کرے؟

منع نہ کرے، لا یمنع الکافر سماع القرآن (المجموع ص ۷۱ ج ۲) کافر کو قرآن سننے سے منع نہ کرے۔

(فَإِنْ لَمْ يُحْسِنْ قرانًا لَزِمَهُ سَبْعَةُ اَذْ كَا رِ بِعَدَ دِ حُرُ وْفِهَا، اگر) عاجز شخص (قرآن) میں سے کچھ بھی (اچھی طرح پڑھنا نہ جانتا ہو تو اس پر لازم ہے سات) قسم کے (اذکار) پڑھنا (سورۂ فاتحہ کے حروف کی تعداد کے مقدار) یعنی سات قسم کے حروفِ اذکار کم نہ ہوں فاتحہ کے حروف سے تا کہ ہر ایک ذکر سورۂ فاتحہ کی ہر ایک آیت کے قائم مقام ہو، (روضۃص ۲۴۶ ج ۱) اگر دعائیہ کلمات پڑھیں تب بھی کافی ہے بشرطیکہ یہ حروف فاتحہ کے حروف سے کم نہ ہوں اور دعائیہ کلمات آخرت سے متعلق ہو یہ بھی شرط ہے۔ (فَإِنْ اَحْسَنَ بَعْضَ الْفَاتِحَةِ قَرَأَهُ وَاَتَى بَدَلَهُ مِنْ قرآنٍ اَوْ ذِكْرٍ، اگر سورۂ فاتحہ کا بعض حصہ اچھی طرح پڑھنا جانتا ہو تو اس کو پڑھے) واجب ہے، اس لئے کہ یہ میسور رہے اور فقہی قاعدہ

ہے: المیسور لا یسقط بالمعسور، (اشباہ ص ۱۵۹) میسور [یعنی مقدور علیہ مطلب یہ ہیکہ وہ بعض حصہ جس کو اچھّی طرح پڑھنے کی قدرت رکھتا ہووہ] معسور [یعنی معجوز عنہ مطلب یہ ہیکہ فاتحہ کا وہ حصہ جس کو اچھی طرح پڑھنے سے عاجز ہے اس] سے ساقط نہیں ہوتا (اور معجوز عنہ کے بدلے قرآن میں سے پڑھے یاذکر میں سے) اگر مقدور علیہ کے علاوہ بقیہ قرآن اچھی طرح پڑھنا نہ جانتا ہو تو [کیونکہ پھر ذکر کرنا سورۂ فاتحہ کی بقیہ آیتوں کا بدل ہوگا]

آگے مصنفؒ مقدور علیہ کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (فَاِنْ حَفِظَ الْاَوَّلَ قَرَاَہُ ثُمَّ اَتی بِالْبَدَلِ، اگر) سورۂ فاتحہ کا، (ابتدائی حصہ زبانی یاد ہے) مطلب یہ ہیکہ اچھّی طرح پڑھنا جانتا ہے (تو) سب سے پہلے (اس کو پڑھے پھر) فاتحہ کی بقیہ آیتوں کے لئے (بدل کو پڑھے) قرآن یاذکر میں سے، ترتیبِ فاتحہ کی بناء پر، اگر سورۂ فاتحہ کا ابتدائی حصہ پڑھنے سے قبل بدل کو پڑھے تو صحیح نہ ہوگا اور استئناف یعنی شروع سے دوبارہ پڑھنے کے قصد سے بدل کا اعادہ واجب ہوگا فاتحہ کی ابتدائی آیات پڑھنے کے بعد [بدل سورۂ فاتحہ کی آیتوں کے مقدار ہو جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہے]۔

(اَوِ الْاٰخِرَ اَتی بِالْبَدَلِ ثم قَرَاَہُ، اور اگر) سورۂ فاتحہ کا (آخری حصہ زبانی یاد ہے) مطلب یہ ہیکہ اچھی طرح پڑھنا جانتا ہے (تو) سب سے پہلے (بدل کو پڑھے پھر) سورۂ فاتحہ کے (آخری حصہ کو پڑھے جو زبانی یاد ہے) تاکہ ترتیب فاتحہ برقرار رہے جیسا کہ ماقبل میں مذکورہ ہے (فَاِنْ لَمْ یُحْسِنْ شَیْئًا وَقَفَ بِقَدْرِ الْفَاتِحَۃِ، اگر) عاجز (کچھ بھی پڑھنا نہ جانتا ہو تو سورۂ فاتحہ) پڑھنے (کی مقدار کھڑا رہے) یہ حکم واجب ہے اس لئے کہ یہ فی نفسہ واجب ہے، اور اس صورت میں اپنی زبان اور ہونٹوں کو صرف حرکت دینا واجب نہیں ہے، اگر سورۂ فاتحہ پڑھنے کی مقدار کھڑا ہونے کے بعد [رکوع سے قبل] قادر ہو جائے تو اب سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ اور اگر بدل [یہاں بدل سے مراد سورۂ فاتحہ

کی مقدار جو کھڑا ہونا ہے اس] کو شروع کرنے سے پہلے سورۂ فاتحہ پر قادر ہو جائے تو فاتحہ کو پڑھنا لازم اسی طرح اگر دورانِ بدل قادر ہو تو دو وجہ ہیں جن میں صحیح یہ ہے کہ مکمل سورۂ فاتحہ کا پڑھنا لازم ہو گا، (مجموع ص ۳۷۸ ج ۳) (وَلاَ اِعَادَةَ عَلَيْهِ، اور عاجز پر) نماز کا (اعادہ نہیں ہے) مطلب یہ ہیکہ عاجز کچھ بھی پڑھنا نہیں جانتا لہذا سورۂ فاتحہ کی مقدار کھڑا رہ کر نماز سے فارغ ہو جائے تو اس پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے اس لئے کہ اس کو حکم ہے قیام اور قِراءت کا لیکن جب ان دونوں میں سے ایک سے عاجز ہوا تو دوسرے کو لے آیا [اور وہ ہے بدل: یعنی سورۂ فاتحہ کی مقدار کھڑا ہونا] کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دُوں تو تم اس کو لے آؤ جتنی استطاعت رکھتے ہو۔ (المجموع ص ۳۷۹ ج ۳)

آگے مصنفؒ چوتھا رکن بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (وَالْقِيَامُ رُكْنٌ فِي الْمَفْرُوْضَةِ، اور قیام رکن ہے فرض نماز میں) نہ کہ نفل میں، یہ اس صورت میں ہے جبکہ قیام پر قدرت ہو، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھو، اس کے آگے روایتِ نسائی میں یہ ہے کہ اگر اس کی قدرت نہ ہو تو چت لیٹ کر پڑھو، اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی قدرت کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے، (اقناع ص ۱۱۹ ج ۱) بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں جس ہیئت پر چاہے بیٹھے لیکن افتراش کی ہیئت میں پڑھنا افضل ہے، لیٹنے میں دائیں کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا افضل ہے بائیں کروٹ پر لیٹ کر پڑھنے سے، چت لیٹ کر اس طرح پڑھنا ہے کہ سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر اونچا کرے اور پاؤں قبلہ کی طرف کرے، رکوع اور سجود کے لئے سر سے اشارہ کرے اور سجود کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے زیادہ کرے، اگر چت لیٹے پڑھنے پر قادر نہ ہو تو پلکوں سے اشارہ کرے اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں نماز کے ارکان جاری کرے کہ میں اب

قیام میں ہوں اب رکوع وغیرہ میں، اس حالت میں اگر بولنے پر قادر ہو تو تکبیر، قرأت، تشہد اور سلام قولاً ادا کرے ورنہ دل سے، صحت مند ہونے کے بعد حالتِ بیماری میں پڑھی ہوئی نماز کی قضاء نہیں ہے اور نہ اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی ہو گی، (كفاية الاخيار ص ۱۰۲ج۱)

کوئی شخص قیام پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے ورنہ لیٹ کر ورنہ چت لیٹے یہ ترتیب اس کے لئے ہے جو کعبہ سے باہر نماز پڑھ رہا ہو اگر کعبہ میں پڑھ رہا ہو تو کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھنے کی قدرت رکھنے کے باوجود چت لیٹے پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ اس صورت میں رخ کعبہ کی چھت کی طرف ہو گا مگر چھت نہ ہو تو اس طرح پڑھنا جائز نہیں (قلائد الخرائد س ۸٤ج۱)

کھڑا ہونے پر قادر اپنی قدرت سے ہو یا معین (مدد کرنے والے) کی مدد سے کوئی فرق نہیں، اگر معین اجرت طلب کرے اور مصلی کے پاس اس رات دن کے اپنے اور اپنے ممون (یعنی جن کا خرچ اپنے ذمہ ہو) کے خرچ سے زائد رقم ہو تو اجرت دے کر معین سے مدد طلب کرنا لازم ہے۔

قیام: نیت اور تکبیر پر مقدم ہے لیکن علماء نے قیام کو ان دونوں سے مؤخر ذکر کیا اس لئے کہ نیت اور تکبیر دونوں رکن ہے مطلق نماز میں اور قیام صرف فرض میں رکن ہے۔ (وَشَرْطُهُ اَنْ يَنْصِبَ فَقَارَظَهْرِهِ فَاِنْ مَالَ بِحَيْثُ خَرَجَ عَنِ الْقِيَامِ اَوِ انْحَنٰى وَصَارَاِلَى الرُّكُوْعِ اَقْرَبَ لَمْ يُجْزِ، اور قیام کی شرط یہ ہے کہ پشت) یعنی ریڑھ (کی ہڈی کھڑی رکھے) اگرچہ کسی چیز سے ٹیک لگا کر جیسے دیوار (اگر جھک جائے) بحالت قیام (اس طرح کہ قیام کی حد سے نکل جائے یا ہیئت رکوع سے قریب ہو جائے تو کافی نہیں) یعنی اس طرح جھکنا قیام کے لئے کافی نہ ہو گا، (وَلَوْتَقَوَّسَ ظَهْرُهُ لِكِبَرٍاَوْ غَيْرِهِ حَتّٰى صَارَ كَرَاكِعٍ وَقَفَ كَذٰلِكَ ثُمَّ زَادَ انْحِنَاءً لِلرُّكُوْعِ اِنْ قَدَرَ، اور اگر کسی شخص کی پشت) یعنی ہڈی

(جھک جائے بڑھاپے یا اس کے علاوہ علت کی بناء پر یہاں تک کہ) جھکنا (رکوع کرنے والے کی طرح ہو جائے تو اسی طرح کھڑا رہے) مطلب یہ ہیکہ اپنی اسی حالت وہیئت پر نماز میں کھڑا رہنا واجب ہے (پھر) اس ہیئت پر کھڑا ہونے کے بعد (رکوع کے لئے) اس سے (زیادہ جھکے اگر) زیادہ جھکنے پر (قادر ہو) تا کہ بڑھاپے کی وجہ سے جھکی ہوئی حالت اور رکوع کے لئے جھکنے کی حالت دونوں میں فرق ہو۔

مصنفؒ قیام میں کافی اور ناکافی ہونے والی چیزوں سے فارغ ہوئے اب آگے مصلی کے لئے مکروہ چیزیں بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (وَيُكْرَهُ اَنْ يَقُوْمَ عَلَى رِجْلٍ وَاحِدَةٍ وَاَنْ يُلْصِقَ قَدَمَيْهِ وَاَنْ يُقَدِّمَ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرَى، اور مکروہ ہے کہ ایک پاؤں پر کھڑا رہے) اس لئے کہ یہ تکلف ہے جو خشوع کے منافی ہے (اور) مکروہ ہے کہ (اپنے دونوں قدموں کو ملائے) قیام کے وقت، سنت ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان ایک بالشت کی مقدار فاصلہ رکھا جائے نہ کہ اس سے کم (اور) مکروہ ہے کہ بحالتِ قیام (دو قدموں میں سے ایک کو دوسرے پر مقدم کرے) مطلب یہ ہیکہ آگے پیچھے رکھے اس لئے کہ اس طرح رکھنا ہیئت نماز کے مطابق نہیں ہے اور مستحب ہے کہ دونوں قدموں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرے۔

(وَتَطْوِيْلُ الْقِيَامِ اَفْضَلُ مِنْ تَطْوِيْلِ السُّجُوْدِ وَالرُّكُوْعِ، اور قیام کو لمبا کرنا افضل ہے سجدہ اور رکوع کو لمبا کرنے سے) اس لئے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا نماز میں کونسی چیز افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: قنوت کو لمبا کرنا، مجموع میں امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: قنوت سے مراد قیام ہے، اور قیام تمام ارکان میں افضل ہے نماز کے تمام اذکار میں سے افضل ذکر پر شامل ہونے کی بناء پر اور وہ ہے قرأت (وَيُبَاحُ النَّفْلُ قَاعِدًا وَمُضْطَجِعًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ، اور نفل نماز بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھنا جائز ہے باوجود قیام

پر قدرت ہونے کے) افتراش کی ہیئت میں بیٹھنا افضل ہے دوسری ہیئت میں بیٹھنے سے، اس لئے کہ افتراش عبادت کا قعود (بیٹھنا) ہے اور ایسا قعود ہے جس کے بعد سلام نہیں جیسے سہو کے لئے قعود، قیام پر قدرت ہونے کی صورت میں کھڑا ہو کر نفل نماز پڑھنا افضل ہے، حدیث بخاری کی بناء پر کہ جو شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھے یہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لئے کھڑا ہو کر پڑھنے کے اجر کا نصف ہے اور جو لیٹ کر پڑھے اس کے لئے بیٹھ کر پڑھنے کے اجر کا نصف ہے۔

آگے مصنفؒ پانچواں رکن بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (ثُمَّ يَرْكَعُ، پھر)یعنی قیام اور اس سے متعلق چیزوں کے بعد (رکوع کرے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِرْكَعُوا وَاسْجُدُوْا (سورۂ حج آیت نمبر۷۷) تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو، رکوع: اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، پہلی امتوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا اگر چہ رکوع کا لفظ وارد تھا لیکن وہ خضوع کے معنی میں تھا، (وَاَقَلُّهُ اَنْ يَنْحَنِيَ بِحَيْثُ لَوْ اَرَادَ وَضْعَ رَاحَتَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ مَعَ اعْتِدَالِ الْخِلْقَةِ لَقَدَرَ، اور رکوع کی اقل مقدار یہ ہے کہ جھکے اتنا کہ اگر معتدل الخلقت آدمی ارادہ کرے دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھنے کا تو رکھ سکے) مطلب یہ ہے کہ معتدل الخلقت (درمیانی قد والا) آدمی جھکنے کی جس مقدار میں دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ سکے اتنی مقدار جھکنا مصلی کے لئے ضروری ہے، اس سے کم جھکنا کافی نہ ہو گا، اگر کسی کی مدد یا کسی چیز کے سہارے سے جھکنے پر قادر ہو تب بھی جھکنا لازم ہو گا اس لئے کہ یہ بھی طریقہ ہے حصولِ رکوع کا لہذا اس کو اپنانا واجب ہو گا، ہاں کوئی اس طرح سے بھی قادر نہ ہو تو جتنی مقدار ممکن ہو جھکے۔

رکوع کا معنی

رکوع کا لغوی معنی ہے مطلق جھکنا۔ شرعی معنی وہی ہے: جو مصنفؒ نے لفظِ واقلہ ذکر فرما کر بیان کیاہے، آگے مصنف چھٹا رکن بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (**وَتَجِبُ الطَّمَأْنِيْنَةُ وَاَقَلُّهَا سُكُوْنُ بَعْدَ حَرَكَتِهٖ وَاَنْ لَا يَقْصِدَ بِهُوِيِّهٖ غَيْرَ الرَّكُوْعِ**، اور طمانینت واجب ہے) معتمد قول کے مطابق یعنی مستقل رکن ہے (اور طمانینت کی اقل مقدار مصلی کی حرکت کے بعد سکون ہے) مطلب یہ ہیکہ اتنا ٹھہرے کہ حرکت کے بعد مصلی کے اعضاء اپنی جگہ ساکن ہوجائے، (اور مصلی جھکتے وقت قصد نہ کرے کسی چیز کا سوائے رکوع کے) مطلب یہ ہے کہ رکوع کے لئے رکوع کی نیت سے جھکنا واجب ہے۔

مصنفؒ رکوع کی اقل مقدار سے فارغ ہوئے اب اکمل طریقہ کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ (**وَاَكْمَلُ الرَّكُوْعِ اَنْ يُكَبِّرَ رَافِعًا يَدَيْهِ فَيَبْتَدِئُ الرَّفْعَ مَعَ التَّكْبِيْرِ فَاِذَا حَاذَى كَفَّاهُ مَنْكِبَيْهِ انْحَنَى وَيَمُدَّ تَكْبِيْرَاتِ الْاِنْتِقَالَاتِ**، اور رکوع کا اکمل طریقہ یہ ہے کہ) راکع یعنی رکوع کرنے والا جھکنے کے وقت (تکبیر کہے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے) کندھوں کے مقابل (اس طرح کہ ہاتھوں کو اٹھانے کی ابتداء تکبیر) کی ابتداء (کے ساتھ کرے پھر جب دونوں ہتھیلیاں) رفع یدین کے وقت (کندھوں کے مقابل ہوجائے تو) رکوع کے لئے (جھکے) سابقہ طریقہ کے مطابق (اور) مستحب ہے کہ (تکبیرات انتقالی کو طویل کرے) یہاں تک کہ بعد والے رکن تک پہنچے تاکہ نماز کا کوئی حصہ ذکر سے خالی نہ ہو (یہاں غایت مغیہ میں داخل نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ بعد والے رکن کی حد شروع ہوتے ہی تکبیر کو ختم کرے کیونکہ وہ رکن اب تکبیر کا محل نہیں رہا بلکہ اس رکن میں جو پڑھنا ہے اس کا محل ہے) **فیبتدئ مثلاً عند قیامه من السجو د التکبیر و یطیله حتی یستغرق جلسة الا ستراحة وینتصب قا ئما ، فلو قطعه لم یأ ت بتکبیر ثان بل بذکر آخر،** (انوار ص ۵۲) مثلاً سجدہ سے اٹھتے وقت تکبیر کی ابتداء کرے اور تکبیر کو اتنا طویل کرے کہ

جلسہ استراحت کے وقت بھی تکبیر جاری ہو اور سیدھا کھڑا ہونے تک جاری ہے، اگر تکبیر کو درمیان میں قطع کردے تو دوسری تکبیر نہ کہے بلکہ دوسرا ذکر کرے، تکبیرات انتقالی کی قید سے تکبیر تحریمہ نکل گئی، اس کو جلدی اداء کرنا سنت ہے۔

(وَيَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ مُفَرَّقَةَ الْاَصَابِعِ، اور) مستحب ہے کہ راکع (اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے انگلیاں) درمیانی طور پر (کھلی رکھتے ہوئے) روایت ابوداود کی بناء پر، امام نووی علیہ الرحمہ مجموع میں فرماتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھتے کہ گویا آپ گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہوں اور انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھتے۔

(وَيَمُدَّ ظَهْرَهُ وَعُنُقَهُ وَيَنْصِبَ سَاقَيْهِ وَيُجَافِيَ مِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَتَضُمُّ الْمَرْأَةُ وَيَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلَاثًا وَهُوَ أَدْنَى الْكَمَالِ، اور) مستحب ہے کہ (پشت اور گردن) دونوں کو (ایک سیدھ میں رکھے اور پنڈلیاں کھڑی رکھے اور) مستحب ہے کہ مرد رکوع اور سجدہ میں، (کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھے اور عورت) کہنیوں کو پہلوؤں سے (ملائے۔ اور (سبحان ربی العظیم) تین مرتبہ کہے اور تین مرتبہ کہنا اکمل) طریقہ (کاکم سے کم درجہ ہے) ورنہ اصل سنت ایک بار تسبیح پڑھنے سے حاصل ہوگی، رسول اللہ ﷺ رکوع میں "سبحان ربی العظیم" اور سجدہ میں [سبحان ربی الاعلی] کہتے تھے، اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور "سبحان ربی العظیم" تین مرتبہ کہے تو اس نے اپنا رکوع مکمل کیا، یہ ادنی درجہ ہے، (الحاوی الکبیر ص ۱۲۰ ج ۲) اور اکمل گیارہ مرتبہ ہے تین بار پڑھنا امام، مقتدی اور منفرد کے لئے سنت ہے چاہے مذکر ہو یا مؤنث۔

(وَيَزِيدُالْمُنْفَرِدُ وَكَذَا الْإِمَامُ إِنْ رَضِيَ الْمأمُوْمُوْنَ وَهُم مَحْصُوْرُوْنَ خَامِسَةً وَسَابِعَةً وَتَاسِعَةً وَحَادِيَ عَشْرٍ، اور منفرد اور اسی طرح امام اگر مقتدی راضی ہوں اور وہ محصور ہوں تو) تین مرتبہ سے زائد (پانچ مرتبہ پڑھے یا سات یا نو یا گیارہ) یہ آخری عدد ہے، مطلب یہ ہے کہ گیارہ مرتبہ سے کم پڑھنا ہو تو طاق عدد پورا کرنا افضل ہے [جفت عدد پورا کرے تو افضلیت کے خلاف ہو گا] جس طرح نماز وتر میں اقل، ادنی اور اکثر مقدار ہے اسی طرح تسبیحات میں اقل مقدار ایک بار پڑھنا ہے ادنی تین بار اور اکثر گیارہ بار (ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَمُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ) مسلم میں عصبی تک ہے اور ابن حبان میں آخر تک وہ یہ: وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ (وَمَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ قَدَمِيْ) بعض روایات میں آگے یہ بھی ہے: لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (پھر) تسبیح کے بعد (کہے اللھم لک رکعت وبک اٰمنت آخر تک۔) اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا فرمانبردار ہوا میرے کان، آنکھ، مغز، ہڈی، پٹھے) بال، کھال (اور سب کچھ) اللہ رب العٰلمین کے لئے (جھک گئے۔)

آگے، مصنفؒ ساتواں رکن بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (ثم يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَاَقَلُّهُ اَنْ يَعُوْدَ اِلَى مَا كَانَ عَلَيْهِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَيَطْمَئِنَّ وَيَجِبُ اَنْ لَايَقْصِدَ غَيْرَ الْإِعْتِدَالِ فَلَوْ رَفَعَ فَزِعًا مِنْ حَيَّةٍ وَنَحْوِهَا لَمْ يُجْزِئْهُ، پھر) رکوع کے بعد راکع (اپنا سر اٹھائے) رکوع سے (اور سر اٹھانے کی اقل) یعنی واجب (مقدار یہ ہے کہ رکوع سے پہلے جو حالت تھی اس) حالت کی (طرف لوٹ آئے) چاہے کھڑا ہو کر نماز پڑھے یا بیٹھ کر یا لیٹ کر۔

آگے مصنفؒ آٹھواں رکن بیان فرمارہے ہیں وہ یہ ہے:۔ (اور طمانینت حاصل کرے) اب صحتِ اعتدال کی شرط بیان فرمارہے ہیں وہ یہ: (اور واجب ہے) رافع یعنی رکوع سے سر اٹھانے والے پر (کہ) رکوع سے اٹھتے وقت (سوائے اعتدال کے اور کوئی قصد وارادہ نہ ہو اگر سانپ یا اس کے مانند) ہر نقصان دہ (چیز کے ڈر سے اٹھ جائے تو رافع

کے لئے) یہ اٹھنا (کافی نہ ہو گا) لہذا لازم ہو گا کہ دوسری بار رکوع میں جائے اور اعتدال کے قصد سے اٹھ جائے اس لئے کہ پہلی بار اٹھنا قصد اعتدال سے نہیں تھا بلکہ سانپ کے ڈر سے تھا لہذا اس کا اعتبار نہ کرتے ہوئے دوسری بار رکوع میں جانا اور قصد اعتدال سے اٹھنا لازم ہوا۔

(وَاَكْمَلُهُ اَنْ يَرْفَعَ يَدَيْهِ حَالَ ارْتِفَاعِهِ قَائِلاً سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اور اعتدال کے لئے اٹھنے کا اکمل طریقہ یہ ہے کہ رفع یدین رکوع سے سر اٹھانے کے وقت کرے (**سمع اللہ لمن حمدہ** کہتے ہوئے) مطلب یہ ہے کہ رفع یدین کے ساتھ **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے اور جیسا ہی رکوع سے سر اٹھانا شروع کرے رفع یدین بھی شروع کرے، اگر کوئی کہے: **من حمد اللہ سمع لہ** تو سنت حاصل ہونے کے لئے کافی ہے لیکن مشہور صیغہ سے اس طرح کہنا: **سمع اللہ لمن حمدہ** "اولی" ہے دوسرے صیغہ سے، اس لئے کہ حدیث میں اسی طرح وارد ہے۔

(سَوَاءٌ اَلْاِمَامُ وَالْمَامُوْمُ وَالْمُنْفَرِدُ فَاِذَا انْتَصَبَ قَائِمًا قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْئَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْئَ الْاَرْضِ وَمِلْاَ مَا شِئْتَ مِنْ شَئيٍ بَعْدُ وَيَزِيْدُ مَنْ قُلْنَا يَزِيْدُ فِي الرُّكُوْعِ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد) مطلب یہ ہیکہ مصلی چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد سب کے لئے مذکورہ طریقہ یکساں ہے (پھر) اس کے بعد (جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو کہے: **ربنا لک الحمد**) یا **اللھم ربنا ولک** یا **اللھم ربنا لک الحمد** (**ملا السموات وملا الارض وملا ماشئت من شئی بعد** اور زیادہ کرے جیسا کہ ہم نے رکوع میں زیادہ کرنے کے لئے کہا ہے): مطلب یہ ہیکہ رکوع میں زیادتی کی طرح اعتدال کی دعا: **ملأ السموات** الخ کے بعد اگر محصور مقتدی راضی ہوں تو یہ زیادتی کرے، (**اھل الثناء والمجد احق** آخر تک) یہ سب تسبیحات امام وغیرہ سراً پڑھے لیکن امام صرف "**سمع اللہ**

لمن حمده" کو جہراً کہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب: "سمع الله لمن حمده" کہتے تو ساتھ میں یہ بھی کہتے: ربنا لک الحمد سے لیکر منک الجد تک (الحاوی الکبیر ص ۱۲۴ ج۲)

آگے مصنفؒ نواں رکن بیان فرمارہے ہیں اور وہ یہ (ثُمَّ يَسْجُدُ پھر) اقل واکمل اعتدال کے بعد (سجدہ کرے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا (سورۂ حج آیت نمبر ۷۷) تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو۔

سجدہ کی تعریف

لغت میں سجدہ کہتے ہیں: جھکنے اور تواضع کو، بعضوں نے کہا: خضوع اور عاجزی کو، اور شرعاً کہتے ہیں: سات اعضاء کی مقدارِ واجبہ (زمین وغیرہ پر) رکھنے کو، (حاشیۂ مع اقناع ص ۱۲۵ ج۱)

تواضع اور خضوع کا معنی

الخشوع والخضوع والتواضع بمعنی واحد وفی اصطلاح اهل الحقيقة الخشوع الانقيادللحق، وقيل هوالخوف الدائم فی القلب، وقيل من علامات الخشوع ان العبد اذا غضب او خولف او رد عليه استقبل ذالک بالقبول (کتاب التعريفات ص ۱۱۰) خشوع، خضوع اور تواضع ہم معنی ہیں، اور اہل حقیقت کی اصطلاح میں خشوع کہتے ہیں حق کی تابعداری کو اور ایک قول یہ ہے کہ خشوع نام ہے قلب کے دائمی خوف کا اور ایک قول یہ ہے کہ خشوع کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندہ غصہ ہو یا اس کی مخالفت کی جائے یا اس پر رد کیا جائے تو اس کو قبول کرے (وَشُرُوْطُ اِجْزَائِهِ اَنْ يُبَاشِرَ مُصَلَّاهُ بِبَعْضِ الْجَبْهَةِ مَكْشُوْفًا، اور سجدہ کافی ہونے کی شرطیں) سات ہیں ان میں پہلی شرط (یہ ہے کہ) ساجد یعنی سجدہ کرنے والا سجدہ کے وقت (پیشانی کا کھلا بعض حصہ سجدہ کی جگہ رکھے) اس لئے کہ پیشانی رکھنے کی صورت میں سجدہ کا نام صادق آتا ہے۔ پوری پیشانی رکھنا واجب نہیں ہے، ولا يجب عليه وضع جبهته كلها وان كان الاقتصار على البعض مكروها كراهة تنزيه كما صرح به النووی فی المجموع (ص ۱۱۸ ج۱

فیض) ساجد پر پوری پیشانی رکھنا واجب نہیں ہے، اگرچہ پیشانی کے بعض حصہ پر اکتفاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ اس کی صراحت کی ہے امام نووی علیہ الرحمہ نے مجموع میں (لہذا پوری پیشانی رکھے) تاکہ مستحب کا حصول ہو، اس لئے کہ اقل مقدار سے زائد چیز مستحب ہوتی ہے۔

شارحؒ فرماتے ہیں: **لان مازادعلی الا قل کله علی وجه الندب** (فیض ص ۱۲۰ ج ۱) اس لئے کہ جو اقل سے زائد ہو وہ علی وجہ الندب ہے۔

اگر سجدہ کرے صرف پیشانی کے کنارے یا سر کے اگلے حصہ یا ناک پر تو کافی نہ ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں سجدہ کا نام صادق نہیں آتا، پیشانی کا کھلا بعض حصہ سجدہ کی جگہ رکھنا شرط ہے سجدہ صحیح ہونے کے لئے، اس کی دلیل بیہقی کی روایت ہے وہ یہ: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی زمین کی گرمی کی پیشانیوں اور ہتھیلیوں کے لئے، یعنی زمین کی گرمی سے پیشانی اور ہتھیلیاں رکھنے میں تکلیف ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری شکایت دور نہیں کی، یعنی عین پیشانی رکھنے کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی، مثلاً عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرے یا پیشانی پر زیادہ مٹی لگی ہوئی ہو اس پر سجدہ کرے، اگر پیشانی پر بال اگے تو اس صورت میں سجدہ کرنا جائز ہو گا اس لئے کہ پیشانی پر اگے ہوئے بال کو چمڑی کا حکم ہو گا، (وَيَطْمَئِنَ، اور) دوسری شرط یہ ہے کہ سجدہ میں (طمانینت حاصل کرے) مصنفؒ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ طمانینت شرط ہے صحت سجود کے لئے، نماز کا رکن نہیں ہے یہ معتمد قول کے خلاف ہے، معتمد قول یہ ہے کہ طمانینت مستقل رکن ہے اور اسی کا اعتبار ہو گا، لہذا یہ دسواں رکن ہوا، اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں بھول کرنے والے سے فرمایا: پھر سجدہ کر یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں طمانینت حاصل ہو (وَاَنْ يَنَالَ مُصَلاَّهُ ثِقَلَ رَأْسِهِ، اور) تیسری شرط (یہ ہے کہ) ساجد (سجدہ کی جگہ اپنے سر) اور گردن (کے بوجھ کو ڈالدے) اتنا بوجھ ڈالنا ضروری ہے کہ مثلاً روئی یا گھاس وغیرہ پر سجدہ کیا ہے تو وہ چیز دب

جائے اگر بالفرض اس کے نیچے اس کا ہاتھ ہو تو بوجھ کا اثر اس پر ظاہر ہو، یہ صورت ہو تو سجدہ صحیح ہوگا ورنہ صحیح نہ ہوگا، پیشانی کا زمین سے صرف چھو جانے کی صورت میں بھی صحیح نہ ہوگا دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو سجدہ کرے تو پیشانی کو جما دے، پرندہ کے دانہ چگنے کے وقت جلدی جلدی چونچ مارنے کی طرح جلدی جلدی سجدہ نہ کرے، گدیلا اور اس کے مانند چیز پر بھی سجدہ کرنے کے یہی مذکورہ احکام ہوں گے۔

(وَاَنْ تَكُوْنَ عَجِيْزَتُهُ اَعْلَى مِنْ رَأْسِهِ اور) چوتھی شرط (یہ ہے کہ سرینیں) اور ان کے آس پاس کا حصہ (سر) اور کندھوں (سے اوپر ہو) اس لئے کہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سجدہ کیا سرینیں اٹھائے ہوئے اور فرمایا کہ آپ ﷺ اسی طرح سجدہ کرتے تھے، اگر اس کے برعکس یعنی سر سرینوں سے اوپر یا برابر ہو تو سجدہ کافی نہ ہوگا کیونکہ اس کو سجدہ نہیں کہا جاتا (وَاَنْ لَايَسْجُدَ عَلَى مُتَّصِلٍ بِهٖ يَتَحَرَّكُ بِحَرَكَتِهٖ كَكُمٍّ وَعِمَامَةٍ اور) پانچویں شرط (یہ ہے کہ) ساجد (اپنی متصل چیز پر سجدہ نہ کرے کہ وہ چیز حرکت کرے ساجد کی حرکت سے جیسے آستین اور پگڑی) اس کو عمامہ بھی کہتے ہیں، آستین اور پگڑی کے مانند کپڑا جو طویل نہ ہو اس کا بھی حکم آستین اور پگڑی کی طرح ہوگا، آستین اور پگڑی پر سجدہ کرنا حرام ہے اگر اس حرمت کو جانتے ہوئے اور عمداً سجدہ کرے تو نماز باطل ہوگی اور اگر بلا عمد اور حرمت سے ناواقف ہونے کی صورت میں کرے تو نماز باطل نہ ہوگی لیکن سجدہ کا اعادہ یعنی دوبارہ کرنا واجب ہوگا، اگر آستین طویل ہو اور مصلی کی حرکت سے وہ حرکت نہ کرے تو نماز صحیح ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں آستین مصلی سے علیحدہ کپڑے کے معنی میں ہے، اگر عمامہ طویل ہو اور مصلی کی حرکت سے وہ حرکت نہ کرے تو اس کا بھی حکم یہی ہوگا۔

(وَاَنْ لَايَقْصِدَ بِهُوِيِّهٖ غَيْرَ السُّجُوْدِ اور) چھٹی شرط (یہ ہے کہ سجدہ کے لئے جھکتے وقت کسی چیز کا قصد نہ ہو سوائے سجدہ کے) مطلب یہ ہے کہ سجدہ کی نیت سے جھکنا ضروری

ہے، (وَاَنْ يَضَعَ جُزْءً مِنْ رُكْبَتَيْهِ وَبُطُوْنِ اَصَابِعِ رِجْلَيْهِ وَكَفَّيْهِ عَلَى الْاَرْضِ، اور) ساتویں شرط (یہ ہے کہ ہر ایک گھٹنہ کا اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا اندرونی اور دونوں ہتھیلیوں کا بعض حصہ زمین پر رکھے) آپ ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا: پیشانی، دونوں ہاتھ مراد ہتھیلیاں دونوں گھٹنے اور اطراف قدمین (مراد انگلیوں کا اندرونی حصہ) ناک پر سجدہ کرنا واجب نہیں ہے، مستحب ہے، اگر ساجد یہ مذکورہ صحت سجدہ کی سات شرطوں میں سے کسی شرط کو چھوڑدے عمداً اور حرمت (یعنی مذکورہ سات اعضاء میں سے کسی عضوء کو زمین پر نہ رکھنا حرام ہے اس حرمت) سے واقف ہوتے ہوئے تو نماز باطل ہوگی اور اگر بھولے سے یا حرمت سے ناواقف ہوتے ہوئے چھوڑے تو نماز باطل نہ ہوگی البتہ سجدہ کافی نہ ہونے کی بناء پر دوبارہ کرنا واجب ہوگا (وَلَوْ تَعَذَّرَ التَّنْكِيْسُ لَمْ يَجِبْ وَضْعُ وِسَادَةٍ لِيَضَعَ الْجَبْهَةَ عَلَيْهَا بَلْ يَخْفِضُ الْقَدْرَ الْمُمْكِنَ اور اگر) ساجد پر (تنکیس دشوار ہو تو تکیہ) یا اس کے مانند چیز (رکھنا تاکہ اس پر پیشانی رکھے واجب نہیں ہے بلکہ جتنا ممکن ہو اتنا جھکے) اور یہ واجب ہے، **تنکیس** کہتے ہیں: پیشانی زمین پر لگانے کو، اب مصنفؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بعض پیشانی زمین پر رکھنے سے عاجز ہو تو زمین پر تکیہ یا اس کے مانند چیز رکھنا تاکہ اس پر پیشانی رکھے واجب نہیں ہے لیکن یہ اس صورت میں واجب نہیں ہے جبکہ تکیہ رکھنے سے سجدہ کی مطلوبہ ہیئت حاصل نہ ہو اگر ہو تو رکھنا واجب ہے۔

حاملہ عورت کے لئے سجدہ کرنا ممکن نہ ہو سوائے تکیہ رکھنے کے تب بھی رکھنا لازم نہیں ہے بلکہ جس قدر ممکن ہو جھکنا واجب ہوگا، **وهذا بخلاف مالو صلى فى سفينة مثلاً من غير تنكيس لعدم التمكن منه لميلانها صلى على حسب حاله واعاد لانه عذر نادر** (فیض ص ۱۱۹ ج ۱) اس کے برخلاف اگر کشتی میں بغیر تنکیس نماز پڑھے قدرت نہ ہونے کی وجہ سے، کشتی کے ہلنے کے سبب تو حسب حال نماز پڑھ لے اور اعادہ کرے کیونکہ یہ عذر نادر ہے (وَلَوْ عَصَبَ جَبْهَتَهُ لِجِرَاحَةٍ عَمَّتْهَا وَشَقَّ اِزَالَتُهَا سَجَدَ

عَلَيْهَا بِلَااِعَادَةٍ اور اگر ساجد کی پوری پیشانی پر پٹی بندھی ہو زخم کی وجہ سے اور اس کو نکالنا مشقت) کا باعث (ہو تو اس پر سجدہ کرے اعادہ کے بغیر) مطلب یہ ہیکہ اس صورت میں پڑھی ہوئی نماز کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ یہ عذر نادر نہیں ہے۔

مشقت کی تعریف

مشقت کہتے ہیں: جو عادۃً برداشت نہ ہو، **مشقة لا تحمل عادة** (انوار المسالک ص ۵۳)
مشقت کا معنی ہے: سختی، دشواری (اور تکلیف) (بیان اللسان ص ۷٦٤)
(**هَذَا اَقَلُّهُ**، یہ) یعنی مذکورہ بالا شرطیں (سجدہ کی اقل مقدار ہے، **وَاَكْمَلُهُ اَنْ يُكَبِّرَ وَيَضَعَ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ جَبْهَتَهُ وَاَنْفَهُ دَفْعَةً** اور اکمل) یعنی سابقہ اقل مقدار سے زائد (یہ ہے کہ) مصلی (تکبیر کہے) سجدہ کے لئے جھکنے کے ارادہ کے وقت، یہ مستحب ہے نہ کہ واجب اس لئے کہ جو اقل سے زائد ہو وہ مندوب ہوتا ہے، **لان ما زاد على الاقل كله على وجه الندب** (فیض ص ۱۲۰ ج ۱) (اور) سب سے پہلے (اپنے دونوں گھٹنے رکھیں) زمین پر (پھر) گھٹنوں کے بعد (دونوں ہتھیلیاں) رکھیں (پھر) ہتھیلیوں کے بعد (پیشانی اور ناک ایک ساتھ رکھے) مطلب یہ ہیکہ پیشانی اور ناک رکھنے میں ترتیب نہیں ہے۔ **ثم جبهته وانفه** (منهاج)، **الاتباع فى ضم الانف الى الجبهة رواه ابو داود** (شرح محلى فى حاشيۂ قليوبى وعميره) (**قوله وانفه**) **افاد بالواو ندب وضعهما معا** (حاشيۂ قليوبى ص ١٦١ ج ١) پھر پیشانی اور ناک (رکھے) پیشانی رکھنے کے ساتھ ناک رکھنا اتباع حدیث کی وجہ سے ہے اس کو روایت کیا ہے ابو داود نے، صاحب منہاج کا قول: "وانفہ" میں "واو" دونوں کو ایک ساتھ رکھنے کی استحبابیت کا فائدہ دے رہا ہے، ناک کھلی رکھنا سنت ہے اور پوشیدہ مکروہ، اعضاء رکھنے میں مذکورہ ترتیب مطلوب ہے اس کے خلاف ہو تو مکروہ ہے، یہ قول اول ہے لیکن صاحب قلیوبی فرماتے ہیں: مخالفت مکروہ ہے یا خلافِ اولی، یہ قول دوم ہے خلاف اولی والا قول ارجح ہے، کیونکہ امر ندب کے ترک سے خلاف اولی ہوتا ہے اور کراہت ہوتی ہے جبکہ منہی کا ارتکاب کیا جائے، (شرح جمع الجوامع ص ۸۱ ج ۱)۔

(وَيَضَعَ يَدَيْهِ حذْوَ مَنْكِبَيْهِ مَنْشُوْرَةَ الْاَصَابِعِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ مَضْمُوْمَةً مَكْشُوْفَةً وَيُفَرِّقَ رُكْبَتَيْهِ وَقَدَمَيْهِ قَدْرَشِبْرٍ، وَيَرْفَعَ الرَّجُلُ بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَذِرَاعَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَتَضُمَّ الْمَرْأَةُ وَيَقُوْلَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَ بِحَمْدِهٖ ثَلَاثًا، اور) سنت ہے کہ (دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل رکھے) اس لئے کہ حدیث سے اس طرح ثابت ہے (انگلیاں کھلی رکھے اس طرح کہ رخ قبلہ کی طرف ہو ملی ہوئی ہوں) جدا نہ ہوں (کھلی ہوں) مستور نہ ہوں (اور) سنت ہے کہ (دونوں گھٹنوں اور قدموں کے درمیان ایک بالشت کی مقدار فاصلہ رکھا جائے) پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے ہوئے اگر مصلی مرد ہو تو، عورت ہو تو دونوں گھٹنوں کو سجدہ کے وقت ملائے (اور) مستحب ہے کہ (مرد پیٹ کو دونوں رانوں سے اور کہنیوں کو دونوں بازوں سے علیحدہ رکھے اور عورت ملائے) ضم " ملانا" عورت کے لئے استر ہے اور علیحدہ رکھنا مرد کے لئے نشاط کا باعث ہے اور سستی کی ہیئت سے دوری کا سبب ہے یہ حکم رکوع اور سجدہ دونوں میں ہے (اور) مصلی بحالت سجدہ (تین بار کہے سبحان ربی الاعلی و بحمدہ)

سجدہ کی تسبیح میں لفظ اعلی اور رکوع کی تسبیح میں لفظِ عظیم مشروع ہونے کی وجہ

اعلی عظیم سے ابلغ ہے لہذا اس کو سجدہ میں مشروع کیا گیا اور لفظِ عظیم رکوع میں اس لئے کہ سجدہ رکوع سے اشرف ہے اور تواضع اور خضوع میں ابلغ ہے، (وَيَزِيْدَ فِي السُّجُوْدِ مَنْ قُلْنَا يَزِيْدُ فِي الرُّكُوْعِ تَسْبِيْحًا كَمَا سَبَقَ فِي الرُّكُوْعِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ وَاِنْ دَعَا فَحَسَنٌ، اور سجدہ میں زیادہ کرے وہ لوگ جن کے متعلق ہم نے رکوع میں زیادہ تسبیح کرنے کے لئے کہا ہے جیسا کہ گذر گیا رکوع میں) مطلب یہ ہیکہ رکوع کی طرح منفرد اور اگر محصور مقتدی راضی ہوں تو امام بھی پانچ یا سات یا نو یا گیارہ مرتبہ تسبیح پڑھے (پھر) تسبیحات کے بعد (کہے اللھم لک سجدت وبک

آمنت الخ اور) اس کے بعد ساجد (اگر دعا) بھی (کرے تو اچھا ہے) اس لئے کہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ سجدہ کی حالت میں قریب رہتا ہے لہذا تم (اس وقت) خوب دعا کرو، دعا چاہے آخرت سے متعلق ہو یا دنیا سے، مصنفؒ نے لفظِ حسن ذکر فرمایا ہے لیکن صاحبِ روضۃ کی عبارت میں لفظ "افضل" ہے وہ یہ والافضل ان یقول بعدہ: اللھم لک الخ (ص ۲۵۸ ج ۱) لہذا یہاں لفظِ "حسن" افضل کے معنی میں ہوگا۔

بغیر سبب کے سجدہ یا رکوع

سبب کے بغیر سجدہ یا رکوع کے ذریعہ تقرب (یعنی اللہ سے قرب حاصل کرنا) حرام ہے چاہے نماز کے بعد کرے یا کسی اور وقت (مطلب یہ ہیکہ سببِ سجدۂ تلاوت وشکر کے بغیر جب بھی کرے حرام ہے)۔

پیر کے سامنے سجدہ کرنا ہر حال میں حرام ہے قبلہ رُو ہو یا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کی نیت ہو یا نہ ہو بلکہ بعض صورتوں میں تو کفر ہو جاتا ہے، **عافانا اللہ تعالیٰ** (روضۃ ص ۳۲٦ ج ۱) **لو خضع انسان للہ تعالیٰ فتقرب بسجدۃ من غیر سبب، فالاصح: انہ حرام، کالتقرب برکوع مفرد ونحوہ، وصححہ امام الحرمین والغزالی وغیرھما وقطع بہ الشیخ ابو محمد۔ ولیس من ھذا ما یفعلہ کثیرون من الجھلۃ الضالین، من السجود بین یدی المشایخ، فان ذلک حرام قطعا بکل حال، سواء کان الی القبلۃ، او غیرھا وسواء قصد السجود للہ تعالیٰ او غفل وفی بعض صورہ ما یقتضی الکفر، عافانا اللہ تعالیٰ، واللہ اعلم،** (ایضا)

(ثم یَرْفَعُ رَأْسَهُ، پھر) ان تمام امور کے بعد سجدہ سے (اپنا سر اٹھائے) تا کہ دو سجدوں کے درمیان فرق کرنے والے رکن میں پہنچے اور وہ یہ ہے: (**وَيَجِبُ الْجُلُوْسُ مُطْمَئِنًّا وَاَنْ لَا يَقْصِدَ بِرَفْعِهِ غَيْرَهُ**، اور واجب ہے بیٹھنا) دو سجدوں کے درمیان، مصنفؒ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رکن مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ بیٹھنا

(طمانینت کی حالت میں) ہو (اور) دوسری شرط (یہ کہ: سجدہ سے اٹھتے وقت قصد نہ ہو سوائے جلوس بین السجدتین کے) مطلب یہ ہے کہ بیٹھنے کی نیت سے سجدہ سے اٹھنا ضروری ہے، وجوب جلوس کے لئے طمانینت کو شرط قرار دینا قولِ معتمد کے خلاف ہے اور معتمد قول یہ ہے کہ طمانینت مستقل رکن ہے لہذا گیارھواں رکن "الجلوس" اور بارہواں رکن اس میں طمانینت شمار ہوگا، اگر بچھو وغیرہ کے خوف سے سر اٹھائے نہ کہ بیٹھنے کے قصد سے تو یہ جلوس (بیٹھنا) شمار نہ ہوگا اگرچہ طمانینت حاصل ہوا ہو بلکہ دوبارہ سجدہ میں جانا واجب ہوگا تاکہ جلوس کی نیت سے سر اٹھائے لیکن دوسری بار سجدہ میں طمانینت حاصل نہ کرے اگر کرے تو نماز صحیح نہ ہوگی سجدہ کی زیادتی ہونے کی بناء پر [کیونکہ زیادتی نماز کو باطل کرتی ہے]۔

(وَاَكْمَلُهُ اَنْ يُكَبِّرَ وَيَجْلِسَ مُفْتَرِشًا يَفْرِشُ يُسْرَاهُ وَيَجْلِسُ عَلَيْهَا وَيَنْصِبُ يُمْنَاهُ وَيَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ بِقُرْبِ رُكْبَتَيْهِ مَنْشُوْرَةً مَضْمُوْمَةَ الْاَصَابِعِ وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ، اور جلوس بین السجدتین) یعنی دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے (کا اکمل طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہے) اور سر تکبیر کہتے ہوئے اٹھائے (اور) مستحب ہے کہ (افتراش کی حالت میں بیٹھے)

آگے مصنفؒ افتراش کی کیفیت کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ کہ جالس: (بایاں پاؤں بچھائے اور اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے) اس طرح کہ اس کا اندرونی حصہ زمین سے ملا ہوا ہو اور ایڑی بلند ہو، آپ ﷺ نے جب سجدہ سے سر اٹھایا تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ گئے یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ لوٹ گیا، (الحاوی الکبیر ص ١٣٠ ج ٢)

(اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر گھٹنوں سے قریب رکھے) ہاتھوں کو رانوں پر اور گھٹنوں سے قریب رکھنا سنت ہے، ہاتھوں کی (انگلیاں کھلی ہوں) بند نہ ہوں (ملی ہوئی ہوں) جدا نہ ہوں (اور) سنت ہے کہ (کہے: **اللھم اغفر لی الخ**،

اے اللہ مجھے معاف فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت عطا فرما، مجھے غنی کر دے، ہدایت اور رزق دے) بعض دعا کو ابوداود نے اور باقی دعا کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے، دوسری روایتوں کے اعتبار سے اس دعا کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے لہذا جس طرح سے بھی پڑھے کوئی حرج نہیں۔

(وَالْاِقْعَاءُ ضَرْبَانِ اَحَدُهُمَا اَنْ يَضَعَ اَلْيَتَيْهِ عَلَى عَقِبَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَاَطْرَافَ اَصَابِعِهِ بِالْاَرْضِ وَهُوَ مَنْدُوْبٌ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ لٰكِنْ اَلْاِفْتِرَاشُ اَفْضَلُ اَلثَّانِي اَنْ يَضَعَ اَلْيَتَيْهِ وَيَدَيْهِ بِالْاَرْضِ وَيَنْصِبَ سَاقَيْهِ وَهٰذَا مَكْرُوْهٌ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَةً اُخْرٰى مِثْلَ الْاُوْلٰى ثم يَرْفَعُ رَاْسَهُ مُكَبِّرًا وَيُسَنُّ اَنْ يَجْلِسَ مُفْتَرِشًا جِلْسَةً لَطِيْفَةً لِلْاِسْتِرَاحَةِ عَقِيْبَ كُلِّ رَكْعَةٍ لَا يَعْقُبُهَا تَشَهُّد۔ اور اقعاء کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ: اپنی دونوں سرینوں کو دونوں ایڑیوں پر رکھے)، بین السجدتین یا تشہد اول یا اخیر کے لئے بیٹھتے وقت (اور گھٹنوں اور انگلیوں کے کناروں کو زمین پر رکھے اس طرح دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا مستحب ہے) اس لئے کہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ اقعاء سنت ہے (لیکن افتراش افضل ہے) مشہور ہونے کی بناء پر، اقعاء کی (دوسری قسم یہ ہے کہ دونوں سرینوں اور ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور پنڈلیاں کھڑی رکھے یہ ہر نماز میں مکروہ ہے) مطلب یہ ہیکہ چار رکعت والی نماز ہو یا تین یا دو رکعت والی، اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے (پھر) جلوس کے بعد (پہلے سجدہ کی طرح دوسرا سجدہ کرے) یہ تیرھواں رکن ہے اور اس میں طمانینت چودھواں رکن ہے (پھر) دوسرے سجدہ کے بعد ساجد سجدہ سے (اپنا سر اٹھائے) دوسری رکعت کے قیام کے لئے (تکبیر کہتے ہوئے) اور جس وقت سجدہ سے اٹھنے کی ابتداء کرے اس وقت سے تکبیر شروع کرے اور قیام میں پہنچنے تک طویل کرے (اور سنت ہے کہ) دوسرے سجدہ سے اٹھنے کے بعد کھڑا ہونے سے پہلے (افتراش کی حالت میں ذراسی دیر) یعنی دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار (آرام کے لئے

بیٹھے ہر اس رکعت کے بعد جس کے بعد تشہد نہیں ہوتا) اس بیٹھنے کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں اور یہ چار رکعت والی نماز ہو تو دوسری اور چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے اور دو رکعت والی نماز ہو تو دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ جب اخیری (یعنی دوسرے) سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے پھر زمین کا سہارا لے کر کھڑے ہو جاتے، (الحاوی الکبیر ص ۱۳۱ ج ۲) اور حضرت ابو حمیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنا قدم مبارک موڑ کر اس پر بیٹھ گئے یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ لوٹ گیا پھر کھڑے ہوئے۔

(ثُمَّ يَنْهَضُ مُعْتَمِدًا عَلَى يَدَيْهِ وَيَمُدُّ التُّكْبِيْرَاِلَى اَنْ يَقُوْمَ وَاِنْ تَرَكَهَا الْاِمَامُ جَلَسَهَا الْمَأْمُوْمُ وَلَاتُشْرَعُ لِرَفْعٍ مِنْ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ ثم يُصَلِّي الركعةَ الثَّانِيَةَ كَالْاُوْلٰى اِلَّا فِي النِّيَّةِ وَالْاِحْرَامِ وَالْاِسْتِفْتَاحِ فَاِنْ زَادَتْ صَلَاتهُ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ جَلَسَ بَعْدَهُمَا مُفْتَرِشًا، پھر) اس کے بعد (دونوں ہاتھوں) یعنی ہتھیلیوں (کو زمین پر ٹیک کر کھڑا ہو جائے) اس وقت ہتھیلیاں کھلی ہوں نہ کہ بند (اور تکبیر کو طویل کرے یہاں تک کہ کھڑا ہو جائے اگر امام جلسۂ استراحت کو چھوڑے) عذر یا اس کے علاوہ کی وجہ سے (تو مقتدی اس کے لئے بیٹھے) مطلب یہ ہیکہ نہ چھوڑے، یہ مقتدی کے لئے سنت ہے، اس کے لئے امام سے پیچھے رہنا نقصان دہ نہ ہو گا اس لئے کہ یہ مخالفت تھوڑی سی ہے (اور جلسۂ استراحت سجدۂ تلاوت سے اٹھتے وقت مطلوب نہیں ہے) [کیونکہ اس وقت اس کا محل نہیں ہے] (پھر پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھے) مطلب یہ ہیکہ جو ارکان وشروط اور مندوبات پہلی رکعت میں مطلوب ہیں اسی طرح دوسری رکعت میں بھی وہ سب مطلوب ہیں لیکن آگے مصنفؒ اس عموم سے تین چیزوں کا استثناء کر رہے ہیں ان میں سے ایک یہ: (مگر نیت) مطلب یہ ہیکہ پہلی رکعت کی طرح یہ دوسری رکعت میں نہیں ہے اگر لے آئے تو نیت [مطلب یہ ہیکہ نماز] باطل ہو گی اس لئے کہ نیت کا حکم تمام رکعتوں پر محیط ہے لہذا ہر رکعت میں نیت کی ضرورت نہیں

رہتی، مستثنیات میں سے دوسری چیز یہ ہے: (اور تکبیر تحریمہ) مطلب یہ ہیکہ پہلی رکعت کی طرح یہ دوسری میں نہیں ہے اگر دوسری رکعت میں تکبیر تحریمہ کہے دوسری نماز کو از سر نو پڑھنے کے قصد سے تو پہلی نماز باطل ہوگی، مستثنیات میں سے تیسری چیز یہ ہے: (اور دعاء استفتاح) مطلب یہ ہیکہ پہلی کی طرح یہ دوسری میں نہیں ہے [کیونکہ اس کا محل پہلی میں ہے]۔

(اگر مصلی کی نماز دو رکعتوں سے زائد ہو) جیسے نماز ظہر اور جو اس کے بعد ہے، اسی طرح نفل اگر متعینہ عدد کی نیت کرے مثلاً چار (تو دو) رکعتوں (کے بعد افتراش کی حالت میں بیٹھے) حضرت ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلی دو رکعتوں میں بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے (وَتَشَهَّدَ، اور) اس کے بعد (تشہد) یعنی تحیات (پڑھے)

تحیات کو تشہد کہنے کی وجہ

تحیات کو کلماتِ شہادت پر مشتمل ہونے کی بناء پر تشہد کہتے ہیں۔

اعتراض اور جواب

اعتراض: مکمل تحیات کلماتِ شہادت پر مشتمل نہیں ہے پھر مکمل تحیات کو تشہد کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: تغلیباً: یعنی اقل کو اس کے شرف کے سبب اکثر پر غلبہ دیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جزء کا نام کل کو دیا گیا ہے جیسا کہ رقبہ (گردن) بول کر غلام (کل) مراد لیا جاتا ہے،

(وَصَلَّى عَلَى النبِّيِ وَحْدَهُ دُوْنَ آلِهِ ثم يَقُوْمُ مُكَبِّرًا مُعْتَمِدًا عَلَى يَدَيْهِ فِاِذَا قَامَ رَفَعَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَيُصَلِّيْ مَا بَقِى كَالثَّانِيَةِ اِلاَّ فِى الْجَهْرِ وَالسَّوْرَةِ، اور) تشہد کے بعد (صرف نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے نہ کہ آپ ﷺ کے آل پر) مطلب یہ ہیکہ تشہد اول میں آل پر درود مطلوب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اس لئے کہ یہ تخفیف پر مبنی ہے (پھر) تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کے لئے (دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر تکبیر کہتا ہوا

کھڑا ہو جائے) اس لئے کہ آپ ﷺ برابر بیٹھ جاتے پھر دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر کھڑے ہو جاتے، تکبیر کو کھڑا ہونے تک طویل کرے (پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل اٹھائے) جیسا کہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت کیا جاتا ہے، امام نووی علیہ الرحمہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ درست ہے بخاری وغیرہ میں احادیث صحیحہ وارد ہونے کی بناء پر (اور جو) رکعات میں سے (باقی ہے اس کو دوسری رکعت کی طرح پڑھے) مطلب یہ ہیکہ جو ارکان وشروط اور مندوبات دوسری میں مطلوب ہیں اسی طرح باقی رکعتوں میں بھی وہ سب مطلوب ہیں لیکن مصنفؒ اس عموم سے آگے دو چیزوں کا استثناء کر رہے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے (مگر جہر میں) مطلب یہ ہیکہ نماز جہری ہو تو جس طرح دوسری میں قراءت جہرا ہوتی ہے اس طرح بقیہ میں جہرا نہ ہو گی اس لئے کہ وہ سر کا محل ہے نہ کہ جہر کا، مستثنیات میں سے دوسری چیز یہ ہے: (اور سورت میں) مطلب یہ ہیکہ جس طرح دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھی جاتی ہے اس طرح بقیہ میں نہیں پڑھی جائے گی اس لئے کہ وہ اس کا محل نہیں ہے بلکہ اس کا محل پہلی دو رکعتوں میں ہے، لیکن اگر کوئی ہر رکعت میں سورت پڑھے تو مکروہ نہ ہو گا اس لئے کہ یہ بھی ذکر ہے اور ہر رکعت اس کا محل ہے اگر چہ یہ استحباب کے درجہ میں مطلوب نہیں ہے۔

(وَيَجْلِسُ فِيْ آخِرِ صَلاَتِهِ لِلتَّشَهُّدِ مُتَوَرِّ كًا يَفْرِ شُ يُسْرَاهُ يَنْصِبُ يُمْنَاهُ وَيُخْرِ جُهَامِنْ تَحْتِهِ وَيُفْضِيْ بِوَرِ كِهِ اِلَى الْاَرْضِ، اور) جب رکعات سے فارغ ہو جائے تو (نماز کے آخر میں) جالس (تشہد کے لئے تورک کی حالت میں بیٹھے اس طرح کہ بائیں پاؤں کو بچھائے اور دائیں کو کھڑا رکھے اور) بچھائے ہوئے (بائیں پاؤں کو دائیں کے نیچے سے باہر نکالے اور بائیں سرین کو زمین سے لگا دے) اس لئے کہ آپ ﷺ جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو باہر نکالتے اور دائیں کو کھڑا رکھتے اور مقعد پر بیٹھتے۔

آخری قعدہ میں تشہد کا پڑھنا رکن ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سلام نہ پھیروں یہاں تک کہ کہو: **التحیات المبارکات** آخر تک، یہ پندرھواں رکن ہوا اور اس کے لئے بیٹھنا بھی رکن ہے قیاس کرتے ہوئے قیام پر اس لئے کہ قیام اور تشہد اخیر کے لئے بیٹھنا دونوں محل ہے ذکرِ واجب کا [مطلب یہ ہیکہ جب تک قیام نہ کرے اور تشہد اخیر کے لئے نہ بیٹھے اس وقت تک دونوں کے ذکر واجب کی ادائیگی نہیں ہوسکتی لہذا جس طرح قیام کے ذکر واجب کے لئے فرض میں قیام رکن ہوا اسی طرح تشہد اخیر کے ذکر واجب کے لئے اس میں بیٹھنا بھی رکن ہوا] [یہ سولہواں رکن ہوا۔]

تشہد کی فرضیت

وفرض فی السنة الثانیة من الهجرة (فیض ص ۱۲۵ ج ۱) تشہد کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی۔

حکمتیں

چار رکعت والی نماز کے دونوں قعدوں میں الگ الگ یعنی پہلے قعدہ میں مفترش اور آخری قعدہ میں متورک بیٹھنے کی پہلی حکمت یہ ہے کہ: مسبوق کو افتراش سے یہ علم ہوتا ہے کہ نماز ختم نہیں ہوئی، جاری ہے اور تورک سے یہ علم ہوتا ہے کہ نماز ختم ہونے پر ہے۔

دوسری حکمت: یہ ہے کہ افتراش کے بعد قیام ہوتا ہے اور مفترش بیٹھنے سے قیام کے لئے سہولت اور آسانی ہوتی ہے اس کے بر خلاف تورک کے بعد قیام نہیں ہوتا اور یہ دعا کے سبب طویل ہوتا ہے اور متورک بیٹھنا دعا کے لئے مددگار اور آسانی کا باعث ہوتا ہے۔

تیسری حکمت: یہ ہے کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک تورک مطلقا سنت ہے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک افتراش مطلقا سنت ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے توسط کو اختیار کیا ہے چونکہ امور میں بہتر امر وہ ہے جو متوسط (درمیانی) ہو،

افتراش کو افتراش کیوں کہتے ہیں؟

اس حالت میں پاؤں فرش کی طرح بچھایا جاتا ہے اس لئے اس کو افتراش کہتے ہیں،

تورک کو تورک کیوں کہتے ہیں؟

اس حالت میں ورک (سرین) پر بیٹھا جاتا ہے اس لئے اس کو تورک کہتے ہیں۔

(وَكَيفَ قَعَدَ هُنَا وَفِيمَا تَقَدَّمَ جَازَ. آخری قعدہ میں اور اس) قعدہ (میں جو گذر گیا) یعنی پہلے قعدہ میں، جلوس بین السجدتین اور جلسۂ استراحت میں (جس طرح سے بھی بیٹھے) بلا کراہت (جائز ہے) [کیونکہ مفترش اور متورک بیٹھنا واجب کے درجہ میں نہیں ہے] مگر اس سے اقعاء کی دوسری قسم جو مکروہ ہے مستثنی ہے [اس کو ما قبل میں ملاحظہ فرمائیں]

(وَهَيْئَةُ الْإِفْتِرَاشِ وَالتَّوَرُّكِ سُنَّة، اور افتراش اور تورک کی ہیئت) یعنی اس طریقہ پر بیٹھنا (سنت ہے) تفصیل ما قبل میں ملاحظہ فرمائیں (وَيَفْتَرِشُ الْمَسْبُوقُ فِيْ اٰخِرِ صَلَاةِ الْإِمَامِ، اور مسبوق امام کی نماز کے آخر میں افتراش کرے) نہ کہ امام کی اتباع میں تورک کرے اس لئے کہ مسبوق کے اعتبار سے یہ قعدہ آخری نہیں ہے اور متورک بیٹھنا آخری قعدہ میں ہے وجہ یہ ہے کہ: مسبوق کو افتراش سے قیام میں جانا زیادہ آسان ہے۔

(وَيَتَوَرَّكُ اٰخِرَ صَلَاةِ نَفْسِهِ وَكَذَا يَفْتَرِشُ هُنَا مَنْ عَلَيْهِ سُجُوْدُ سَهْوٍ، اور) مسبوق (خود اپنی نماز کے آخر میں متورک بیٹھے گا) [اس لئے کہ مسبوق کے اعتبار سے یہ آخری قعدہ ہے اور آخری قعدہ تورک کا محل ہے] (اور اسی طرح) یعنی جس طرح مسبوق امام کی نماز کے آخر میں مفترش بیٹھے گا اسی طرح (وہ مصلی جس پر سجدۂ سہو ہو وہ آخری قعدہ میں مفترش بیٹھے گا) اس لئے کہ افتراش سے سجدہ میں جانا زیادہ آسان ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ سجدۂ سہو کرنے کا ارادہ ہو اگر ارادہ نہ ہو [چونکہ سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں ہے] تو متورک بیٹھے گا لیکن متورک بیٹھنے کی صورت میں اگر سجدہ کا ارادہ ہو

جائے تو پھر مفترش بیٹھے گا اس لئے کہ اسے سجدہ کرنا ہے، اور افتراش سے سجدہ میں جانا زیادہ آسان ہے یہی وجہ ہے کہ سجدہ کا ارادہ نہ کرنے کی صورت میں متورک بیٹھنا ہے (وَاِذَا سَجَدَ تَوَرَّکَ وَسَلَّمَ، اور جب) ساہی یعنی بھول کرنے والا (سجدۂ سہو کرے تو متورک بیٹھے اور سلام پھیرے) بغیر تشہد پڑھے [کیونکہ تشہد کا جو محل متورک بیٹھنے سے پہلے ہے اس محل میں وہ تشہد اور درود پڑھ چکا ہے لہذا متورک بیٹھنے کے بعد نہ اس کا محل ہے اور نہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے] (وَیَضَعُ فِی التَّشَهُّدَیْنِ یُسْرَاهُ عَلٰی فَخِذِهٖ عِنْدَ طَرَفِ رُكْبَتِهٖ مَبْسُوْطَةً مَضْمُوْمَةً وَيَقْبِضُ يُمْنَاهُ وَيُرْسِلُ الْمُسَبِّحَةَ، اور) جالس (دونوں تشہد میں اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر گھٹنہ کے کنارے سے قریب رکھے اس طرح کہ انگلیاں) قبلہ رُو (پھیلی ہوئی ہوں اور ملی ہوئی ہوں) یہی قول اصح ہے (قلت الاصح الضم واللہ اعلم) لیتوجه جمیعها الی القبلة (منهاج مع شرح محلی ص ١٦٤ ج ١) امام نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا: اصح قول کے مطابق ملانا ہے، (واللہ اعلم) تاکہ تمام انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو (اور) جالس (اپنے دائیں ہاتھ کو بند رکھے اور شہادت کی انگلی کھلی رکھے) مطلب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں بند رکھے اور شہادت کی انگلی کھلی رکھے۔

مسبحہ کہتے ہیں: اس انگلی کو جو انگوٹھے سے قریب ہے یعنی شہادت کی انگلی۔

شہادت کی انگلی کو مسبحہ کہنے کی وجہ

یہ وجہ ہے کہ اس سے توحید اور پاکی کا اشارہ کیا جاتا ہے۔

شہادت کی انگلی کو سبابہ کہنے کی وجہ

یہ وجہ ہے کہ اس سے جھگڑے کے وقت گالی گلوج کا اشارہ کیا جاتا ہے۔

(وَيَضَعُ اِبْهَامَهٗ عَلٰی حَرْفِهَا اور انگوٹھے کو مسبحہ کے کنارے پر رکھے) مطلب یہ ہیکہ شہادت کی انگلی کے کنارے پر ابہام [انگوٹھا] رکھے، یہ افضل صورت ہے جیسا کہ اقناع میں ہے: والافضل قبض الابهام بجنبها بان یضعها علی طرف راحته للاتباع فلو ارسلها معها او قبضها

فوق الوسطی او حلق بینھما او وضع انملۃ الوسطی بین عقدتی الابھام اتی بالسنۃ لکن ماذکر افضل (ص ۱۳۳ ج ۱) اور افضل یہ ہے کہ ابہام کو بند کرے مسبحہ سے متصل ہتھیلی کے کنارے پر، اتباع کی وجہ سے، اگر مسبحہ کے ساتھ کھلا رکھے یا ابھام کو بند کرے وسطی پر یا ابہام اور وسطی کا حلقہ بنائے یا وسطی کا انملہ [پورا] ابہام کے گرہ پر رکھے تو سنت ادا ہو جائے گی لیکن ذکر کی ہوئی صورت افضل ہے۔

(وَیَرْفَعُ الْمُسَبِّحَۃَ مُشِیْرًا بِھَا عِنْدَ قَوْلِہٖ اِلاَّ اللّٰہُ اور) متشہد یعنی تشہد پڑھنے والا (شہادت کی انگلی اٹھائے اشارہ کرتے ہوئے) تشہد میں (اِلاَّ اللّٰہ کہنے کے وقت) یعنی الا اللہ کہنے کے ساتھ اگر قادر ہو ورنہ الا اللہ کہنے کے وقت اٹھائے [قولہ عند قولہ] ای معہ ان قدر و الا فوقتہ کما یرفع العاجز عن القنوت یدیہ فی الوقوف لہ (حاشیۂ قلیوبی ص ۱۶۴ ج ۱) [قولہ عند قولہ] یعنی مسبحہ کو اٹھائے الا اللہ پڑھتے وقت یعنی پڑھنے اور مسبحہ اٹھانے کا وقت ایک ہو، اور جو آدمی تشہد پڑھنے پر قادر نہ ہو وہ الا اللہ کے وقت میں اٹھائے جیسے قنوت پڑھنے سے عاجز آدمی قنوت پڑھتا نہیں لیکن قنوت کے وقوف میں ہاتھ اٹھاتا ہے۔ روایت عبد اللہ ابن عمر کی بناء پر کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دائیں ہتھیلی دائیں ران پر رکھی اور انگلیاں بند رکھیں اور ابہام سے متصل [مراد شہادت کی] انگلی سے اشارہ کیا اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھی (الحاوی الکبیر ص ۱۳۳ ج ۲) انگلی اٹھائے اشارہ کرتے ہوئے مطلب یہ ہیکہ انگلی اٹھانے کا انداز گواہی کا ہو وہ یہ کہ: اللہ ایک ہے۔

حکمت

انگلی اٹھانے کی حکمت یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کا کہ معبود ایک ہے (حاشیۂ عمیرہ ص ۱۶۴ ج ۱) انگلی اٹھانے کے بعد اسی طرح رکھے قیام میں جانے یا سلام پھیرنے تک (حاشیۂ قلیوبی ص ۱۹۴ ج ۱) اور تشہد میں جب الا اللّٰہ پر پہنچے تو الا اللّٰہ کے ہمزہ سے ہی قصد کرے کہ اللہ ایک ہے، مذکورہ مسئلہ میں شہادت کی انگلی اٹھانے سے مراد

اس کا اٹھانا ہے بالائی حصہ کو مائل [جھکا] کر کے [ويرفعها عند قوله الا الله] للاتباع رواه مسلم [قوله ويرفعها] اى ممالة الرأس ان قدر على رفعها والا فلايرفع سبابة اليسرى عنها بل يكره لان هيئتها عدم الرفع فلا تغير (منهاج مع شرح محلى وحاشيۂ قليوبى ص ١٦٤ ج ١) اور شہادت کی انگلی الا اللہ کہنے کے وقت اٹھائے، حدیث کی اتباع میں جس کو روایت کیا ہے مسلم نے، صاحب منہاج کا قول ويرفعها: شہادت کی انگلی کو اٹھائے یعنی اس کے بالائی حصہ کو مائل کر کے اگر اٹھانے پر قادر ہو ورنہ [یعنی قادر نہ ہو تو] اس کے بدلے بائیں ہاتھ کے شہادت کی انگلی کو نہ اٹھائے بلکہ مکروہ ہو گا اس لئے کہ اس کی ہیئت نہ اٹھانا ہے لہذا وہ تبدیل نہیں ہو گی۔

(وَ لَا يُحَرِّكُهَا عِنْدَ رَفْعِهَا، اور شہادت کی انگلی کو اٹھانے کے وقت حرکت نہ دے) حدیث کی اتباع میں جس کو روایت کیا ہے ابو داود نے، حرکت دینا مکروہ ہے۔

تعارض اور تطبیق

تعارض: ابو داود کی روایت میں عدم تحریک ہے اور بیہقی کی روایت میں تحریک اور دونوں روایتیں صحیح ہیں؟

تطبیق: وتقديم الاول النافى على الثانى المثبت لما قام عندهم فى ذلك وهو ان المطلوب فى الصلاة عدم الحركة اولان التحريك يذهب الخشوع وتحريكه ﷺ لبيان الجواز بل قال البيهقى ان المراد بالتحريك الرفع فلا معارضة (فيض ص ١٢٥ ج ١) اول روایت کو "جو نافی تحریک ہے" ثانی پر "جو مثبت تحریک ہے" مقدم کیا کیونکہ نماز میں مطلوب عدم حرکت ہے یا تحریک فوت خشوع کا سبب ہے اور نبی کریم ﷺ کی تحریک بیان جواز کے لئے تھی بلکہ بیہقی نے فرمایا تحریک سے مراد رفع ہے لہذا دونوں روایتوں میں معارضہ نہیں۔

(وَاَقَلُّ التَّشَهُّدِ (اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ محمدا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) وَاَكْمَلُهُ (اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ محمدَا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَلْفَاظُهُ مُتَعَيِّنَةٌ وَيُشْتَرَطُ تَرْتِيْبُهَا، اور تشہد کی کم سے کم مقدار یہ ہے: التحیات للہ سلام علیک الخ) اگر ایک کلمہ [یا حرف بھی] کم کرے تو تشہد صحیح نہ ہوگا [لہذا نماز بھی صحیح نہ ہوگی] (اور اکمل یہ ہے: التحیات المبارکات الصلوات الطیات للہ الخ) تفصیل ما قبل میں ملاحظہ فرمائیں (اور تشہد کے الفاظ) اقل مقدار کے اعتبار سے (متعین ہے) بدلدے تو صحیح نہ ہوگا (اور ان میں ترتیب شرط ہے) اگر ترتیب کے بغیر پڑھے اور معنی بدل جائے تو پڑھنے کا اعتبار نہ ہوگا (لہذا دوبارہ بالترتیب پڑھنا واجب ہوگا) اور اگر معنی نہ بدلے تو ترتیب کے بغیر پڑھا ہوا کافی ہوگا، ترتیب کے بغیر جان بوجھ کر پڑھنے کی صورت میں معنی بدل جائے تو نماز باطل ہوگی (فَاِنْ لَمْ يُحْسِنْهُ وَجَبَ التَّعَلُّمُ فَاِنْ عَجَزَ تَرْجَمَ، اگر تشہد کو) اقل اور اکمل دونوں اعتبار سے (اچھی طرح پڑھنا نہ جانتا ہو تو سیکھنا واجب ہے اگر عاجز ہو) سیکھنے سے، معلم نہ ملنے کے سبب یا یہ کہ معلم تو ملے لیکن سیکھنا دشوار ہو (تو) تشہد کا (ترجمہ کرے) جس لغت میں چاہے۔

(ثُمَّ يُصَلِّیْ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقَلُّهُ اللهم صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، پھر) متعینہ الفاظِ تشہد سے فارغ ہونے کے بعد (نبی ﷺ پر درود پڑھے اور) درود کی (واجب مقدار اللھم صل علی محمد) ہے لفظ "اقلہ" میں مصنفؒ نے ضمیر مذکر ذکر فرمائی ہے اگر ضمیر مؤنث ذکر فرماتے تو مناسب ہوتا اس لئے کہ اس میں ضمیر صلاۃ کی طرف لوٹتی ہے اور لفظِ صلاۃ مؤنث ہے لیکن مصنف نے واجب فی الصلوۃ کے معنی کی رعایت کی ہے یعنی واجب محذوف ہے اس لئے ضمیر مذکر لائے مذکر ہونے کی وجہ سے (وَاَكْمَلُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

مُحَمَّدٍ وَّ عَلَی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی اِبْرَھِیْمَ وَعَلَی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ علی مُحَمَّدٍ وَّعَلی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلَی اِبْرَھِیْمَ وَعَلَی آلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَکَ حَمِیْدٌ مُجِیْدٌ، اور) مقدار واجبہ کے ساتھ (درود کی اکمل مقدار اللھم صل علی محمد و علی آل محمد الخ) ہے، اگر مصنفؒ: اکملھا ذکر فرماتے تو مناسب ہوتا جیسا کہ گزر گیا لفظ "اقلہ" میں۔

(ویُنْدَبُ بَعْدَہُ الدُّعَاءُ بِمَایَجُوْزُ مِنْ اَمْرِ الدِّیْنِ وَالدُّنیا وَمِنْ اَفْضَلِہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرِ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ، اور مستحب ہے نبی ﷺ پر درود پر مشتمل تشہد اخیر سے فارغ ہونے کے بعد دینی اور دنیوی جائز امور سے متعلق) کوئی (دعا کرنا اور اس میں افضل دعا یہ ہے: اللھم اغفر لی ماقدمت الخ) یہ دعا اس لئے افضل ہے کہ اس پر شارع کی تنصیص ہے، (اے اللہ میرے [سب] گناہ معاف فرما، اگلے پچھلے، پوشیدہ، علانیہ، زیادتیاں اور وہ گناہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے، تو ہی معبود ہے) جس دعا کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے وہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتُ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالْ،

ترجمہ: اے اللہ میں قبر اور آگ کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور جس دعا کو صرف بخاری نے روایت کیا ہے وہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلاَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلاَّ انت فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ، ترجمہ: اے اللہ بے شک میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے، اور گناہوں کو بخشنے والا تو ہی ہے پس تو اپنی رحمت سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں

سے کوئی نماز میں بیٹھے تو اس کو چاہیئے کہ کہے: التحیات للہ آخر تک پھر جو چاہے وہ دعا مانگے یا جو میں پسند کرتا ہوں، تشہد اول کے بعد دعا کرنا سنت نہیں ہے بلکہ بعض علماء نے مکروہ کہا ہے۔ (وَیُنْدَبُ کَوْنُهٗ اَقَلَّ مِنَ التَّشَهُّدِ وَالصَّلَاةِ عَلَى البنی ﷺ، اور مستحب ہے کہ) مذکورہ (دعا تشہد اور نبی ﷺ پر درود سے مختصر ہو) مطلب یہ ہیکہ تشہد پڑھنے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کی مقدار سے مختصر دعا پڑھے اس لئے کہ دعا ان دونوں کے تابع ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ امام ہو، اگر منفرد ہو تو طویل دعا پڑھے جب تک کہ سہو واقع ہونے کا خوف نہ ہو۔

(ثُمَّ یُسَلِّمُ وَاَقَلُّهُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، پھر) دعا کے بعد (سلام پھیرے) یہ سترہواں آخری رکن ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کی حرمت تکبیر سے ہے اور حلت سلام سے (اور تسلیم کی کم سے کم مقدار السلام علیکم ہے) یا علیکم السلام ہے کیونکہ السلام علیکم کی طرح اس سے بھی معنی حاصل ہوتا ہے لیکن اس طرح کہنا مکروہ ہے۔ (وَیُشْتَرَطُ وُقُوْعُهٗ فِیْ حَالِ الْقُعُوْدِ، اور شرط ہے کہ سلام بیٹھنے کی حالت میں واقع ہو) سلام صحیح ہونے کی گیارہ شرطیں ہیں:

(۱) وہ شرط جو مصنفؒ نے ذکر فرمائی (۲) الف اور لام کے ساتھ ہو (۳) کاف کے ذریعہ خطاب ہو جیسا کہ لفظ علیکم میں ہے (۴) م کے ساتھ جمع ہو جیسا کہ لفظِ علیکم میں حرفِ کم۔م۔ کے ساتھ جمع ہے، (۵) کم سے کم اتنی آواز سے کہے کہ خود سن سکے (۶) دونوں کلموں میں موالاۃ ہو یعنی ایک کلمہ: السلام اور دوسرا: علیکم ان کو پے درپے کہے (۷) اس سے صرف اعلان کا قصد نہ ہو اگر اعلان اور تحلل یعنی نماز سے حلت کا قصد ہو یا مطلق قصد ہو تو نقصان دہ نہ ہوگا یعنی یہ سلام کافی اور صحیح ہوگا (۸) ادائیگی استقبال کی حالت میں ہو (۹) عربی میں ہو جبکہ قادر ہو (۱۰) ایسی زیادتی نہ ہو جو معنی کو بدل دے اگر نہ بدلے تو کوئی حرج نہیں (۱۱) کسی ایسی چیز کو کم نہ کرے جو معنی کو بدلدے۔

(وَاَکْمَلُهُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ مُلْتَفِتًا عَنْ یَمِیْنِهٖ حَتّٰی یُرٰی خَدُّهُ الْاَیْمَنُ یَنْوِیْ بِهِ الْخُرُوْجَ مِنَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ مِنْ مَلَائِکَةٍ وَمُسْلِمِی اِنْسٍ وَجِنٍّ ثُمَّ اُخْرٰی عَنْ یَسَارِهٖ کَذٰلِکَ حَتّٰی یُرٰی خَدُّهُ الْاَیْسَرُ یَنْوِیْ بِهَا السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَنْ یَسَارِهٖ مِنْهُمْ، اور تسلیم کی اکمل مقدر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے نماز سے نکلنے کی نیت کرے متوجہ ہوتے ہوئے اپنے دائیں جانب یہاں تک کہ دایاں رخسار دکھائی دے) معتمد قول کے مطابق نماز سے نکلنے کی نیت کرنا ارکان میں سے نہیں ہے لیکن پھر بھی خروج کی نیت کرے تو سلام کی ادائیگی کے وقت کرنا ضروری ہے اگر اس سے پہلے کرے تو نماز باطل ہوگی (اور) سلام کے ذریعہ یہ بھی نیت کرے کہ (سلام ہو دائیں جانب والے فرشتوں اور مسلمان انسان اور جنات پر) دائیں جانب والوں میں غیر مصلیین بھی شامل ہے اگرچہ دنیا کی آخری حد تک ہو (پھر دوسری بار بائیں جانب والے فرشتوں اور مسلمان انسان اور جنات پر سلام کی نیت کرے بائیں جانب متوجہ ہوتے ہوئے یہاں تک کہ بایاں رخسار دکھائی دے) یعنی پہلے سلام کی طرح دوسرے سلام کے وقت بھی بائیں طرف متوجہ ہونا اور اس جانب والوں پر سلام کی نیت کرنا ہے، متوجہ صرف چہرہ سے ہونا ہے نہ کہ سینہ سے اگر سینہ سے ہو تو منحرف شمار ہو کر نماز باطل ہوگی، التفات دو مرتبہ سنت ہے: دائیں اور بائیں جانب، یہ امام اور منفرد کا حکم ہوا۔

آگے مصنفؒ مقتدی کا حکم بیان فرمارہے ہیں: (وَالْمَأْمُوْمُ یَنْوِی الرَّدَّ عَلَی الْاِمَامِ بِالْاُوْلٰی اِنْ کَانَ عَنْ یَسَارِهٖ وَبِالثَّانِیَةِ اِنْ کَانَ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَیَتَخَیَّرُ اِنْ کَانَ خَلْفَهٗ، اور مقتدی پہلے سلام سے امام پر جواب کی نیت کرے اگر) مقتدی (امام کے بائیں جانب ہو اور دوسرے) سلام (میں امام پر جواب کی نیت کرے اگر) مقتدی (امام کے دائیں جانب ہو اور) مقتدی کو (اختیار ہے) یعنی امام پر سلام لوٹانے کی نیت کرنے میں [چاہے پہلے میں نیت کرے چاہے دوسرے میں] (اگر) مقتدی (امام کے پیچھے ہو) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ عصر سے قبل چار رکعات پڑھتے تھے اور ان میں فصل کرتے تھے مقرب فرشتوں اور ان کی اتباع کرنے والے مسلمین اور مومنین پر تسلیم کے ذریعہ، اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم امام کو سلام کا جواب دیں اور آپس میں محبت کریں اور ایک دوسرے کو سلام کریں۔

آگے مصنف ؒ مسبوق کے قیام کا حکم بیان فرمارہے ہیں(وَيُنْدَبُ اَنْ لاَ يَقُوْمَ الْمَسبُوْقُ اِلاَّ بَعْدَ تَسْلِيمَتَیْ اِمَامِهٖ فَاِنْ قَامَ الْمَسْبُوْقُ بَعْدَ التَّسْلِيمَةِ الْاُوْلٰی جَازَ اَوْ قَبْلَهَا بَطَلَتْ صَلاَتُهٗ اِنْ لَمْ يَنْوِ الْمُفَارَقَةَ وَلَوْ مَكَثَ الْمَسْبُوْقُ بَعْدَ سَلاَمِ اِمَامِهٖ وَاَطَالَ جَازَ اِنْ كَانَ مَوْضِعَ تَشَهُّدِهٖ لٰكِنْ يُكْرَهُ وَاِلاَّ بَطَلَتْ اِنْ تَعَمَّدَ وَلِغَيْرِ الْمَسْبُوْقِ بَعْدَ سَلاَمِ الْاِمَامِ اِطَالَةُ الْجُلُوْسِ لِلدُّعَاءِ ثُمَّ يُسَلِّمُ مَتٰی شَاءَ، اور مستحب ہے کہ مسبوق) بقیہ نماز مکمل کرنے کے لئے (کھڑا نہ ہو مگر امام کے دونوں سلام کے بعد اگر پہلے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے تو جائز ہے) [کیونکہ اقتداء پہلے سلام تک ہے] لیکن دوسرے سلام کے بعد کھڑا ہونے کی فضیلت فوت ہو گی (اور اگر پہلا سلام شروع کرنے سے پہلے کھڑا ہو جائے) عمدا اور حرمت کو جانتے ہوئے (تو نماز باطل ہو گی اگر امام سے مفارقت کی نیت نہ کی ہو) اس لئے کہ اس صورت میں امام کی مخالفت ہوئی اور اگر مفارقت کی نیت کی ہو تو نماز باطل نہ ہو گی اگر مسبوق بھول کر یا حرمت سے ناواقف ہو کر کھڑا ہو جائے تو یاد آنے کے بعد امام کے ساتھ شامل ہونا واجب ہے (اور اگر مسبوق امام کے سلام کے بعد) ذکر اور دعا میں مشغول ہو کر (زیادہ دیر بیٹھے رہے تو) بھی (جائز ہے اگر) یہ جلوس یعنی بیٹھے رہنا (تشہد کی جگہ میں ہو) اس لئے کہ یہ اس کی نماز میں شمار ہو گا جیسے امام کا آخری اور مسبوق کا پہلا قعدہ اس صورت میں مسبوق کا جلوس تشہد کی جگہ میں ہوا اور وہ ہے پہلا قعدہ (لیکن) اس صورت میں مسبوق کے لئے جلوس (مکروہ ہو گا) کیونکہ پہلا قعدہ جو تخفیف پر مبنی ہے اس کو طویل کیا (ورنہ) یعنی مذکورہ طویل جلوس تشہد کی جگہ میں نہ ہو تو (نماز باطل ہو گی اگر) یہ

جلوس (جان بوجھ کر ہو) اور اگر بھول کر ہو جائے تو نماز باطل نہ ہو گی لیکن سجدۂ سہو کرے (اور مسبوق کے علاوہ) یعنی مقتدی (امام کے سلام کے بعد) رکنِ تشہد و درود سے فارغ ہونے پر (دعا کے لئے زیادہ دیر بیٹھے رہے تو جائز ہے پھر جب چاہے سلام پھیرے) اس لئے کہ مقتدیِ موافق کی اقتداء پہلے سلام سے ختم ہوئی لہذا دعا کے لئے پیچھے رہنا نقصان دہ نہ ہو گا کیونکہ اس صورت میں وہ منفرد کے حکم میں ہوا اور منفرد جتنی چاہے دعا طویل کر سکتا ہے جب تک کہ سہو واقع ہونے کا خوف نہ ہو، دعا کی تشریح ماقبل میں مذکور ہے۔

(وَلَوِ اقْتَصَرَ اْلاِ مَامُ عَلَی تَسْلِیْمَةٍ سَلَّمَ الْمَامُوْ مُ ثِنْتَیْنِ، اور اگر امام ایک سلام پر اقتصار کرے تو مقتدی دونوں سلام پھیرے) تسلیم ثانی کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے اور تسلیم اول سے متابعتِ امام سے خروج کی بناء پر، اور سنت ہے کہ دونوں سلام کے درمیان فصل کرے، **ویسن اذااتی بالتسلیمتین ان یفصل بینهما کماصرح به الغزالی فی الاحیاء** (اقناع ص ۱۳۴ ج ۱) اور سنت ہے کہ جب دو سلام پھیرے تو ان میں فصل کرے جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء میں اس کی صراحت کی ہے، مطلب یہ ہیکہ دو سلام یکے بعد دیگرے پھیرنے میں فرق کرے اس طرح پے درپے نہ پھیرے کہ دونوں میں کچھ فرق ہی معلوم نہ ہو۔

(وَیُنْدَبُ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالَی وَ الدُّعَاءُ سِرًّا عَقِیْبَ الصَّلاَۃِ، اور مستحب ہے نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا آہستہ کرنا) لیکن امام مقتدی کے سیکھنے تک بلند آواز سے دعا مانگے، **الامام والماموم ان یذکر اللّٰہ بعد الا نصراف من الصلاة ویخفیان الذکر ای الدعاء الا ان یکون اماما۔فیجهر حتی یری انه قد تعلم منه ثم یسِرّ** (کتاب الام ص ۱۱۰ ج ۱) امام اور مقتدی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کا ذکر یعنی دعا آہستہ کریں البتہ امام بلند آواز سے دعا مانگے یہاں تک کہ امام کو علم ہو جائے کہ مقتدی دعا سیکھ چکا ہے تو پھر آہستہ مانگے، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: وَ لاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِکَ وَ لاَ تُخَافِتْ بِهَا (سورۂ بنی

اسرائیل آیت نمبر ۱۱۰) **یعنی واللہ اعلم الدعاء**(فیض ص ۱۲۹ج۱)اور پکار کر مت پڑھ اپنی نماز[یعنی دعا] اور نہ چپکے پڑھ، یعنی اللہ دعا کو زیادہ جانتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں: یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

سنت کی ادائیگی سے قبل ذکر اور دعا

سنت کی ادائیگی سے قبل ذکر اور دعا کرنا افضل ہے: **الا فضل انھما یقدمان علی النافلۃ راتبۃ کانت اوغیر ھا**(اعانۃ ص۱۸۵ج۱) ذکر اور دعا کو نفل پر مقدم کرنا افضل ہے چاہے[سنتِ]راتبہ ہو یا اس کے علاوہ اگر کوئی شخص ذکر اور دعا سے قبل نفل یا سنت پڑھے تو اس کو ذکر اور دعا کا ثواب حاصل ہو گا، **لو قدمھا علیھما کان التقدیم مفضولا مع حصولھما** (ایضا ص ۱۸۵ج۱) نفل کو اگر ذکر ودعا پر مقدم کرے تو یہ تقدیم مفضول ہے ذکر ودعا کے حصول کے باوجود۔

فرض نماز کے بعد کونسی دعا پڑھی جائے؟

فرض نماز کے بعد کونسی دعا پڑھی جائے اس کے متعلق احادیث میں مختلف دعائیں وارد ہیں جیسے: **اَللّٰھُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلاَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدّ**، اور: **اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامْ** (وغیرہ) لہذا جو بھی دعا پڑھی جائے ادائیگی سنت کے لئے کافی ہو گی، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے: آں حضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی دعا مقبول ہوتی ہے۔؟۔۔ فرمایا رات کے آخری حصہ کی اور فرض نماز کے بعد کی دعا، دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کہ تم کسی بھی نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا، دعا یہ ہے: **اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلَی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ.**

(ویُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلَهُ وَ آخِرَهُ، اور نبی ﷺ پر درود پڑھے دعا کے شروع اور آخر میں) یہ دعا ان شاء اللہ جلدی مقبول ہوگی اور دورانِ دعا بھی درود شریف پڑھنا سنت ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے سوار کے پیالہ جیسانہ کرو بلکہ مجھ پر درود پڑھو ابتداء، وسط اور آخر میں، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز سے فارغ ہو تو اولاً اللہ تعالی کی حمد کرے اور ثناء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگے، اس کو امام ترمذیؒ نے صحیح قرار دیا ہے، عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق وموقوف رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی آگے نہیں جاتا یہاں تک کہ تو درود پڑھے اپنے نبی ﷺ پر۔

(وَيَلْتَفِتُ الْإِمَامُ لِلذِّكْرِ وَ الدُّعَاءِ فَيَجْعَلُ يَمِيْنَهُ إِلَيْهِمْ وَيَسَارَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ، اور امام متوجہ ہو جائے) جب سلام کے بعد (ذکر اور دعا کے لئے) بیٹھے، آگے مصنفؒ اس کی کیفیت کو بیان فرمارہے ہیں وہ یہ (اپنے دائیں جانب کو متوجہ کرتے ہوئے مقتدیوں کی طرف اور بائیں جانب کو مائل کرتے ہوئے قبلہ کی طرف) داہنی جہت کی طرف متوجہ ہونا اس صورت میں ہے جبکہ کسی اور جہت کی طرف متوجہ ہونے کی حاجت نہ ہو ورنہ ضرورت والی جہت کی طرف متوجہ ہونا مستحب ہے، یستحب ان کان لہ حاجۃ فی جھۃ ان یتوجہ الیھا وان لم یکن لہ حاجۃ فجھۃ الیمنی اولی (شرح مھذب ص ٤٩٠ ج۳) امام کے لئے جس جہت کی ضرورت ہو اس کی طرف متوجہ ہونا مستحب ہے اور اگر حاجت نہ ہو تو داہنی جانب متوجہ ہونا افضل ہے۔

(وَيُفَارِقُ الْإِمَامُ مُصَلَّاهُ عَقِيْبَ فَرَاغِهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ نِسَاءٌ، اور) مستحب ہے کہ (امام اپنے جائے نماز سے جدا ہو جائے ذکر اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد اگر وہاں عورتیں نہ ہوں) اگر ہوں تو تاخیر کرنا یعنی وہاں ہی بیٹھے رہنا سنت ہے یہاں تک کہ چلی

جائیں، یہ حدیث سے ثابت ہے (وَيَمْكُثُ الْمَاْمُوْمُ حتى يقوم الْاِمَامُ اور) مستحب ہے کہ (مقتدی) اپنی جگہ (ٹھہرے یہاں تک کہ امام کھڑا ہو جائے) اپنے جائے نماز سے، عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم مکث قلیلا و کانو ایرون ان ذلک کیما ینفذ النساء (ابو داود) مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مردوں، عورتوں کے اختلاط سے بچنے کے لئے ٹھہرتے تھے اگر آپ ﷺ کے بیٹھنے کی صورت میں صحابہ اٹھ کر باہر نکلتے تو اختلاط سے حفاظت نہیں ہوتی، اختلاط سے حفاظت کے لئے نبی ﷺ کے ساتھ مردوں کا بیٹھنا بھی لازم ہو گا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ بیٹھے رہتے تھے۔

(وَمَنْ اَرَادَ نَفْلاً بعْدَ فَرْضِهِ نُدِبَ اْلفَصْلُ بِكَلاَمٍ اَوِ انْتِقَالٍ وَهُوَ اَفْضَلُ اور جو ارادہ کرے فرض نماز کے بعد نفل پڑھنے کا اس کے لئے مستحب ہے ان دونوں) یعنی فرض اور نفل (کے درمیان فرق کرنا گفتگو سے) [اس طرح کہ فرق کی مقدار دینی گفتگو کرے مثلاً فجر کی جماعت کا وقت کیا ہے۔۔؟] اگر دنیوی گفتگو کرے تو بھی فرق حاصل ہو گا [لیکن اس سے پرہیز کرے کیونکہ گفتگو میں مشغول ہو کر سنت فوت ہو سکتی ہے اور مسجد کا احترام پامال ہو کر گنہگار بھی ہو سکتا ہے]

مسجد اللہ کا گھر ہے اس کا ادب و احترام لازم ہے

مسجد میں دنیوی باتیں کرنا خطرناک ہے جس کے متعلق آں حضرت ﷺ نے تیرہ سو برس پہلے پیشینگوئی فرمائی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دنیوی باتیں مسجدوں میں ہونے لگیں گی، ان کے ساتھ نہ بیٹھو، خدا کو ایسوں کی ضرورت نہیں (مشکوٰۃ ص ۷۱ ج ۲)

آں حضرت ﷺ نے فرمایا: کہ دنیوی باتیں کرنا نیکیوں کو کھا جاتا ہے جس طرح کہ آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے [یعنی جلا دیتی ہے] ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی مسجد میں دنیوی باتیں کرنے لگتا ہے تو فرشتے اس کو کہتے ہیں: کہ اے اللہ کے ولی خاموش

ہو جا پھر اگر بات کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ کے دشمن چپ ہو جا پھر اگر بات کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں تجھ پر اللہ کی لعنت ہو خاموش رہ (فتاوی رحیمیہ ص ۱۶۱ ج۲) [جس پر اللہ کی لعنت ہو اس کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے] (یا) فرض اور نفل کے درمیان فرق کرنا (ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے اور یہ) یعنی انتقال (افضل ہے) مطلب یہ ہیکہ انتقال کے ذریعہ فرق کرنا افضل ہے اس کے علاوہ سے فرق کرنے سے کیونکہ سجدہ کے جگہوں کی کثرت ساجد کے حق میں گواہی دے گی،

(وَفِیْ بَیْتِہٖ اَفْضَلُ، اور) نفل نماز (اپنے گھر میں) پڑھنا (افضل ہے) مسجد میں پڑھنے سے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگوں اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اس لئے کہ افضل نماز آدمی کا اپنے گھر میں پڑھنا ہے سوائے [پنجوقتہ] فرض نماز کے، مگر نماز جمعہ کے پہلے کی سنت اور طواف اور احرام کی دو دو رکعتیں ان کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے جبکہ میقات میں مسجد ہو، وانما اختصت بالا فضلیة فی المسجد لانہ یسن للمصلی یوم الجمعة التبکیر ویلزم منہ فعلھا فی المسجد عند دخول وقتھا (فیض ۱۳۰ ج۱) اور جمعہ کی سنت کی افضلیت مسجد کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ جمعہ کے دن تبکیر مسنون ہے آدمی اس صورت میں وقت سے پہلے مسجد میں داخل ہو گا اور اس سے لازم آتا ہے کہ جمعہ کی سنت مسجد میں اداء کی جائے دخولِ وقت کے بعد، طواف اور احرام کے دو دو رکعتوں کی دلیل: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۲۵) اور عین احرام کے وقت پڑھنا ہے تو مسجد سے احرام کی صورت میں مسجد میں نماز ہو گی (ابوداود)۔

(فَاِنْ کَانَ فِی الصُّبْحِ فَالسُّنَّةُ اَنْ یَقْنُتَ فِیْ اِعْتِدَالِ الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ فَیَقُوْلَ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَلَوْ زَادَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ فَحَسَنٌ فَاِنْ کَانَ اِمَامًا اَتٰی

بِلَفْظِ الْجَمْعَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ نَا اِلیَ آخِرِہِ وَلاَ تَتَعَیَّنُ هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ فَيَحْصُلُ بِكُلِّ دُعَاءٍ وَبِآيَةٍ فِيْهَا دُعَاء كَآخِرِ الْبَقَرَةِ وَلٰكِنْ هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ اَفْضَلُ ثم يصلى على النبى صلى الله عليه وآله وسلم ويندب رفع يديه دون مسح وجهه او صدره ويجهر به الامام فيؤمن مأموم يَسْمَعُهُ لِلدُّعَاءِ وَيُشَارِكُ فِي الثَّنَاءِ اگر) مصلی (صبح کی نماز پڑھ رہا ہو تو) اس کے حق میں (سنت ہے کہ قنوت پڑھے دوسری رکعت کے اعتدال میں) اس لئے کہ یہ قنوت کا محل ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم برابر فجر میں [یعنی فجر کی دوسری رکعت کے اعتدال میں] قنوت پڑھا کرتے تھے (لہذا) قنوت پڑھنے والا (کہے: اللهم اهدنى ۔۔الخ) فلك الحمد على ما قضيت استغفرك واتوب اليك، یہ زیادتی بعض نسخوں میں ہے (اور اگر "ولا يعز من عاديت") اس جملہ (کو بڑھائے) تباركت ربنا وتعاليت کہنے سے پہلے (تو اچھا ہے) بعض روایتوں میں وارد ہونے کی بناء پر (اور اگر) قانت (امام ہو تو) مقتدیوں کی رعایت میں (لفظ جمع کے ساتھ پڑھے) وہ اس طرح: (اللهم اهدنا قنوت کے آخر تک اور یہ) یعنی مذکورہ قنوت کے (کلمات) قنوت حاصل ہونے کے لئے (متعین نہیں ہے بلکہ) قنوت (حاصل ہوگا ہر دعائیہ) اور تعریفی (لفظ سے) جیسے رَبِّ اغْفِرْ وارْحَمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَم (اور اس آیت سے جس میں دعا) اور ثنا (ہو جیسے سورۂ بقرہ کا آخر) اس کے برخلاف جس میں دعا نہ ہو اس آیت سے قنوت حاصل نہ ہوگا کیونکہ قنوت کا مقصد جو دعا ہے وہ اس آیت میں حاصل نہیں ہے، شیخ ابو عمر ابن صلاحؒ فرماتے ہیں: قنوت کے کلمات متعین کہنے والے کا قول: شاذ مردود ہے، جمہور اصحاب بلکہ جمہور علماء کے خلاف ہے۔

شاذ کی تعریف اور قسمیں

شاذ: وہ ہے جو قیاس کے مخالف ہو اس کے قلتِ وجود اور کثرت وجود کی طرف نظر کئے بغیر، **شاذ کی دو قسمیں ہیں:** (۱) شاذ مقبول: وہ ہے جو خلاف قیاس ہو اور فصحاء وبلغاء کے نزدیک مقبول ہو۔ (۲) شاذ مردود: وہ ہے جو خلاف قیاس ہو اور فصحاء وبلغاء کے نزدیک

مقبول نہ ہو، (کتاب التعریفات) (لیکن یہ) یعنی مذکورہ قنوت کے (کلمات افضل ہیں) وارد ہونے کی بناء پر (پھر) قنوت سے فارغ ہونے کے بعد (نبی ﷺ پر درود پڑھے) اور پھر آپ ﷺ کے آل اور اصحاب پر درود پڑھے (اور مستحب ہے) کہ قنوت کے وقت، (اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے) یہی قول مختار ہے [قنوت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھوں کو چھوڑ کر سجدہ میں چلا جائے] (مجموع ص ٤٨٦ ج٣) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب بھی فجر کی نماز پڑھتے ہاتھ اٹھاتے بد دعاء کرتے ہوئے ان لوگوں پر جنھوں نے آپ ﷺ کے قراء صحابہ کو قتل کیا تھا۔

نماز کے باہر دعا کرتے وقت بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے، انه [رفع اليدين فى الدعاء خارج الصلاة] مستحب (مجموع ص ٤٨٦ ج٣) (چہرے یا سینہ پر نہ پھیرے) مطلب یہ ہیکہ قنوت سے فارغ ہونے کے بعد چہرہ یا سینہ پر ہاتھ پھیرنا مستحب نہیں ہے، عدم ورود کی بناء پر، اس کے بر خلاف قنوت کے علاوہ [یعنی نماز سے باہر] دعا سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنا مستحب ہے، ورود کی بناء پر، (امام) کے لئے مستحب ہے کہ، (قنوت جہرا پڑھے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی پر بد دعاء یا دعا کرنے کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے اور بعض مرتبہ فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ، اللھم ربنا لک الحمد، اللھم انج الولید بن الولید، پھر اخیر میں فرمایا: آپ ﷺ نے قنوت جہر [بلند آواز] سے پڑھا (اور مقتدی دعا کے الفاظ کو سنتا ہو تو آمین کہے) شروع کے پانچ کلمات پر (اور تعریفی الفاظ میں شریک ہو جائے) یعنی فانک تقضی سے لیکر آخر تک کے کلمات امام کیساتھ کہے، یا خاموش رہے لیکن کہنا اولی ہے، (المجموع ص ٤٨٢ ج٣) اس لئے کہ تعریفی اور ذکر کے الفاظ کے وقت آمین کہنا مناسب نہیں۔

(وَاِنْ لَمْ یَسْمَعْهُ قَنَتَ وَالْمُنْفَرِدُ یُسِرُّ بِهٖ وَاِنْ نَزَلَ بِالْمُسْلِمِینَ نَازِلَةٌ قَنَتُوْا فِیْ جَمِیْعِ الصَّلَوَاتِ، اور اگر) مقتدی قنوت (نہ سن سکتا ہو) دوری یا بہرا پن کی بناء پر (تو مکمل قنوت پڑھے) جیسا کہ پڑھنے کے بارے میں ہے کہ مقتدی امام کی قرأت نہ سن سکتا ہو تو اس کے لئے سورت کا پڑھنا سنت ہے (اور منفرد قنوت سراًپڑھے) رمضان المبارک کے نصف اخیر میں وتر کی نماز میں بھی قنوت پڑھنے کا حکم یہی ہے، **هذا كله في الصبح وفيما اذاقنت في الوتر في النصف الاخير من شهر رمضان** (ایضا) صبح کی نماز میں قنوت اور رمضان المبارک کے نصف اخیر میں وتر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے متعلق مذکورہ بالا احکام ہیں، (اور اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو) جیسے قحط وغیرہ (تو، مسلمان تمام) یعنی پانچوں (نمازوں میں قنوت پڑھے) چاہے [نماز باجماعت ہو یا بغیر جماعت کے] اس قنوت کو قنوتِ نازلہ کہتے ہیں، اس کے چھوٹنے پر سجدۂ سہو نہیں ہے۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(باب مایفسد الصلاۃ و مایکرہ فیھا و مایجب)

(نماز کے مفسدات و مکروھات اور واجبات کا بیان)

مصنفؒ سب سے پہلے مفسداتِ نماز کو بیان فرمارہے ہیں: (مَتی نَطَقَ بِلَا عُذرٍ بِحَرْ فَیْنِ اَوْ بِحَرْ فٍ مُفْھِمٍ مِثْلُ ،قِ،مِنَ الْوِ قَایَۃِ وَ،لِ،مِنَ الْوِ لاَیَۃِ بَطَلَتْ صَلاَتُہُ، جب مصلی بلا عذر ۲ حرف بولے) اگرچہ ان سے بات سمجھ میں نہ آئے جیسے من و عن (یا) بلا عذر بولے (ایک حرفِ مُفْھِمْ مثلاقِ) امر ہے (وقایہ سے اور،لِ) امر ہے (ولایہ سے) حرفِ مفھم: یعنی ایک ایسا حرف جس سے بات سمجھ میں آئے جیسے: ق حفاظت کر اور ل والی ہو جا، ان دونوں میں سے ہر ایک حرف مفھم ہے لہذا مصلی ایسا کوئی حرف مفھم کہے (تو مصلی کی نماز باطل ہوگی) حدیث مسلم کی بناء پر کہ ہم نماز میں بات کرتے تھے یہاں تک کہ جب آیت: وَقُوْ مُوْاللّٰہِ قَا نِتِیْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۳۸) نازل ہوئی تو ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا اور کلام سے روکا گیا (تحقیق علی عمدۃص۸۵نھایہ ص۳۶ج۲ ابوداود ص۱۳۷ج۱ترمذی ص۹۲ج۱) امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث کلام الناس کے قبیل کی ہر بات کی حرمت پر دلیل ہے (حاشیۂ ابوداودص۱۳۷ج۱) نماز میں کلام کی حرمت اس امت کی خصوصیات میں سے ہے (تحفۃ الحبیب ص۲۷۱) وقوموا للہ (فی الصلوۃ،جلالین ص۳۷ج۱) **قانتین:** اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے (ترجمۂ قرآن) فرمایا کھڑے رہو ادب سے یعنی نماز میں ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جیسے کھانا یا پینا یا کسی سے بات کرنا یا ہنسنا (تفسیر عثمانی) اور حرمت اس حدیث کی بھی بناء پر ہے کہ: کلام الناس نماز کے لائق نہیں،

(باطل کی تعریف)

کسی شرط یا رکن میں خلل کی وجہ سے جس پر صحت کا اطلاق درست نہیں ہو تا بطلان کا اطلاق کرتے ہیں اسے باطل کہتے ہیں، لفظ باطل اور فاسد ہم معنی ہے (جمع الجوامع ص۱۰۵ لب الا صول مع غا یۃ الا صول ص۱۶ تیسیر الا صول ص۱۳۸)

(وَالضَّحِکُ وَالْبُکَاءُ وَالْاَنِیْنُ وَالتَّنَحْنُحُ وَالنَّفْخُ وَالتَّأَوُّہُ وَنَحْوُھَا یَبْطِلُ الصَّلاۃَ اِنْ بَانَ حَرْفَانِ فَاِنْ کَانَ عُذْرٌ بِاَنْ سَبَقَ لِسَانُہُ اَوْ غَلَبَہُ ضَحِکٌ اَوْ سُعَالٌ اَوْ تَکَلَّمَ نَاسِیًا اَوْ جَاھِلاً تَحْرِیْمَہُ لِقُرْبِ عَھْدِہِ بِالْاِسْلاَمِ وَکَثُرَ عُرْفًا اَبْطَلَ وَاِنْ قَلَّ فَلاَ، اور ہنسا، رونا) ھو اخرا ج الصوت مع الدمو ع ولو من خوف الآ خرۃ (فیض ص۱۳۲/ ج۱) بکاء (رونا) کہتے ہیں آنسوؤں کے ساتھ آواز نکالنا اگرچہ آخرت کے خوف سے ہو (آہ وزاری کرنا) ھو اخرا ج الصو ت مع الضعف من اجل المر ض (ایضا) انین کہتے ہیں: بیماری کے سبب کمزوری کے ساتھ آواز نکالنا [یعنی آہ وزاری کرنا] (کھانسنا) تنحنح کا معنی ہے: گلا صاف کرنا (بیا ن اللسان ص۱۸۴) [لیکن احقر کے نزدیک یہاں مصلی کے حق میں کھانسنے کا معنی مراد ہو گا جیسا کہ عموما بلغم وغیرہ کی وجہ سے گلے کی صفائی کے لئے انسان کھانسنے کی آواز نکالتا ہے] (پھونکنا) چاہے منہ سے ہو یا ناک سے (آہ کہنا) وھو صوت الضجر مع الخفۃ (فیض ص۱۳۲ ج۱) تأوہ کہتے ہیں: ہلکے پن (اور غم) کے مارے آہ وفغاں کی آواز کو (اور ان) ذکر کردہ چیزوں (کے مانند) جیسے چھینکنا (نماز کو باطل کرتا ہے اگر) ہنسنے وغیرہ میں بلا عذر، (۲ حرف ظاہر ہوں) چاہے ان سے بات سمجھ میں نہ آئے جیسے من وعن [اس صورت میں بھی نماز باطل ہونے کی دلیل وہی مذکورہ بالا مسلم شریف کی حدیث ہو گی]

(اور اگر عذر ہو) آگے مصنف اس کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں: (وہ یہ کہ مصلی کی زبان سبقت کر جائے) مطلب یہ ہیکہ مصلی کی زبان سے نماز کی حالت میں بغیر قصد وارادہ بات نکل جائے (یا مصلی پر ہنسی یا کھانسی کا غلبہ ہو جائے یا بھولکر بات کرے) مطلب یہ ہیکہ مصلی اپنی حالت

نماز کو بھولکر نماز ہی میں بات کرے (یا نماز میں کلام کی حرمت سے ناواقف ہو کر) بات کرے (قریبی زمانہ میں اسلام لانے کی بناء پر) مطلب یہ ہیکہ ابھی اسلام میں داخل ہو نے کی بناء پر حرمتِ کلام سے ناواقف ہو کر نماز میں بات کرے (اور عرف کے مطابق) ذکر کی ہوئی چیزیں (زیادہ ہوں تو نماز باطل ہو گی) اسلئے کہ زیادتی نماز کی ھیئت اور نظم کو منقطع کرتی ہے (اور اگر کم ہوں تو) مذکورہ صورتوں میں (نماز باطل نہ ہو گی) مذکورہ ابتدائی صورتوں میں نماز باطل نہ ہونے کی دلیل آپ ﷺ کا فرمان ہے: **رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیه،** (رواہ ابن ماجه،کفایة مع تحقیق وتعلیق ص ۱۸۱) آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ میری امت سے ۳ چیزیں درگزر کی گئی ہیں (۱) خطأ [اس میں مصلی کی زبان سے سبقۃً بات کا سرزد ہونا داخل ہے] (۲) بھول [اس میں حالت نماز کو بھولکر تھوڑی بات کرنا داخل ہے] (۳) مکرہ (جبر کی ہوئی) چیز [اس میں تھوڑی ہنسی اور کھانسی کا غلبہ داخل ہے] اس حدیث کو روایت کیا ہے ابن ماجہ نے، قریبی زمانہ میں اسلام لانے کی بناء پر حرمتِ کلام سے ناواقف رہنے کی صورت میں نماز باطل نہ ہونے کی دلیل: حضرت معاویہ بن حکم کا قصہ ہے، مختصرا یہ کہ آپ نے نماز میں بات کی تو نماز سے فارغ ہونے پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: لوگوں کی گفتگو میں سے کوئی چیز نماز میں درست نہیں (نسائی ص۱۳۶ ج۱، مسلم ص۲۰۳ ج۱) اور آپ ﷺ نے حضرت معاویہ کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں فرمایا،

کم اور زیادہ کا مدار عرف پر ہے یعنی لوگ جسے کم سمجھے وہ کم اور جسے زیادہ سمجھے وہ زیادہ۔

(**وَلَوْ عَلِمَ التَّحْرِيْمَ وَجَهِلَ كَوْنَهُ مُبْطِلاً اَوْ قَالَ مِنْ خَوْفِ النَّارِ آهْ بَطَلَتْ،** اور اگر) مصلی (حرمت کو جانے لیکن اس کا مبطلِ نماز ہونے سے ناواقف ہو) ایک یہ صورت اور دوسری یہ: (یا) مصلی (جہنم کے خوف سے آہ کہے تو) دونوں صورتوں میں مصلی کی (نماز باطل ہو گی) پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ حرمت کا مبطلِ نماز ہونے سے لاعلمی عذر نہیں

ہے، جیسا کہ روضہ میں ہے: ولو علم تحریم الکلام ولم یعلم انہ یبطل الصلاۃ لم یکن عذرا (ص ۲۹۰ ج ۱) اور اگر [نماز میں] بات کرنے کی حرمت کو جانے لیکن یہ نماز کو باطل کرتی ہے اس کو نہ جانے تو (بھی نماز باطل ہوگی، حرمت مبطل نماز ہے اس سے لاعلمی) عذر نہ ہوگا (نماز باطل نہ ہونے کے لئے) دوسری صورت میں نماز باطل ہونے کی وجہ عذر نہ ہونا ہے (وَلَوْ تَعَذَّرَتِ الْفَاتِحَۃُ اِلاّ بِالتَّنَحْنُحِ تَنَحْنَحَ لَھَا وَاِنْ بَانَ حَرْفَانِ اور اگر) مصلی پر (سورۂ فاتحہ کا) یافاتحۃ سے عاجزی کی صورت میں اس کا بدل (پڑھنا دشوار ہو سوائے کھانسنے کے تو کھانسے اگرچہ) کھانسنے سے (۲ حرف) یازیادہ (ظاہر ہوں) اس لئے کہ اس صورت میں مصلی کے رکنِ قولی کی ادائیگی کھانسنے پر موقوف ہونے کی بناء پر وہ معذور ہے لہذا ۲ حرف یازیادہ ظاہر ہونا نقصان دہ نہ ہوگا (وَاِنْ تَعَذَّرَ الْجَھْرُ بِھَا اِلاَّ بِہٖ تَرَکَہُ وَاَسَرَّ بِھَا وَلاَ یَتَنَحْنَحُ لَہُ اور اگر سورۂ فاتحہ کو) یاعاجزی کی صورت میں اس کے بدل کو (جہر سے پڑھنا) جہر کے وقت میں (دشوار ہو سوائے کھانسنے کے تو جھر سے پڑھنا چھوڑ دے، سرا پڑھے اور جھر کے لئے نہ کھانسے) اس لئے کہ جھر سنت ہے اور کھانسنے میں ۲ حرف کا اظہار مبطلِ نماز ہے لہذا سنت کی تحصیل کے لئے مبطل کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا اسلئے کہ مفسدہ کو دور کرنا مقدم ہے مصلحت کے حاصل کرنے پر، یہ مانع اور مقتضی کے باب کا مسئلہ ہے، چنانچہ شارحؒ فرماتے ہیں: فھو من باب المانع والمقتضی فیغلب المانع وھو ترک الجھر علی المقتضی وھو حصول السنۃ بہ (فیض ص ۱۳۳ ج ۱) یہ (مذکورہ مسئلہ) مانع اور مقتضی کے باب سے ہے اس باب میں مانع یعنی جھر کے چھوڑنے کو غلبہ ہوگا مقتضی پر اور مقتضی وہ ہے جس سے سنت کا حصول ہو یعنی جھر سے پڑھنا، (وَلَوْ رَأَی أَعْمٰی یَقَعُ فِی الْبِئْرِ وَنَحْوِہٖ وَجَبَ اِنْذَارُہُ بِالنُّطْقِ اِنْ لَمْ یُمْکِنْ بِغَیْرِہٖ وَتَبْطُلُ صَلاَتُہُ وَلاَ تَبْطُلُ بِالذِّکْرِ وَتَبْطُلُ بِالدُّعَاءِ خِطَاباً کَرَحِمَکَ اللّٰہُ وَعَلَیْکَ السَّلاَمُ لاَ غَیْبَۃً کَرَحِمَ اللّٰہُ زَیْدًا وَلَوْ نَابَہُ شَیْءٌ فِیْ الصَّلاَۃِ سَبَّحَ الرَّجُلُ وَصَفَّقَتِ الْمَرْأَۃُ بِبَطْنِ کَفٍّ عَلَی

ظَهْرٍ أُخْرَى لاَ بَطْنًا لِبَطْنٍ، اور اگر مصلی نابینا کو کنویں یا اس کے مانند چیز) مثلا آگ (میں گر نے کے قریب دیکھے) اسی طرح مصلی بچہ کو آگ میں گرنے کے قریب دیکھے (تو) مصلی پر (واجب ہے اسکو کہنے کے ذریعہ گرنے سے ڈرانا اگر کہے بغیر) بچانا یا روکنا (ممکن نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ زبان سے کہے بغیر روکنا ممکن نہ ہو تو کہنے کے ذریعہ روکنا واجب ہے (اور) اس صورت میں (مصلی کی نماز باطل ہو گی) لیکن پھر بھی ڈرانا واجب ہو گا اسلئے کہ جان کی حفاظت واجب ہے اور نماز کا وقت موسع ہے اگر نماز کا وقت تنگ ہو جائے تب بھی پہلے جان کی حفاظت واجب ہے اس لئے کہ ہلاکتِ جان کے مقابلہ میں نماز کی قضاء بہت ہی آسان ہے (ذکر سے نماز باطل نہ ہو گی) اس لئے کہ ذکر اللہ کی تعریف ہے لیکن ذکر میں اللہ کے علاوہ کو خطاب ہو جیسے کہے: **سبحان ربی وربک اللہ** [میرا اور تیرا رب اللہ پاک ہے] تو نماز باطل ہو گی جیسا کہ مصنفؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول سے: (لیکن خطابیہ دعا سے نماز باطل ہو گی جیسے) مصلی چھینکنے والے کو کہے (**رحمک اللہ**) اللہ تجھ پر رحم فرمائے (اور) سلام کرنے والے کو کہے (**علیک السلام**) تجھ پر سلامتی ہو، خطابی صورت میں نماز باطل ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نماز ہے اس میں لوگوں کی گفتگو میں سے کوئی چیز درست نہیں مگر دعا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو خطاب ہو تو نماز باطل نہ ہو گی جیسا کہ یہ رکوع اور سجود وغیرھما کے اذکار میں موجود ہے (غائبانہ دعا سے) نماز (باطل نہ ہو گی جیسے) کہے (**رحم اللہ زیدا**) اللہ زید پر رحم فرمایا کہے: **رحمہ اللہ وغفر لہ** اللہ اس پر رحم فرما اور اس کی مغفرت فرما، اس طرح کی غائبانہ دعا سے نماز باطل نہ ہو گی اس لئے کہ یہ محض دعا ہے (اور اگر مصلی کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے) چاہے وہ چیز مباح ہو جیسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہنے والے کو اجازت دینا یا وہ چیز مندوب ہو جیسے امام کو سھو لاحق ہونے پر متنبہ کرنا یا واجب ہو جیسے

نابیناء کو کنویں میں گرنے کے قریب دیکھنے پر ڈرانا (تو) ان تمام صورتوں میں (مرد) صرف ذکر کے ارادہ سے (سبحان اللہ کہے) اگر صرف اطلاع کے ارادہ سے کہے یا مطلق یعنی نہ ذکر کا ارادہ کرے اور نہ اطلاع کا تو ان دونوں صورتوں میں نماز باطل ہو گی (اور عورت) مذکورہ صورتوں میں (تالی بجائے) دائیں ہاتھ کی (ہتھیلی کے باطن) یعنی اندونی حصہ (کو دوسرے) یعنی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کے پشت پر مار کر) یہ طریقہ مشہور ہے (روضہ ص ۲۹۱ ج ۱) مرد کا سبحان اللہ کہنا اور عورت کا تالی بجانا سنت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو مرد سبحان اللہ کہے اور عورت تالی بجائے، اگر مرد تالی بجائے اور عورت سبحان اللہ کہے تو بلا کراہت جائز ہے لیکن خلافِ سنت (نهایه مع حاشیه ص ۴۸ ج ۲) دائیں ہاتھ کی ہتھلی کے (باطن کو) بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے (باطن پر مار کر تالی نہ بجائے) اگر اس طرح لہو و لعب [کھیل کود] کے ارادہ سے تالی بجائے تو نماز باطل ہو گی، نماز کے منافی ہونے کی بناء پر (روضہ ص ۲۹۱ ج ۱) مذکورہ مسائل میں خنثیٰ کا حکم عورت کی طرح ہو گا (وَلَوْ تَكَلَّمَ بِنَظْمِ الْقُرْآنِ كَيَايَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ وَقَصَدَ اِعْلَامَهُ فَقَطْ اَوْ اَطْلَقَ بَطَلَتْ اَوْ تِلَاوَةً فَقَطْ اَوْ تِلَاوَةً وَاِعْلَاماً فَلَا، اور اگر مصلی) نماز میں (قرآن کے نظم) یعنی جس طریقہ پر قرآن منظوم اور مکتوب ہے اس طریقہ (سے بولے جیسے) کہے (یا یحیٰ خذ الکتاب) اے یحی کتاب لو (اور مصلی اس سے صرف اطلاع کا قصد کرے) ایک یہ صورت اور دوسری یہ: (یا) اسکو (مطلق کہے) یعنی نہ ذکر کا قصد کرے نہ اطلاع کا (تو) مصلی کی (نماز) دونوں صورتوں میں (باطل ہو گی) پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ صرف اطلاع کا قصد کرنے کے سبب انسانی کلام کی طرح ہو کر اللہ کے کلام سے حکماً خارج ہوا، اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ انسانی کلام کے مشابہ ہوا (یا) مصلی (صرف تلاوت کا) قصد کرے ایک یہ صورت اور دوسری یہ: (یا تلاوت اور اطلاع) دونوں (کا تو)

دونوں صورتوں میں (نماز باطل نہ ہو گی) پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ اس میں اطلاع کا قصد نہیں ہے اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ تلاوت کے قصد کے ساتھ اطلاع کا قصد ہونے کی بناء پر اس کو قصدِ تلاوت کے تابع قرار دیا گیا (وَتَبطُلُ بِوُصُوْلِ عَيْنٍ وَاِنْ قَلَّتْ اِلیٰ جَوْفِهٖ عَمْدًا وَكَذَا سَهْوًا أَوْ جَهْلاً بِالتَّحْرِيْمِ اِنْ كَثُرَتْ عُرْفًا لاَ اِنْ قَلَّتْ، اور) مصلی کی (نماز باطل ہو گی اس کے پیٹ تک کسی چیز کے پہنچنے سے عمداً اگر چہ) وہ چیز (تھوڑی ہو) اس لئے کہ نماز کی ھیئت یعنی حالت مذکر ہے یعنی اس کو یاد دلانے والی ہے کہ وہ نماز میں ہے (اور اسی طرح بھولے سے) کسی چیز کے پیٹ میں پہنچنے سے نماز باطل ہو گی (یا حرمت سے ناواقفیت) کی صورت (میں) کسی چیز کے پیٹ میں پہنچنے سے بھی نماز باطل ہو گی (اگر عرف کے مطابق) پیٹ میں پہنچنے والی چیز (زیادہ ہو، کم ہو تو) نماز (باطل نہ ہو گی) مصنفؒ کی یہ قید: لا ان قلت [کم ہو تو نماز باطل نہ ہو گی] مذکورہ عمد، سہو اور جہل ان تینوں صورتوں میں سے صرف: سہو اور جہل والی دونوں صورتوں کے لئے ہے، عمد والی صورت میں مطلقانماز باطل ہو گی چاہے وہ چیز کم ہو یا زیادہ، یہ ہی وجہ ہیکہ مصنفؒ نے اس صورت میں: وان قلت کی قید لگائی ہے، بھولے سے پیٹ میں کسی چیز کا زیادہ پہنچنا نماز کو باطل کرتا ہے، روزہ کو نہیں، فرق یہ ہیکہ نماز کی ھیئت مذکر ہے اس کے بر خلاف روزہ کی ھیئت مذکر نہیں۔

(دانتوں کے درمیان پھنسی ہوئی چیز یا بلغم پیٹ میں چلا جائے تو نماز کا حکم)

دانتوں کے درمیان پھنسی ہوئی چیز اور سر سے اترے ہوئے بلغم کو جان بوجھکر نگلے تو نماز باطل ہو گی، بے اختیاری یا روکنے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں چلا جائے تو نماز باطل نہ ہو گی (روضہ ص ۲۹۶ ج ۱) (وَتَبطُلُ بِزِيَادَةِ رُكْنٍ فِعْلِيٍّ كَرُكُوْعٍ عَمْدًا لاَ سَهْوًا لاَ بِقَوْلِيٍّ عَمْدًا كَتَكْرَارِ الْفَاتِحَةِ أَوِ التَّشَهُّدِ أَوْ قِرَائَتِهِمَا فِي غَيْرِ مَحَلِّهِمَا اور جان بوجھکر رکنِ

فعلی کی زیادتی سے) بھی (نماز باطل ہو گی) رکن فعلی (جیسے رکوع) وغیرہ کیونکہ لہو ولعب کی صورت پائی گئی (بھولے سے) رکنِ فعلی کی زیادتی کی صورت میں (نماز باطل نہ ہو گی) اس لئے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ظہر کی ۵ رکعتیں پڑھی تو سجدۂ سہو کیا لیکن نماز کا اعادہ نہیں کیا (جان بوجھکر رکنِ قولی) کی زیادتی (سے نماز باطل نہ ہو گی) رکنِ قولی (جیسے سورۂ فاتحہ یا تشہد کو مکرر) یعنی ایک سے زائد بار (پڑھنا یا ان دونوں کو) مکمل یا ان میں سے ہر ایک کے بعض حصہ کو (ان کے محل کے علاوہ میں پڑھنا) مطلب یہ ہیکہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا محل قیام ہے لیکن رکوع میں پڑھے اسی طرح تشہد پڑھنے کا محل درود سے پہلے ہے لیکن دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں پڑھے تو مذکورہ دونوں صورتوں میں نماز باطل نہ ہو گی لیکن سجدۂ سہو لاحق ہو گا، مأمور بہ تحفظ کو ترک کرنے کی بناء پر، [ان قرأ] الفاتحۃ او السورۃ [فی غیر محل القراءۃ] کالرکوع والاعتدال [أو تشہد فی غیر محلہ] کالجلوس بین السجدتین [أو صلی علی النبی ﷺ فی غیر محلہ] کالرکوع [فیسجد] لذلک [سواء فعلہ سہوا أو عمدا] لترکہ التحفظ المأمور بہ فی الصلاۃ فرضھا ونفلھا امرا مئو کدا کتأکد التشھد الاول نعم لو قرأ السورۃ قبل الفاتحۃ لم یسجد لان القیام محلھا فی الجملۃ ویقاس بہ ما لو صلی علی النبی ﷺ قبل التشھد (شرح ھیتمی علی مختصر ص۳۰۶ ج ۱) عبارت سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ یا سورت کو ان کے محل کے علاوہ جیسے رکوع اور اعتدال میں پڑھے یا تشہد کو اس کے محل کے علاوہ جیسے ۲ سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں پڑھے یا نبی کریم ﷺ پر درود اس کے محل کے علاوہ جیسے رکوع میں پڑھے تو ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو لاحق ہو گا چاہے یہ بھولے سے ہو یا جان بوجھکر ہاں اگر سورت کو قیام میں ہی سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھے (یا سورۂ فاتحہ کو سورت کے بعد پڑھے) تو سجدۂ سہو لاحق نہ ہو گا اس لئے کہ اس کا محل قیام ہے (اور قیام میں ہی پڑھنا واقع ہوا اگر چہ آگے، پیچھے) اور اس سے قیاس کیا گیا ہے نبی کریم ﷺ

پر درود پڑھنے کی جگہ میں تشھد سے پہلے درود پڑھنے کو (اسی طرح تشھد کی جگہ میں درود کے بعد تشھد پڑھنے کو) مطلب یہ ہیکہ اس صورت میں سجدۂ سہو لاحق نہ ہو گا،

(تنبیہ)

لو رفع المصلی رأسہ عن محل سجودہ لنحو خشونتہ او نقل جبھتہ لمحل آخر فان کان بعد تمام السجود بطلت و الا فلا (حاشیۃ قلیوبی ص۱۹۰ج۱) اگر مصلی سجدہ کی جگہ سے اپنا سر اٹھائے، سجدہ کی جگہ کھردری وغیرہ ہونے کی بناء پر یا اپنی پیشانی اٹھا کر دوسری جگہ رکھے تو نماز باطل ہو گی اگر یہ [یعنی سر اٹھانا اور پیشانی دوسری جگہ رکھنا] سجدہ مکمل ہونے کے بعد ہو ورنہ نماز باطل نہ ہو گی۔

(**وَتَبْطُلُ بِزِيَادَةِ فِعْلٍ وَلَوْ سَهْوًا مِنْ غَيْرِ جِنْسِ الصَّلَاةِ اِنْ كَثُرَ مُتَوَالِيًا كَثَلَاثِ خَطَوَاتٍ أَوْ ضَرَبَاتٍ مُتَوَالِيَاتٍ**، اور) مصلی سے سرزد ہونے والے (جنس نماز کے علاوہ عملِ کثیر سے) دو قیدوں کے ساتھ (نماز باطل ہوتی ہے اگر چہ بھولے سے ہو) پہلی قید یہ ہے کہ: (اگر) عرف کے مطابق وہ عمل (کثیر ہو) اور دوسری قید یہ ہے کہ وہ عملِ کثیر (پے در پے ہو) یہ حکم عام حالت کی نمازوں کا ہے، شدتِ خوف کی نماز میں حاجت کے بقدر گنجائش ہے جس کے احکام ان شاء اللہ اپنی جگہ آئیں گے، آگے مصنفؒ عملِ کثیر کی مثال بیان فرمارہے ہیں: (جیسے پے در پے ۳ خطوہ یا پے در پے ۳ ضرب) یعنی ۳ مرتبہ مارنا، نماز کو باطل کرتا ہے اس لئے کہ عملِ کثیر نظمِ نماز کو متغیر کرتا ہے اور خشوع جو نماز کا مقصود ہے اس کو ختم کرتا ہے (کفایہ ص۱۸۲) **جمع خطوۃ وھی نقل القدم، فان نقل الاخری عدت حرکۃ ثانیۃ** (انوار المسالک ص۶۰) **خطوات**: خطوۃ کی جمع ہے، اور خطوۃ یعنی قدم کو منتقل کرنا کسی بھی جہت میں، اگر دوسری بار قدم منتقل کرے تو دوسری حرکت [یعنی دوسرا خطوہ] شمار ہو گا چاہے دوسرا قدم پہلے قدم کے برابر رکھے یا آگے پیچھے، قدم کو منتقل کرنا یعنی اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا، یہ ایک خطوہ ہوا، دوسری جگہ رکھنے کے بعد پھر وہاں سے قدم ہٹا کر پہلی

جگہ رکھے یا کسی اور جگہ تو یہ دوسرا خطوہ ہوا لیکن دوسری جگہ رکھنے سے پہلے ہی اپنی اصل [پہلی] جگہ پر رکھے تو ایک ہی خطوہ شمار ہو گا، اس کے بر خلاف ہاتھ میں یہ قید [یعنی رکھنے کے بعد یا رکھنے سے پہلے] نہیں ہے مطلب یہ ہیکہ ہاتھ کو لے جانا اور واپس لانا ایک ہی حرکت شمار ہو گی [قولہ فالخطوتان] مثنی خطوۃ وان اتسعت جدا حیث خلت عن الوثبۃ وھی بفتح الخاء نقل القدم عن محلہ سواء اعادہ الی محلہ او غیرہ فان اعادہ لذلک بعد سکونہ فخطوۃ ثانیۃ والا فواحدۃ وبضمھا ما بین القدمین وذھاب الید وعودھا کالرجل والفرق بأن شأن الید العود الی محلھا بخلاف الرجل غیر مستقیم (حاشیۂ قلیوبی ص۱۹۰ ج۱) ماتن کا قول:خطوتان، خطوۃ کا تثنیہ ہے خطوۃ: [قدم منتقل کرنا] اگرچہ بہت کشادہ ہو لیکن وثبۃ [کودنے] کے حکم سے خالی ہو، خطوۃ کا معنی خاء کے فتح کے ساتھ قدم اپنی جگہ سے منتقل کرنا ہے چاہے قدم اسی [پہلی] جگہ کی طرف [جہاں سے قدم اٹھایا تھا] یا اسکے علاوہ جگہ کی طرف واپس لے آئے اگر [دوسری جگہ] رکھنے کے بعد واپس لے آئے تو دوسرا خطوۃ ہو گا ورنہ یعنی رکھنے سے پہلے ہی جہاں سے اٹھایا تھا وہاں رکھے تو ایک خطوۃ ہو گا، خطوۃ کا معنی خاء کے ضمہ کے ساتھ دو قدموں کی درمیانی جگہ ہے ہاتھ کو لے جانا اور واپس لانا پاؤں کی طرح ہے، اور ہاتھ اور پاؤں میں فرق درست نہیں اس دلیل سے کہ ہاتھ کی شان، حال، اپنی جگہ لوٹنا ہے اور پاؤں کی یہ شان نہیں [قولہ کثلاث خطوات] اضطرب المتأخرون فی تعریف الخطوۃ والذی افتی بہ الوالد انھا عبارۃ عن نقل رجل واحدۃ الی ای جھۃ کانت فان نقلۃ الاخری عدت ثانیۃ سواء ساوی بھا الاولی ام قدمھا ام اخرھا عنھا اذالمعتبر تعدد الفعل وذھاب الید وعودھا ای علی التوالی مرۃ واحدۃ فیما یظھر وکذا رفعھا ثم وضعھا علی محل الحک۔۔ قولہ وذھاب الید وعودھا الخ بخلاف الرجل فان ذھابھا ورجوعھا حرکتان والفرق بینھا وبین الید ان الید یبتلی بتحریکھا کثیرا بخلاف الرجل لان عادتھا السکون (حاشیۃ الجمل مع شرح المنھج ص۴۳۴ ج۱) متأخرین میں تعریفِ خطوۃ میں اختلاف ہے،

اور والد کا فتوی یہ ہیکہ: قدم کو کسی بھی جہت میں منتقل کرنا، اگر دوسرا قدم منتقل کرے تو دوسرا خطوۃ شمار ہو گا چاہے دوسرا قدم پہلے کے برابر رکھے یا آگے پیچھے اس لئے کہ معتبر تعداد فعل ہے، اور ہاتھ کا جانا اور لوٹنا چہ بچہ ایک شمار ہو گا ظاہر میں، اور اسی طرح محلِ حک[کھجلانے کی جگہ] میں رکھنا، اس کے بر خلاف قدم کا جانا اور آنا دو حرکتیں ہیں، اس فرق کی وجہ یہ ہیکہ ہاتھ ابتلاء حرکت میں کثیر ہے، بر خلاف پاؤں کے کہ اس کی شان [حالت] سکون ہے، جو چیز افعالِ نماز میں سے نہیں ہے اس کی ۲ قسمیں ہیں: ایک یہ ہے کہ وہ چیز جنسِ نماز میں سے ہو اور دوسری قسم یہ ہے کہ: وہ جنسِ نماز میں سے نہ ہو، جنس نماز کی کسی چیز کو جیسے رکوع یا سجدہ یا رکعت کو بھولکر پڑھے تو نماز باطل نہ ہو گی اور اگر جان بوجھکر پڑھے تو نماز باطل ہو گی چاہے کم ہو، دوسری قسم میں عملِ کثیر داخل ہے [جیسا کہ مصنفؒ نے بھی اس کو جنس نماز کے علاوہ میں شمار کیا ہے] یہ نماز کو باطل کرتا ہے اور اگر عملِ قلیل [کم] ہو تو باطل نہیں کرتا (روضۃ ص۲۹۳ ج۱) قلیل و کثیر کے فرق میں اعتبار عرف کا ہو گا [یعنی لوگ جسے کم سمجھیں وہ کم اور جسے زیادہ سمجھیں وہ زیادہ ہو گا] (منهاج مع شرح محلی فی حا شيتان ص ۱۹۰ ج ۱) (لاَاِنْ قَلَّ کَخَطْوَتَيْنِ أَوْ كَثُرَ وَ تَفَرَّقَ بِحَيْثُ يُعَدُّ الثَّانِي مُنْقَطِعًا عَنِ الْأَوَّلِ، اگر) مصلی سے سرزد ہونے والا عمل کثیر نہ ہو بلکہ (قلیل ہو جیسے دو خطوہ) یا دو ضرب چاہے پے درپے ہو یا متفرق یعنی ایک دوسرے سے جدا شمار ہو تب بھی قلیل ہے، نماز باطل نہ ہو گی، [فالخطوتان أو الضربتان قليل و الثلاث] من ذلک [كثير ان توالت] [قول المتن ان توالت] ای ولو من اجناس کخطوة و ضربة وخلع نعل (منهاج مع شرح محلی وحا شیۂ عمیره ص ۱۹۰ ج ۱) دو خطوہ یا دو ضرب قلیل ہے اور ان میں سے تین کثیر ہیں اگر پے درپے ہو، ماتن کا قول: ان توالت: یعنی اگر چہ اجناس [یعنی مختلف افعال] میں سے ہو جیسے خطوہ، ضرب اور جوتا اتارنا، مطلب یہ ہیکہ یہ تین کثیر ہیں اگر پے درپے ہوں (یا) یہ کہ (کثیر ہوں لیکن متفرق) آگے مصنفؒ تفریق کی صورت بیان

فرما رہے ہیں: (اس طرح کہ دوسرا فعل پہلے فعل سے جدا شمار کیا جائے تو) یہ عمل بھی قلیل ہے (نماز باطل نہ ہو گی) اس لئے کہ عمل قلیل محل حاجت میں ہے (کفا یۃ الاخیار ص۱۸۲) ایک فعل کو دوسرے فعل سے جدا شمار کرنے اور نہ کرنے میں فیصلہ عادت کا ہو گا (شرح محلی فی حا شیتان ص۱۹۰ ج ۱) یعنی لوگ جس فعل کو جدا شمار کرے وہ جدا ہو گا اور جس کو جدا شمار نہ کرے وہ جدا نہ ہو گا (فَإِنْ فَحُشَ كَوَثْبَةٍ بَطَلَتْ) عمل قلیل سے اس وقت نماز باطل نہ ہو گی جبکہ وہ اپنے حد میں ہو (اگر) اس میں (فحش پنہ) یعنی حد تجاوزی سرزد (ہو جیسے کودنا تو نماز باطل ہو گی) چونکہ یہ نماز کے منافی ہے اسی طرح اگر کسی عمل قلیل سے لہو و لعب کا ارادہ ہو تو بھی نماز باطل ہو گی، ویستثنی من الفعل القلیل ای من عدم البطلان بہ الفعل بقصد اللعب فتبطل بہ الصلاۃ و لو کان قلیلا (فیض ص۱۳۵ ج ۱)

عمل حد کثیر کو پہنچایا نہیں شک ہو تو نماز کا حکم کیا ہو گا

و لو تردد فی فعل ھل انتھی الی حد الکثرۃ ام لا؟ قال الامام ینقدح فیہ ثلاثۃ او جہ اظھرھا انہ لا یؤثر (اقناع ص۱۳۸ ج ۱) اور اگر کسی عمل میں شک ہو جائے کہ حد کثیر کو پہنچا یا نہیں؟ تو امام فرماتے ہیں اس میں (۳) وجوہات ظاہر ہیں جن میں اظہر وجہ کے مطابق [شک نماز کے لئے] نقصان دہ نہ ہو گا۔

(وَلَا تَضُرُّهُ حَرَكَاتٌ خَفِيفَةٌ كَحَكٍّ بِأَصَابِعِهِ وَإِدَارَةِ سُبْحَةٍ اور مصلی کے لئے خفیف) یعنی ہلکی (حرکتیں نقصان دہ نہ ہوں گی) مطلب یہ ہیکہ ان سے نماز باطل نہ ہو گی اگر چہ پے در پے ہوں (جیسے انگلیوں سے کھجانا اور) ہاتھ میں انگلیوں سے (تسبیح کے دانے گھمانا) اس لئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کا حکم فرمایا ہے اور اس لئے بھی کہ مصلی عملِ قلیل سے خالی نہیں ہوتا لہذا نماز باطل نہ ہو گی لیکن اگر انگلیوں سے کھجانے یا تسبیح کے دانے گھمانے کے سبب ہتھیلی ۳بار پے در پے حرکت کرے تو نماز باطل ہو گی [عملِ کثیر ہونے کی وجہ سے] (وَلَا سُكُوتٌ طَوِيلٌ وَإِشَارَةٌ مُفْهِمَةٌ مِنْ أَخْرَسَ زیادہ دیر خاموشی) نقصان دہ نہ ہو گی چاہے عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر کے، بھولکر ہو یا جان بوجھکر، قیام میں ہو یا قعود میں، رکوع میں ہو یا سجود میں، اس لئے کہ یہ نماز کی ھیئت کو

متغیر نہیں کرتی (اور گونگے کا سمجھ میں آنے والا) بیع یا نکاح یا طلاق وغیرہ سے متعلق (اشارہ نقصان دہ نہ ہو گا) اس لئے کہ اس کو نہ کلام شمار کیا جاتا ہے اور نہ یہ فعلِ کثیر ہے، لیکن جان بوجھکر زیادہ دیر غیر مشروع خاموشی [یعنی وہ خاموشی جس کا شرعا نماز میں ثبوت نہیں ہے اس] سے چھوٹے رکن جیسے اعتدال وغیرہ کو طویل کرنا نماز کو باطل کرتا ہے، بھولے سے طویل کرنا باطل نہیں کرتا لیکن سجدۂ سہو لاحق ہوتا ہے (وتطویل الرکن القصیر) عمدا بسکوت أو ذکر أو قرآن لم یشرع فیه (یبطل عمده) الصلاة (فی الاصح) ۔۔لان تطویله یخل بالموالاة کما قاله الامام (فیسجد لسهوه) ۔۔ وخرج بقولنا لم یشرع تطویله ماشرع تطویله بقدر القنوت فی محله أو التسبیح فی صلاته أو القراءة فی الکسوف فلا یؤثر (منهاج مع نهایه ص ۷۱ ج ۲) رکن قصیر کو عمدا طویل کرنا سکوت سے یا ذکر سے یا قرآن سے جو اس رکن میں مشروع نہیں نماز کو باطل کرے گا اصح قول کے مطابق اس لئے کہ تطویل موالات میں مخل ہے جیسا کہ امام نے فرمایا، اگر تطویل سہوا ہو تو سجدہ کرے گا، لم یشرع تطویلہ، کی قید سے وہ رکن نکل گیا جس کی تطویل مشروع ہے قنوت کے بقدر اس کے محل میں یا تسبیح صلاۃ التسبیح میں یا قرأت کسوف میں تو یہ تطویل مؤثر و مبطل نہ ہو گی،

مصنفؒ مفسداتِ اور غیر مفسداتِ نماز سے فارغ ہوئے اب مکروہاتِ نماز کو شروع فرما رہے ہیں:

(وَ تُكْرَهُ وَهُوَ يُدَافِعُ الأَخْبَثَيْنِ وَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ أَوْ شَرَابٍ يَتُوْقُ اِلَيْهِ اِلاَّ اِنْ خَشِيَ خُرُوْجَ الْوَقْتِ، مصلی کے لئے پیشاب، پاخانہ کو روک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے) اس لئے کہ اس سے خشوع میں خلل پیدا ہو گا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: نماز نہیں [یعنی کامل نماز نہیں] اس شخص کی جو پیشاب، پاخانہ کو [جب کہ اس کا غلبہ ہو] روک کر نماز پڑھے، اس

سے فارغ ہو کر نماز پڑھنا سنت ہے [تا کہ خشوع میں خلل پیدا نہ ہو] (اور) مصلی کے لئے (کھانے یا پینے کی موجودگی میں) نماز پڑھنا مکروہ ہے (جبکہ) مصلی کا (دل اس) کھانے یا پینے (کی طرف مائل ہو) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز نہیں [یعنی کامل نماز نہیں] اس شخص کی جو کھانے [یا پینے] کی موجودگی میں [جب کہ دل اس کی طرف مائل ہو] نماز پڑھے (مگر یہ کہ وقتِ نماز نکلنے کا خوف ہو) مطلب یہ ہے کہ پیشاب وغیرہ سے فارغ ہونے کے لئے مشغول ہونے کی وجہ سے وقتِ نماز نکلنے کا خوف ہو تو پیشاب وغیرہ کی حاجت کے باوجود نماز پڑھے، حرمتِ وقت کی حفاظت کرتے ہوئے (وَيُكْرَهُ تَشْبِيكُ أَصَابِعِهِ وَالْإِلْتِفَاتُ لِغَيْرِ حَاجَةٍ اور) مصلی کے لئے بحالتِ نماز (اپنی انگلیاں آپس میں داخل کرنا مکروہ ہے) ویکرہ أن یروح علی نفسہ فی الصلاۃ وأن یفرق أصابعہ أو یشبکھا لانہ عبث (نہایہ ص٦٢ ج٢) (قولہ أو یشبکھا) أی فی الصلاۃ وکذا خارجھا ان کان منتظرا لھا أو متوجھا الیھا فی الطریق (حاشیۂ نہایہ ص٦٢ ج٢) نماز میں ایک قدم پر زیادہ وزن دینا دوسرے قدم کو راحت پہنچانے کے لئے، اور انگلیاں چٹخانا اور ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا مکروہ ہے عبث ہونے کی وجہ سے اور تشبیک مکروہ ہے نماز میں، اسی طرح وقتِ انتظار میں اور نماز کے لئے آتے ہوئے راستہ میں، (اور بغیر حاجت کے) چہرہ (گھما کر دیکھنا) مکروہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل برابر متوجہ رہتے ہیں اپنے بندہ کی طرف نماز کی حالت میں جب تک کہ بندہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو اور بندہ جب دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ اس سے اعراض فرماتے ہیں، اگر حاجت ہو تو چہرہ گھما کر دیکھنا مکروہ نہیں اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو گھاٹی میں نگرانی

کے لئے بھیجا تو آپ ﷺ نماز میں گھاٹی کی طرف متوجہ ہوئے تھے (نہایہ ص۵۷ ج ۲) سینہ گھما کر دیکھنا نماز کو باطل کرے گا (وَرَفْعُ بَصَرِهِ اِلَی السَّمَاءِ وَالنَّظْرُ اِلیٰ مَایُلْهِيْهِ اور) مصلی کے لئے بحالتِ نماز (اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا) اگرچہ سر اٹھائے بغیر ہو مکروہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان قوموں کا کیا حال ہے جو اپنی نگاہیں نماز کی حالت میں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں یہ لوگ اس سے باز آجاوے یا ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی، اس حکم میں نابینا بھی شامل ہے (اوراس چیز کی طرف دیکھنا) مکروہ ہے (جو مصلی کو) نماز سے (غافل کردے) حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر منقش چادر تھی، نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اس کے نقوش نے مجھے غافل کر دیا اس کو ابو جہم کو دیدو اور انبجانی لے آؤ [اس حدیث کی رو سے معلوم ہوا کہ تصویر والے کپڑے کے سامنے یا اوپر یا اسی کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے] اسی طرح ایسے رنگین کپڑے کے اوپر وغیرہ نماز پڑھنا جو نماز سے غافل کر دے مکروہ ہے) (وَكَفُّ ثَوْبِهِ وَشَعَرِهِ وَ وَضْعُهُ تَحْتَ عِمَامَتِهِ اور) مصلی کے لئے مکروہ ہے (اپنے کپڑے اور بال کو) سجدہ کرنے سے،

(روکنا) آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا کہ میں بال یا کپڑے کو (سجدہ کرنے سے) نہ روکوں [تاکہ یہ بھی سجدہ کرے سجدہ کرنے والے کے ساتھ] (نہایہ ص۵۸ ج ۲) یہ حکم مرد کے لئے ہے، عورت کو چوٹی وغیرہ کے بال کھولنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس میں مشقت ہے (اور) مکروہ ہے (بال کو اپنے عمامہ کے نیچے رکھنا) بال کو سجدہ کرنے سے روکنے کی ۲ صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ ہاتھ سے روکنا اور دوسری صورت یہ ہے کہ بال کو عمامہ کے نیچے رکھنا [قوله وكف شعره] أى منعه من السجود معه اما بيده أو بجعله تحت عمامته (حاشیۂ اقناع ص ۱٤٠ ج ۱) محشی فرماتے ہیں: صاحب اقناع کا قول: وکف شعرہ: یعنی سجدہ کرنے والے کے ساتھ بال کو سجدہ کرنے سے روکنا یا تو ہاتھ کے ذریعہ یا بال کو عمامہ

کے نیچے رکھکر، لہذا اس دوسری صورت کی کراہت کی دلیل وہی مذکورہ بالا حدیث ہو گی (وَمَسْحُ الْغُبَارِ عَنْ جَبْهَتِهِ وَ التّثَاؤُبُ فَإِنْ غَلَبَهُ وَضَعَ يَدَهُ عَلىَ فَمِهِ اور) مکروہ ہے (اپنی پیشانی سے غبار صاف کرنا) اس لئے کہ یہ عبادت کے اثر کو ختم کرتا ہے (اور) مکروہ ہے (منہ کھولنا) جُمائی لیتے ہوئے، اس لئے کہ شیطان اس سے ہنستا اور خوش ہوتا ہے (اگر اس کا غلبہ ہو جائے) مطلب یہ ہے کہ منہ کا کھلنا اس طرح غالب آجائے کہ روکنا ممکن نہ ہو (تو) [اس صورت میں مکروہ نہ ہو گا لیکن] (منہ پر اپنا ہاتھ رکھے) بایاں ہاتھ رکھنا اولی ہے اس لئے کہ شیطان اذی [گندہ] ہے اور اذی کو دور کرنے کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کیا جاتا ہے، اور بائیں ہاتھ کی پشت رکھنا اولی ہے اگر آسان ہو ورنہ پیٹ [اندرونی حصہ] رکھے اگر آسان ہو ورنہ دایاں ہاتھ، اس لئے کہ منہ پر ہاتھ رکھنے سے دفع حاصل ہو جائے گا، **ویکرہ التثاؤب حیث أمکن دفعه لخبر مسلم اذا تثاؤب احدکم وھو فی الصلاۃ فلیردہ ما استطاع فان احدکم اذا قال ھا ھا ضحک الشیطان منه ولا تختص الکراھت بالصلاۃ بل خارجھا کذلک** (حاشیة الجمل ص ٤٤٠ ج ١) اگر تثاؤب کو روکنا ممکن ہو [اور نہ روکے] تو مکروہ ہے حدیث مسلم کی بناء پر کہ جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں تثاؤب آئے تو اسے چاہیئے کہ اس کو اپنی ممکنہ کوشش سے روکے اس لئے کہ جب کوئی، ھاھا، کہتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے، یہ کراہت نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ نماز کے باہر بھی ہے، اور دوسری حدیث میں ہے: **اذا تثاؤب احدکم فلیمسک بیدہ علی فیه فان الشیطان یدخل** (شرح منهج فی حاشیة الجمل ص ٤٤٠ ج ١) جب تم میں سے کسی کو تثاؤب [جُمائی] آئے تو اسے چاہیئے کہ اس کو منہ پر ہاتھ رکھکر روکے ورنہ شیطان داخل ہوتا ہے،

(اعتراض اور جواب)

اعتراض: شیطان کو جسم ہے پھر وہ کیسے انسان کے دل میں داخل ہوتا ہے؟

جواب: و اجيب بان الشيا طين لهم قو ة التطور فيجو ز أن يتصور بصورة الهواء فيد خل حقيقة هذا هو الظا هر من الا حا ديث الوا ردة فى مثله ويحتمل أنه مجا ز عما يحصل من الخوا طر النفسانية للمصلى و لعل وضع اليد على الفم على هذا تصوير لحا له بحا ل من يدفع عن نفسه من يقصده با لاذى (حا شية الجمل ص ٤٤٠ ج ١)

شیاطین کو صورتیں بدلنے کی قوت ہے تو ممکن ہے کہ وہ ہوا کی صورت اختیار کرلے اور حقیقت میں داخل ہو جائے، یہ احادیث کا ظاہر ہے، اور احتمال ہیکہ مجازاوہ نفسانی خیالات مراد ہوں جو مصلی کے دل میں آتے ہیں، اور اس طرح منہ پر ہاتھ رکھنا تصویر کشی ہے اپنے سے اذی کو دفع کرنے والے کی،

(وَ الْمَبَالَغَةُ فِي خَفْضِ الرَّأسِ فِي الرُّكُوْعِ وَوَضْعُ يَدِهِ عَلىَ خَاصِرَتِهِ وَ الْبُصَاقُ قِبَلَ وَجْهِهِ وَيَمِيْنِهِ بَلْ عَنْ يَسَارِهِ أوْ فِي ثَوْبِهِ أوْ تَحْتَ قَدَمِهِ اور) مکروہ ہے (رکوع میں سر کو جھکانے میں زیادتی کرنا) فعل نبی ﷺ سے تجاوز کرنے کی وجہ سے (اور) مکروہ ہے (کوکھ پر ہاتھ رکھنا) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایاہے (اور) مکروہ ہے مصلی کے لئے (اپنے چہرہ کے سامنے اور دائیں جانب تھوکنا بلکہ بائیں جانب) تھوکے (یا کپڑے میں یا) بائیں (پاؤں کے نیچے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے لہذا سامنے اور دائیں جانب نہ تھوکے لیکن بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ مصلی مسجد میں نہ ہو اگر ہو تو اس میں تھوکنا حرام ہے بلکہ بائیں جانب کپڑے کے کسی حصہ میں تھوکے جیسے آستین وغیرہ، حرمت کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ دفن کرنا ہے،

مصنفؒ مکروہاتِ نماز کے بیان سے فارغ ہوئے اب نماز کے شرائط، ارکان، ابعاض اور سنن کی صرف تعداد کا ذکر فرمارہے ہیں اس لئے کہ تفصیل ماقبل میں گزرچکی چنانچہ فرماتے ہیں:

(وَ لِلصَّلاۃِ شُرُوْطٌ وَأرْكَانٌ وَأبْعاضٌ وَسُنَنٌ، اور نماز کے لئے شرائط، ارکان، ابعاض اور سنن ہیں)

(فَشُرُوْطُهاَ ثَمَانِيَة: طَهارَةُالْحَدَثِ، والنَّجَسِ، وَ سَتْرُ الْعَوْرَةِ، وَ اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ، وَاجْتِنَابُ الْمَنَاهِي الْمَذْكُوْرَةِ: وَهِيَ الْكَلامُ وَالأَكْلُ وَ الْفِعْلُ الْكَثِيْرُ وَ مَعْرِفَةُ دُخُوْلِ الْوَقْتِ وَ لَوْ ظَنًّا وَ الْعِلْمُ بِفَرْضِيَّةِ الصَّلاةِ وَبِكَيْفِيَتِهَا فَمَتىٰ أَخَلَّ بِشَرْطٍ مِنْهَا بَطَلَتِ الصَّلَاةُ مِثْلُ أنْ يَسْبِقَهُ الْحَدَثُ فِيْهَا وَلَوْ سَهْوًا أَوْ تُصِيْبَهُ نَجَاسَةٌ رَطْبَةٌ وَلَمْ يُلْقِ الثَّوْبَ أَوْ يَابِسَةٌ فَيُلْقِيْهَا بِيَدِهِ أَوْ كُمِّهِ أَوْ تَكْشِفَ الرِّيْحُ عَوْرَتَهُ وَتَبْعُدَ السُّتْرَةُ نماز کے شرائط آٹھ ہیں): (۱) (حدث سے) اعضاء کا (پاک ہونا) حدث چاہے اصغر ہو یا اکبر (اور) (۲) (نجاست سے) بدن، کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا (اور) (۳) (ستر کا چھپانا) ما قبل میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق (اور) (۴) (قبلہ کی طرف رخ کرنا اور) (۵) (ذکر کردہ مناھی) یعنی وہ امور جن سے روکا گیا ہے ان (سے بچنا) مطلب یہ ہیکہ مبطلِ نماز چیزوں سے بچنا (اور یہ) یعنی مناھی: (بات کرنا، کھانا اور عمل کثیر ہے اور) (٦) (دخولِ وقتِ نماز کو جاننا اگرچہ ظن سے ہو) مطلب یہ ہے کہ مصلی کو دخولِ وقت کا یقین ہو یا ظن غالب یعنی دخولِ وقت راجح ہو (اور) (۷) (نماز کی فرضیت کو جاننا اور) (۸) (نماز کی کیفیت کو جاننا، جب مذکورہ شرطوں میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو نماز باطل ہو گی مثلا یہ کہ مصلی کو نماز میں حدث) اصغر یا اکبر (لاحق ہو جائے اگرچہ بھولے سے) تو نماز باطل ہو گی اس لئے کہ طھارتِ حدث کی شرط فوت ہوئی (یا) مثلا یہ کہ (مصلی کے کپڑے کو گیلی نجاست لگ جائے اور وہ کپڑے کو اپنے بدن سے علیحدہ کرکے ڈال نہ دے یا) مثلا یہ کہ مصلی کو (خشک) نجاست لگ جائے (پھر مصلی اس) نجاسست (کو اپنے ہاتھ یا آستین سے پھینک دے) تو نماز باطل ہو گی اس لئے کہ وہ نجاست کو اٹھانے والا ہوا اور نجاست سے اس کا اتصال و اختلاط رہا لہذا نجاست سے طھارت کی شرط فوت ہوئی، فلو وقعت علیه نجاسة

رطبۃ أو یابسۃ فأزالھا فی الحال بقلع ثوب أو نفض لم یضر ولا یجوز ان ینحی النجاسۃ بیدہ أو کمہ فان فعل بطلت صلاتہ فان نحاھا بعود فکذا فی أحد وجھین وھو المعتمد (اقناع ص۱۳۸ ج۱) اگر مصلی پر تر یا خشک نجاست گر جائے پھر فورا اسکو کپڑا نکالنے یا جھاڑنے کے ذریعہ ہٹادے تو نقصان دہ نہ ہوگا [یعنی نماز صحیح ہوگی] اور مصلی کے لئے جائز نہیں ہے کہ نجاست کو اپنے ہاتھ یا آستین کے ذریعہ ہٹادے اگر ایسا کرے تو اس کی نماز باطل ہوگی، اگر نجاست کو لکڑی سے ہٹادے تو ۲ وجھوں میں سے ایک وجہ کے مطابق یہ ہی حکم ہوگا [یعنی نماز باطل ہوگی] اور یہ وجہ معتمد ہے (یا) مثلا یہ کہ (ہوا سے مصلی کا ستر کھل جائے اور ساتر) یعنی ستر کو چھپانے والی چیز مثلا لنگی یا لپیٹا ہوا کپڑا وغیرہ (دور چلا جائے) تو نماز باطل ہوگی، مطلب یہ ہے کہ ہوا سے ساتر اڑکر دور جگہ کی طرف چلا جائے جس کی بناء پر فورا ستر کا چھپانا ممکن نہ ہونے کی وجہ سے نماز باطل ہوگی اس لئے کہ ستر عورۃ کی شرط فوت ہوئی، ہاں اگر فورا چھپائے تو نماز باطل نہ ہوگی [انکشاف العورۃ] وان لم یقصر کما لو طیرت الریح سترتہ الی مکان بعید فان أمکن ستر العورۃ فی الحال بان کشف الریح ثوبہ فردہ فی الحال لم تبطل صلاتہ لانتفاء المحذور ویغتفر ھذا العارض الیسیر (الفاظ ابی شجاع مع اقناع ص۱۳۹ ج۱) ستر کا کھلنا اگرچہ [مصلی کی] کوتاہی سے نہ ہو جیسا کہ اگر ہوا مصلی کے ساتر کو دور جگہ کی طرف اڑائے [تو نماز باطل ہوگی] اگر فورا ستر چھپانا ممکن ہو اس طرح کہ ہوا سے کپڑا کھل جائے اور فورا کپڑے کو لوٹادے تو نماز باطل نہ ہوگی انتفاء محذور کی بناء پر اور یہ معمولی عارض مغتفر و معفو عنہ ہے، فورا سے مراد: طمانینت کی مقدار گزرنے سے پہلے، مطلب یہ ہے کہ رکوع وغیرہ میں جانے کے بعد اعضاء کو اپنی جگہ رکھنے کے لئے جتنا وقت گزرتا ہے اتنے وقت سے پہلے ہو تو فورا کہا جائے گا [ورنہ نہیں] [باعتبار مفہوم مخالف] [قولہ فی الحال] ای قبل مضی قدر الطمأنینۃ (اقناع مع حاشیہ) محشی فرماتے ہیں: صاحب اقناع کا قول: فی الحال، یعنی طمانینت کی مقدار گزرنے سے پہلے،

(أَوْ یَعْتَقِدُ بَعْضَ أَفْعَالِهَا فَرْضًا وَ بَعْضَهَا سُنَّةً وَ لَمْ یُمَیِّزْ هُمَا یا) مثلاً یہ کہ (مصلی بعض افعال نماز کو فرض جانے اور بعض کو سنت لیکن ان دونوں میں فرق نہ کرے) یعنی متعین طور پر نہ جانتا ہو کہ کونسا فعل فرض ہے اور کونسا سنت تو نماز باطل ہوگی اس لئے کہ: العلم بفرضیۃ الصلاۃ، کی شرط فوت ہوئی (فَلَوِ اعْتَقَدَ أَنَّ جَمِیْعَهَا فَرْض أَوْ بَادَرَ بِإِلْقَاءِ الثَّوْبِ النَّجِسِ أَوْ بِنَفْضِ الْیَابِسَةِ أَوْ سَتْرِ الْعَوْرَةِ لَمْ تَبْطُلْ) آگے مصنفؒ جن صورتوں میں نماز باطل نہیں ہوتی ان کو بیان فرمارہے ہیں: (اگر) مصلی (تمام افعالِ نماز کو فرض جانے یا ناپاک کپڑے کو ہٹانے یا خشک) نجاست (جھاڑنے میں جلدی کرے) [بدن سے نجاست جلدی ہٹانے کا حکم بھی یہ ہی ہوگا کوئی فرق نہیں ہے] (یا ستر چھپانے میں) جلدی کرے (تو) ان تمام صورتوں میں (نماز باطل نہ ہوگی) مصلی کی کوتاہی نہ ہونے کی بناء پر، سنت کو فرض جاننا نقصان دہ نہیں ہے لہذا پہلی صورت میں نماز باطل نہ ہونے کی یہ بھی وجہ ہے، مصنفؒ شرائط کی تعداد کے ذکر سے فارغ ہوئے اب ارکان کی بھی صرف تعداد کا ذکر فرما رہے ہیں اس لئے کہ تفصیل ماقبل میں گزر چکی چنانچہ فرماتے ہیں:

(وَأَرْكَانُهَا سَبْعَةَ عَشَرَ: اَلنِّیَّةُ وَ تَكْبِیْرَةُ الإِحْرَامِ وَ الْقِیَامُ وَ الْفَاتِحَةُ وَ الرُّكُوْعُ وَ الطُّمَأْنِینةُ وَ الْإِعْتِدَالُ وَ الطُّمَأْنِینَةُ وَ السُّجُوْدُ و الطمأنینة وَ الْجُلُوْسُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ و الطمأنینةُ وَ التَّشَهُّدُ الأَخِیْرُ وَ جُلُوْسُهُ وَ الصَّلاَةُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰه علیه و سلم فِیْهِ وَ التَّسْلِیْمَةُ الْأُوْلَى وَ تَرْتِیْبُهَا هٰکَذَا، اور نماز کے ۱۷ ارکان ہیں)

ہر محل میں طمانینت کو رکن شمار کرنے کی وجہ سے نماز کے ارکان ۱۷ ہیں ورنہ بعضوں نے طمانینت کو رکن کے تابع قرار دیتے ہوئے ۱۳ ارکان شمار کئے ہیں، یہ اختلاف لفظی ہے، ان میں: (۱) (نیت) ہے تفصیل ماقبل میں گزر چکی، (۲) (تکبیر تحریمہ) (۳) (قیام) نمازِ فرض میں اگر اس پر قدرت ہو (۴) (سورۂ فاتحہ) یا اس کا بدل (۵) (رکوع) (۶) (اس میں طمانینت) (۷) (اعتدال) (۸) (اس میں طمانینت) (۹) (سجدہ) (۱۰) (اس میں طمانینت)

(۱۱)(۲ سجدوں کے درمیان بیٹھنا)(۱۲)(اس میں طمانینت)(۱۳)(آخری تشھد)(۱۴)(اس کے لئے بیٹھنا)(۱۵)(آخری تشھد میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا)(۱۶)(پہلا سلام پھیرنا اور)(۱۷)(اسی طرح) یعنی جس ترتیب سے ارکان ذکر کئے ہیں اسی (ترتیب سے کرنا) لیکن بعض ارکان ترتیب سے مستثنی ہیں جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ ان میں ترتیب نہیں ہے، تشھد اور نبی کریم ﷺ پر درود اور سلام کے لئے جلوس ان تینوں میں ترتیب نہیں، مصنفؒ ارکان کی تعداد کے ذکر سے فارغ ہوئے اب ابعاض کو ذکر فرمارہے ہیں:(وَأَبعَاضُهَا سِتَّة: اَلتَّشَهُّدُ الأَوَّلُ وَجُلوُسُهُ وَصَلاَةُ علی النبی صلی الله علیه وسلم فِيْهِ وَآلِهِ فِي الأَخِيْرِ وَ الْقُنُوْتُ وَقِيَامُهُ وَمَا عَدَا ذٰلک سُنَن اور نماز کے ابعاض ۶ ہیں):

ابعاض بعض کی جمع ہے، اور بعض کہتے ہیں: جس کے چھوٹنے پر سجدۂ سہو سے اس کا تدارک کیا جاتا ہے، کیونکہ حدیث میں اس سنت کے چھوٹنے پر سجدۂ سہو وارد ہے(شرح محلی فی حاشیتان ص۱۹۷ ج۱) ان کو سنن ابعاض کہتے ہیں،

(سنن ابعاض کہنے کی وجہ)

یہ ہے کہ یہ ابعاض حقیقیہ کے قریب ہے اس لئے کہ سجدۂ سہو کے ذریعہ ان کا تدارک کیا جاتا ہے (اس کے برخلاف سنن ھیآت میں یہ کیفیت نہیں ہے اس لئے ان کو ھیآت کہتے ہیں)

سنن ابعاض مصنفؒ کی ذکر کردہ تعداد کے اعتبار سے ۶ ہیں ورنہ زائد ہیں، اور وہ ۶ یہ ہیں:

۱(تشھد اول) یہ مکمل یا اس میں سے کچھ چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو سنت ہے، ۲(اس کے لئے بیٹھنا)۳(تشھد اول میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا)۴(تشھد اخیر میں آپ ﷺ کے آل پر) درود پڑھنا ۵ نماز صبح کی دوسری رکعت کے اعتدال میں اور ماہِ رمضان کے نصف حصہ سے وتر کی نماز میں (دعاء قنوت) پڑھنا (اور) ۶ (قنوت کے لئے کھڑا ہونا)

شارحؒ چھ سے زائد سنن ابعاض ذکر فرما رہے ہیں: قنوت میں نبی کریم ﷺ پر اور آپ ﷺ کے آل اور اصحاب پر درود و سلام پڑھنا اور درود و سلام کے لئے کھڑا ہونا (اور

مذکورہ ابعاض کے علاوہ) باقی سب (سنتیں ہیں) جیسے رکوع اور سجدہ کے اذکار، توجیہ اور سورت کا پڑھنا [وغیرہ] (نهایه مع حا شیه ص ٧٠ ج ٢) ان کو سنن ھیآت کہتے ہیں، ھیآت: ھیئۃ کی جمع ہے، ان میں سے کوئی سنت چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو سے اس کا تدارک نہیں کیا جاتا، کیونکہ حدیث میں اس سنت کے چھوٹنے پر سجدۂ سہو وارد نہیں ہے (شرح محلی فی حا شیتان ص ١٩٧ ج ١)

(فجر کی نماز میں حنفی امام کے پیچھے شافعی مقتدی کا مسئلہ)

فجر کی نماز میں حنفی امام کے پیچھے شافعی مقتدی کو دعاءِ قنوت پڑھنے کی ایک صورت ہے اس وقت جبکہ امام کو دعاء قنوت پڑھکر پہلے سجدہ میں پانا ممکن ہو تو ورنہ نہیں لیکن دونوں صورت میں سجدۂ سہو کرے، انوارالسنیۃ میں ہے: ولو اقتدی شا فعی بحنفی مثلا فی الصبح وأمکنه أن یأتی به ویلحقه فی السجدة الاولی فعل والا فلا وعلی کل یسجد للسهو علی المنقول المعتمد بعد سلام امامه لانه بترکه له لحقه سهو فی اعتقا ده ومحل السجود کما قال العلامة الشبرا ملسی علیہ الرحمۃ مالم یأت امامه الحنفی فان أتی به فلا سجود لان العبرة بعقیدة المأموم ویصرح بذلک ماقا لوه فیما لو افتصد اما مه الحنفی من صحة صلاته خلفه اعتبارا بعقیدة المأموم لا بعقیدة الامام (٩٧) اگر شافعی حنفی کی اقتداء کرے مثلاً صبح کی نماز میں اور مقتدی کے لئے قنوت پڑھکر سجدۂ اولی میں امام کو پانا ممکن ہو تو قنوت پڑھے ورنہ نہیں اور ہر صورت میں امام کے سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے منقول اور معتمد قول کے مطابق کیونکہ مقتدی کے اعتقاد میں امام کے ترک قنوت اور محل سجود میں سہو لاحق ہو گیا جیسا کہ علامہ شبر املسیؒ فرماتے ہیں: جب تک حنفی امام قنوت نہ پڑھے اگر پڑھے تو سجدہ نہ ہو گا کیونکہ اعتبار مقتدی کے اعتقاد کا ہوتا ہے اور اس کی صراحت ہوتی ہے اس بات سے کہ اگر حنفی امام فصد کھلوائے تو (حنفی کے نزدیک نماز صحیح نہ ہو گی) شافعی مقتدی کی نماز صحیح ہو گی مقتدی کے عقیدہ کا اعتبار کرتے ہوئے نہ کہ امام کے عقیدہ کا، اس سے متقارب تحفہ اور اعانہ کی بھی عبارتیں ہیں: عبارة التحفة: ولو

اقتدى شافعي بحنفي في الصبح و أمكنه أن يأتي به و يلحقه في السجدة الأولى فعل و الا فلا و على كل يسجد للسهو على المنقول المعتمد بعد سلام امامه لانه بتركه له لحقه سهوه في اعتقاده (ترشيح ص۷۷) لو أتى المأموم به و ادرك الامام في السجود ولا يسجد و يسن كذلك بل يسجد ايضا لترک امامه له (اعانة ص۱۹۸ ج ۱) صحیح قول کے مطابق دعاء قنوت کے الفاظ کی تعیین ضروری نہیں بلکہ قرآن کی ایک ایسی آیت بھی پڑھ لے جو دعا کو شامل ہو کافی ہو گی (شرح مھذب)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ)

(نفل نماز کا بیان)

سنت، مستحب، مرغب فیہ اور حسن: یہ سب الفاظِ مترادف ہیں،

تطوع کی تعریف

لغت میں تطوع: زیادہ کو کہتے ہیں، چونکہ یہ فرائض سے زائد ہے،

اصطلاح میں: شریعت نے جس کے کرنے کو راجح قرار دیا ہو اور چھوڑنے کو جائز اسے تطوع کہتے ہیں،

تطوع یعنی: وہ نماز جو واجب نہیں ہے، (فقه السنة مع حا شية ص ۱۵۹)

(اَفْضَلُ عِبَادَاتِ الْبَدَنِ الصَّلَاةُ، بدنی) فرض (عبادتوں میں افضل) عبادت فرض (نماز ہے) اس لئے کہ حضرت ابن مسعود نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ: اعمال میں کونسا عمل افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنا، اور اس لئے بھی افضل ہیکہ: نماز مختلف عبادتوں کا مجموعہ ہے، عبادت یا تو قلبی ہو گی یا بدنی: قلبی یعنی: اس عبادت کا تعلق دل سے ہو گا جیسے: ایمان، معرفت، تفکر، توکل، صبر، رضا، خوف، رجا، اللہ ورسول ﷺ کی محبت اور رذائل سے طھارت (یعنی بُری سوچ وغیرہ سے حفاظت) ان میں افضل ایمان ہے، اور یہ ضروری ہے لیکن تجدید کے اعتبار سے تطوع ہوتا ہے،

اور بدنی یعنی: اس عبادت کا تعلق بدن سے ہو گا جیسے: اسلام، نماز، روزہ، حج اور زکات، ان میں افضل اسلام ہے، اور یہ بھی ضروری ہے لیکن تجدید کے اعتبار سے تطوع ہوتا ہے، پھر نماز پھر روزہ پھر حج اور پھر زکات افضل ہے، (حا شيۂ قليوبى على شرح محلى ص ۲۱۰ ج ۱)

عبادتِ قلبی اور بدنی میں: عبادت قلبی افضل ہے،

(وَ نَفْلُهَا أَفْضَلُ النَّفْلِ وَ مَا شُرِعَ لَهُ الْجَمَاعَةُ وَهُوَ الْعِيْدَانِ وَ الْكُسُوْفَانِ وَ الْاِسْتِسْقَاءُ اَفْضَلُ مِمَّا لَا يُشْرَعُ لَهُ الْجَمَاعَةُ وَ هُوَ مَا سِوٰى ذٰلِكَ لٰكِنِ الرَّوَاتِبُ مَعَ الْفَرَائِضِ أَفْضَلُ مِنَ التَّرَاوِيْحِ وَ السُّنَّةُ أَنْ يُوَاظِبَ علی رَوَاتِبِ الْفَرَائِضِ وَ اَكْمَلُهَا رَكْعَتَانِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَ أَرْبَع قَبْلَ الظُّهْرِ وَ أَرْبَع بَعْدَهَا وَ أَرْبَع قَبْلَ الْعَصْرِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ رَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعِشَاءِ اور) بدنی نفل عبادتوں میں (افضل) عبادت (نفل نماز ہے) بقیہ (نفل سے) جیسے: روزہ (اور جن نوافل کے لئے جماعت مشروع کی گئی وہ یہ ہیں: عیدین) یعنی عید الفطر اور عید الاضحی کی نماز (اور کسوفین) یعنی سورج اور چاند گہن کی نماز (اور بارش کی نماز) ان میں افضل عیدین کی نماز ہے پھر سورج گہن کی پھر چاند گہن کی اور پھر استسقاء کی نماز افضل ہے، یہ نوافل (افضل ہیں ان نوافل سے جن کے لئے جماعت مشروع نہیں کی گئی اور یہ) یعنی جن کے لئے جماعت مشروع نہیں ہے (ان نوافل کے علاوہ ہیں جن کے لئے جماعت مشروع ہے) مشروع جماعت والے نوافل غیر مشروع جماعت والے نوافل سے اس لئے افضل ہیکہ یہ نوافل جماعت کے ساتھ پڑھنے میں فرض کے مشابہ ہے (لیکن رواتب مع الفرائض تراویح سے افضل ہے) اگرچہ تراویح میں جماعت مشروع ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے رواتب پر پابندی کی ہے،

رواتب یعنی: وہ سنتیں جو فرض کے آگے، پیچھے پڑھی جاتی ہیں، چاہے مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ (اور سنت ہیکہ رواتب الفرائض کی پابندی کی جائے) آپ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے (اور رواتب کی اکمل تعداد یہ ہے: صبح) کی نماز (سے پہلے ۲ رکعت اور ظہر) کی نماز (سے پہلے اور بعد ۴ / ۴) رکعتیں (اور عصر) کی نماز (سے پہلے ۴) رکعت (اور مغرب) کی نماز (کے بعد ۲ رکعت اور عشاء) کی نماز (کے بعد ۲ / رکعت) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ [یعنی آپ ﷺ کی اتباع میں، جماعت کے ساتھ پڑھنا مراد نہیں ہے] ظہر سے پہلے ۲ / سجدے کیا اور مغرب کے بعد ۲ / اور عشاء کے بعد ۲ / اور

حضرت حفصۃ نے مجھ سے کہا کہ: آپ ﷺ طلوع فجر کے وقت ۲/ ہلکے سجدے کیا کرتے تھے، ۲/ سجدے یعنی ۲/ رکعتیں، اور یہ بھی حدیث ہیکہ آپ ﷺ عصر سے پہلے ۴/ رکعت پڑھا کرتے تھے، آپ ﷺ کا فرمان ہیکہ: فجر کی ۲/ رکعت (سنت) دنیا ومافیہا سے بہتر ہے (فقه السنة)

آپ ﷺ نے فرمایا: جو ظہر سے پہلے اور بعد ۴/ رکعت کی پابندی کرے اللہ تعالی اس کو جہنم پر حرام کریں گے (مشکوۃ ص۱۰۴ ج۱) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے ۴/ رکعت پڑھے (فقه السنة ص۱٦۷)

(وَ الْمُؤَ كَّدُ مِنْ ذَلِکَ عَشْرُ رَ كَعَا تٍ رَكْعَتَا نِ قَبْلَ الصُّبحِ وَالظُّهرِ وَبَعْدَ هَا وَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، اور رواتب میں سے ۱۰/ رکعتیں مؤکدہ ہیں) وہ یہ: (صبح) کی نماز (سے پہلے ۲ رکعت ظہر) کی نماز (سے پہلے اور بعد) ۲/ ۲ رکعت (مغرب اور عشاء) کی نماز (کے بعد) ۲/ ۲ رکعت، ان کے علاوہ بقیہ رواتب غیر مؤکدہ ہیں،

(وَ يُنْدَبُ رَكْعَتَانِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَ الْجُمُعَةُ كا الظُّهْرِ وَمَا قَبْلَ الْفَرِيْضَةِ وَقْتُهُ وَقْتُ الْفَرِيْضَةِ وَتَقْدِيْمُهُ عَلَيْهَا أَدَب وَهُوَ بَعْدَهَا أَدَاءٌ وَ مَا بَعْدَهَا يَدْخُلُ وَقْتُهُ بِفِعْلِهَا وَيَخْرُجُ بِخُرُوْجِ وَقْتِهَا، اور مغرب) کی نماز (سے پہلے ۲ رکعت) پڑھنا (مستحب ہے) یہ سنت غیر مؤکدہ ہیں (نزهة المتقين ص٦٦ ج۲) (اور) رواتب میں (جمعہ کا حکم ظہر کی طرح ہے) لہذا جمعہ سے پہلے ۴ رکعت اور بعد ۴ رکعت پڑھے (اقناع ص۱۰٦ ج۱) (اور) رواتب میں سے (جو) راتبہ (فرض کے پہلے ہے اس کا وقت فرض کا وقت ہے) مطلب یہ ہے کہ فرض نماز سے پہلے کے راتبہ کا وقت شروع ہوتا ہے فرض کا وقت شروع ہونے سے اور ختم ہوتا ہے فرض کا وقت ختم ہونے سے کیونکہ یہ فرض کے تابع ہے، مثلا ظہر سے پہلے کے راتبہ کا وقت شروع ہوتا ہے ظہر کا وقت شروع ہونے سے اور ختم ہوتا ہے ظہر کا وقت ختم ہونے

سے (لیکن اس کو مقدم کرنا) یعنی فرض سے پہلے پڑھنا (مستحب ہے اور یہ) یعنی جس راتبہ کا فرض سے پہلے پڑھنا مطلوب ہے اس کو (فرض کے بعد پڑھے تو اداء ہو گی) نہ کہ قضاء کیونکہ جب تک فرض کا وقت باقی ہے راتبہ کا وقت بھی باقی رہتا ہے لہذا فرض کے بعد وقت کے اندر پڑھنے سے اداء ہو گی نہ کہ قضاء (اور) رواتب میں سے (جو) راتبہ (فرض کے بعد ہے اس کا وقت شروع ہوتا ہے فرض کو پڑھنے سے اور ختم ہوتا ہے فرض کا وقت ختم ہونے سے) (وَأَقَلُّ الْوِتْرِ رَكْعَةٌ وَأَكْمَلُهُ إِحْدَى عَشْرَةَ وَيُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَأَدْنَى الْكَمَالِ ثَلَاثٌ بِسَلَامَيْنِ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ، وَلَهُ وَصْلُ الثَّلَاثِ وَالْإِحْدَى عَشْرَةَ بِتَسْلِيمَةٍ، وَيَجُوزُ بِتَشَهُّدٍ وَبِتَشَهُّدَيْنِ فِي الْأَخِيرَةِ وَالَّتِي قَبْلَهَا وَبِتَشَهُّدَيْنِ أَفْضَلُ، فَإِنْ زَادَ عَلَى تَشَهُّدَيْنِ بَطَلَتْ صَلَاتُهُ، اور وتر کی کم سے کم) مقدار (ایک رکعت ہے) آپ ﷺ کا ارشاد ہیکہ: رات کے آخری حصہ میں وتر کی ایک رکعت ہے، نمازِ وتر سنتِ مؤکدہ ہے (نزھۃ المتقین ص ۷۰ ج ۲)

وتر کی فضیلت

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے، اے اھل قرآن تم وتر پڑھا کرو، اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات ایک ہے اور اللہ طاق عدد کو پسند فرماتا ہے نہ کہ جفت کو (ریاض الصالحین مع نزھۃ ص ۷۰ ج ۲) یہ ہی وجہ ہیکہ وتر کی اکمل ۱۱ رکعات ہیں اور کم سے کم ایک،

(اور اس کی اکمل) مقدار (۱۱) رکعات (ہیں) آپ ﷺ کا ارشاد ہیکہ وتر کی ۵ یا ۷ یا ۹ یا ۱۱ رکعات پڑھو، اگر ۱۱ سے زائد پڑھے تو وتر صحیح نہ ہو گی (اور) وتر جب ۳ رکعات سے زائد پڑھنا ہو تو (ہر ۲ رکعت پر سلام پھیرے) مطلب یہ ہیکہ ہر ۲ رکعت کی نیت کر کے سلام پھیرے (اور ادنی کمال) یعنی کمال کی ادنی مقدار (۲ سلام سے ۳ رکعات ہیں پہلی) رکعت (میں) سورۂ (سبح اسم ربک الاعلی پڑھے دوسری) رکعت (میں) سورۂ (قل یا أیھا الکافرون اور تیسری) رکعت (میں) سورۂ (قل ھو اللہ احد، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھے) آپ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں: سبح اسم ربک الاعلی، دوسری میں: قل یا أیھا الکافرون اور تیسری رکعت میں: قل ھو اللہ احد اور سورۂ فلق اور ناس پڑھتے تھے (اور مصلی کے لئے ۳ اور ۱۱ رکعات) اسی طرح ۵، ۷ یا ۹ رکعات (ایک سلام سے ملانا) یعنی پڑھنا (جائز ہے) اس صورت میں وتر کی جتنی رکعتیں پڑھنا ہے ان سب رکعتوں سے وتر کی نیت کرے، مثلاً تین ایک سلام سے پڑھنا ہے تو ۳ رکعتوں سے وتر کی نیت کرے (اور) ایک سلام سے پڑھی جانے والی رکعات (ایک) تشھد سے پڑھنا جائز ہے اس طرح کے آخر میں بیٹھے گا روایتِ مسلم کی بناء پر کہ آپ ﷺ : وتر کی ۵ رکعات پڑھتے جن میں صرف آخری رکعت میں بیٹھتے (یا ۲ تشھد سے) پڑھنا (جائز ہے) اس طرح کہ: (آخری رکعت میں) بیٹھے گا (اور آخری رکعت سے اگلی رکعت میں) بیٹھے گا، جیسے وتر کی ۵ رکعتیں پڑھنا ہے تو چوتھی اور پانچویں رکعت میں بیٹھے گا، یہ بھی روایت مسلم کی بناء پر ہے کہ: آپ ﷺ وتر کی ۹ رکعات پڑھتے جن میں آٹھویں رکعت پر بیٹھتے پھر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھکر بیٹھ جاتے اور سلام پھیرتے (لیکن) ایک تشھد کے بجائے (۲ تشھد سے) پڑھنا

(افضل ہے) اس لئے کہ عمل کی کثرت دلالت کرتی ہے فضیلت کی کثرت پر (اگر ۲ تشھدپر) تشھدکو (زیادہ کرے) یا آخری ۲ رکعتوں کے علاوہ میں تشھد پڑھے مثلاوتر کی ۱۱ رکعتوں میں سے پہلے آٹھویں رکعت پر بیٹھے اور تشھد پڑھے اور پھر گیارھویں رکعت پر بیٹھے اور پڑھے (تومصلی کی نماز باطل ہو گی) اس لئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے جو منقول ہے اس کے خلاف ہے، اس کے بر خلاف مطلق نوافل میں ۲ سے زائد تشھد پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ مطلق نوافل کی رکعات اور تشھدات غیر متعین ہیں اس کے بر خلاف وتر [یعنی اس کی رکعات اور تشھدات متعین ہیں]

(وَالْأَفْضَلُ تَقْدِيمُهُ عَقِيبَ سُنَّةِ الْعِشَاءِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ تَهَجُّدفَالْأَفْضَلُ تَأْخِيرُهُ لِيُوتِرَ بَعْدَهُ، اور عشاء کی سنت نماز کے بعد وتر کو شروع رات میں پڑھنا افضل ہے) مطلب یہ ہیکہ عشاء کی سنت نماز کے بعد وتر پڑھنے میں تاخیر نہ کرے (مگر وتر پڑھنے والے کے لئے تھجد پڑھنا ہو تو اس کے لئے وتر کو مؤخر کرنا افضل ہے) اگر اٹھنے کا یقین ہو تو (تا کہ تہجد کے بعد وتر پڑھی جائے) اگر تہجد کے بجائے اٹھکر کوئی دوسری نماز پڑھنا ہو چاہے فرض ہو یا نفل تب بھی وتر کو مؤخر کرنا افضل ہے تا کہ وتر اس نماز کے بعد پڑھی جائے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جسے رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہونے کا خوف ہو وہ شروع وقت ہی میں وتر پڑھ لے اور جسے یقین ہو بیداری کا وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھ لے کیونکہ وہ وقت فرشتوں کی حضوری کا وقت ہے اور وہ افضل وقت ہے،

(وَلَوْ أَوْتَرَ ثُمَّ أَرَادَ تَهَجُّدًا صَلَّى مَثْنَى مَثْنَى وَلَا يُعِيْدُهُ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى نَقْضِهِ بِرَكْعَةٍ قَبْلَ التَّهَجُّدِ وَيُنْدَبُ أَنْ لَا يَتَعَمَّدَ بَعْدَهُ صَلَاةً اور اگر وتر پڑھے پھر) وتر کے بعد (تہجد) پڑھنے (کا ارادہ ہو جائے تو) تہجد کی (٢/٢ رکعت پڑھے) مطلب یہ ہیکہ ٢ رکعت پڑھے پھر ٢ پڑھے (اور وتر کا اعادہ نہ کرے) مطلب یہ ہیکہ وتر دوبارہ نہ پڑھے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک رات میں ٢ وتر نہیں ہے (اور تہجد سے پہلے ایک رکعت پڑھکر پہلے پڑھی ہوئی وتر کا نقض نہ کرے) مطلب یہ ہیکہ بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ وتر پڑھنے کے بعد اگر نماز پڑھنی ہو تو ایک رکعت پڑھی جائے اور سمجھتے ہیں یہ رکعت وتر کے ساتھ مل کر شفع ہو گی [اس کو نقض وتر کہتے ہیں] پھر نماز کے اخیر میں وتر پڑھتے ہیں۔

(اور مستحب ہیکہ وتر کے بعد جان بوجھکر کوئی نماز نہ پڑھے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: رات میں اپنی نماز کے آخر میں وتر پڑھ لو، اگر وتر کے بعد کوئی نماز پڑھے تو یہ بھی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ وتر کے بعد آپ ﷺ سے ٢ رکعت پڑھنا وارد ہے (وَيُنْدَبُ التَّرَاوِيْحُ وَهِيَ كُلَّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً فِي الْجَمَاعَةِ تراویح مستحب ہے اور تراویح) کی نماز (رمضان کی ہر رات میں ٢٠ رکعات ہیں) اور (جماعت کے ساتھ) پڑھنا یہ بھی مستحب ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہیکہ: جو شخص رمضان میں ایمان و احتساب کی حالت میں قیام کرے اس کے پچھلے گناہ معاف ہوں گے، **ایمانا یعنی:** ثواب کی امید رکھتے ہوئے، **احتسابا یعنی:** مخلص ہو کر (ریاض الصالحین مع نزھۃ ص٩٥ج٢)

(وَيُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ اور) تراویح کی نماز میں (ہر ٢ رکعت پر سلام پھیری جائے گی) یہ شرط ہے صحیح ہونے کے لئے، **ولو صلی اربعا بتسلیمۃ لم یصح ان کان عامدا عالما، والا صارت نفلا مطلقا لانہ خلاف المشروع۔۔بان التراویح أشبھت الفرائض کما مر، فلا تغیر عما ورد** (منہاج مع نزھۃ ص١٢٧ج٢) اور اگر تراویح کی چار رکعت ایک سلام سے پڑھے جان بوجھکر اور جانتے ہوئے (کہ ٢ رکعت پر سلام پھیرنا شرط ہے) تو

صحیح نہ ہوں گے ورنہ (یعنی بلا عمد مطلب یہ ہیکہ بھولکر اور شرط سے ناواقفیت میں پڑھے تو یہ ۴ رکعتیں) نفل شمار ہوں گی اس لئے کہ ۴ رکعات ایک سلام سے پڑھنا مشروع کے خلاف ہے۔۔۔ اس وجہ سے کہ تراویح (میں جماعت مشروع ہونے کے اعتبار سے) فرائض کے مشابہ ہے جیسا کہ گزر گیالہذا جو وارد ہے (تراویح کے بارے میں ہر ۲ رکعت پر سلام پھیرنا) اس میں تبدیلی نہ ہو گی۔

(وَيُوْتِرُ بَعْدَهَا جَمَاعَةً اِلَّا لِمَنْ يَتَهَجَّدُ فَيُؤَخِّرُهُ، اور تراویح کے بعد باجماعت وتر پڑھی جائے گی) باجماعت وتر پڑھنا مستحب ہے (مگر جس کو تہجد پڑھنا ہو وہ وتر کو مؤخر کرے) مطلب یہ ہیکہ تہجد کے بعد پڑھے اگرچہ تنہاء بلا جماعت پڑھنا پڑے یا اس طرح کرے کہ لوگوں کے ساتھ مطلق نفل پڑھے یا وتر کی بعض رکعت جماعت کے ساتھ پڑھے اور بقیہ رکعتیں تہجد کے بعد پڑھے [اس صورت میں ان شاء اللہ باجماعت وتر پڑھنے کا بھی ثواب ملے گا]

(وَيَقْنُتُ فِي الْأَخِيْرَةِ فِي النِّصْفِ الْأَخِيْرِ بِقُنُوْتِ الصُّبْحِ، ثُمَّ يَزِيْدُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ اِلَىٰ آخِرِهِ اور) مستحب ہیکہ رمضان کے (آخری نصف میں) وتر کی (آخری رکعت) کے اعتدال (میں صبح کا قنوت پڑھے پھر) قنوتِ عمر (زیادہ کرے) اور وہ یہ ہے:

(اللّٰهم انا نستعينك اس کے آخر تک) یہ قنوت شروع سے آخر تک اس طرح ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَ نُؤْمِنُ بِكَ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَ نُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ،

(وَوَقْتُ الْوِتْرِ وَ التَّرَاوِيْحِ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَطُلُوْعِ الْفَجْرِ وتر اور تراویح) کی نماز (کا وقت نماز عشاء اور طلوع فجر کے درمیان کا وقت ہے) مطلب یہ ہیکہ نماز عشاء اداء کرنے کے بعد سے لیکر طلوع فجر تک ہے، یہ وتر کا وقت اس لئے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی تم

کو نماز کا حکم دیتا ہے وہ نماز تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے اور وہ وتر کی نماز ہے اس کو نماز عشاء کے بعد سے لیکر طلوع فجر کے درمیان وقت میں پڑھو، تراویح کا بھی یہ ہی وقت ہے اس لئے کہ خلف نے سلف سے اس وقت کو نقل کیا ہے۔

حنفی امام کے پیچھے شافعی مقتدی کی وتر کا مسئلہ

نماز وتر میں امام شافعی کے نزدیک ۲ رکعت پر سلام پھیرنا سنت ہے،**والسنۃ لمن اوتر بما زاد علی رکعۃ ان یسلم من کل رکعتین لما روی بن عمر ان النبی ﷺ کان یفصل بین الشفع والوتر** (مھذب مع المجموع ص۵۰۶ج۳) وتر کی ایک سے زائد رکعتیں پڑھنے والے کے لئے سنت ہیکہ ہر ۲ رکعت پر سلام پھیرے روایت ابن عمر کی بناء پر کہ آپ ﷺ جفت اور طاق رکعتوں کے درمیان فصل کرتے تھے،اگر ۳ رکعتوں کو ایک سلام سے پڑھے تو بھی جائز ہے: **ولہ وصل الثلاث والاحدی عشرۃ بتسلیمۃ**(عمدۃ السالک) مصلی کے لئے وتر کی ۳/ اور ۱۱/ رکعتوں کو ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے، لہذا حنفی امام کے پیچھے شافعی مقتدی کی وتر صحیح ہوگی (جس وقت حنفی امام تیسری رکعت میں قنوت پڑھنے کے لئے مشغول ہوگا اس وقت شافعی مقتدی کھڑا رہے کیونکہ یہ اس قنوت کا قائل نہیں ہے)اور اعتبار مقتدی کے عقیدہ کا ہوتا ہے(الحاوی للفتاوی ص۸۲ج۱)

فرع

لو صلی واحدۃ بنیۃ الوتر حصل الوتر،ولا یجوز بعدھا ان یفعل شیئا بنیۃ الوتر لحصولہ وسقوطہ فان فعل عمدا لم ینعقد والا انعقد نفلا مطلقا(حاشیۃ فی نھایہ ص۱۱۲ ج۲) اگر وتر کی نیت سے ایک رکعت پڑھے تو وتر حاصل ہو جائے گی،اس کے بعد وتر کی نیت سے کچھ پڑھنا جائز نہیں ہے وتر حاصل اور (ذمہ سے)ساقط ہونے کی بناء پر،اگر (وتر حاصل ہونے کے باوجود)جان بوجھکر پڑھے تو صحیح نہ ہوگی ورنہ (یعنی بلا عمد مطلب یہ ہیکہ بھولے سے پڑھے تو وہ نماز) مطلق نفل شمار ہوگی۔

چاشت کی نماز

(وَيُصَلِّي الضُّحىٰ اور چاشت کی نماز پڑھے) مجموع میں ہے: صلوۃ الضحی سنۃ مؤکدۃ (ج۳ ص۳۲۹) چاشت کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔

نماز چاشت کی فضیلت

حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ اے آدم کے بیٹے: دن کے شروع میں ۴ رکعت سے عاجز نہ رہ (یعنی انھیں پڑھتا رہ) میں دن کے آخری حصہ میں تیری کفایت کروں گا (فقه السنة ص۱۸٤)

(وَأَقَلُّهَا رَكْعَتَانِ، اس کی کم سے کم ۲ رکعت ہے) حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں: میرے خلیل ﷺ نے مجھے ہر ماہ ۳ روزے رکھنے، ۲ رکعت چاشت اور سونے سے قبل وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی (وَأَكْمَلُهَا ثَمَانٍ وَأَكْثَرُهَا اِثْنَتَا عَشْرَةَ اور) فضیلت کے اعتبار سے (اکمل ۸ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ رکعتیں ہیں) لیکن امام نوویؒ فرماتے ہیں: کہ زیادہ سے زیادہ ۸ رکعتیں ہیں، واقلها ركعتان واكثرها ثمان ركعات هكذا قاله۔ الاكثرون (المجموع ص۵۲۹ ج۳) چاشت کی کم سے کم ۲ رکعت اور زیادہ سے زیادہ ۸ رکعتیں ہیں یہ ہی اکثر لوگوں نے کہا ہے، آپ ﷺ فتح مکہ کے دن ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر چاشت کی ۸ رکعتیں اداء کیں (حاشیۂ اول فی نهاية ص۱۱۷ ج۲) آپ ﷺ چاشت کی ۴ رکعت پڑھتے اور اس پر جتنا اللہ تعالی چاہتے زیادہ کرتے (وَيُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَوَقْتُهَا مِنْ اِرْتِفَاعِ الشَّمْسِ اِلَى الزَّوَالِ اور) مستحب ہیکہ (ہر ۲ رکعت پر سلام پھیرے اور اس کا) یعنی چاشت کی نماز کا (وقت سورج کے) ایک نیزہ (نهاية ص۱۱۸ ج۲) (بلند ہونے سے زوال تک ہے) حدیث میں ہے کہ اس نماز کا وقت وہ ہے جس میں اونٹنی کے بچہ کے قدم ریت کی گرمی سے چلنے لگے، یعنی آفتاب بلند ہو جائے اور گرم ہو جائے (سبل السلام ص۳۹۷ ج۲)

(وَ كُلُّ نَفْلٍ مُؤَقَّتٍ كَالْعِيْدِ وَ الضُّحٰى وَ الْوِتْرِ وَرَوَاتِبِ الْفَرَائِضِ اِذَا فَاتَ نُدِبَ قَضَاؤُهُ أَبَدًا اور ہر وہ نفل جس کے لئے محدود وقت ہے جیسے نماز عید، چاشت، وتر اور رواتب فرائض جب) یہ نمازیں محدود وقت کے ختم ہونے سے (فوت) یعنی قضاء (ہو جائیں تو اس) یعنی نفل مؤقت (کی کبھی بھی قضاء کرنا مستحب ہے) مطلب یہ ہے کہ قضاء کی ادائیگی قضاء ہونے کے دن یا رات تک مقید نہیں ہے، آپ ﷺ نے عصر کے بعد ۲ رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ یہ ۲ رکعتیں ظہر کی تھیں (اعانۃ الطالبین)

(وَاِنْ فُعِلَ لِعَارِضٍ كَالْكُسُوْفِ وَ الْاِسْتِسْقَاءِ وَ التَّحِيَّةِ وَ الْاِسْتِخَارَةِ لَمْ يُقْضَ اور اگر نفل سبب کی وجہ سے پڑھی جاتی ہو جیسے سورج گہن اور بارش مانگنے کی نماز، تحیۃ المسجد اور استخارہ کی نماز تو) ان نمازوں کی (قضاء نہ کرے) یعنی قضاء کرنا سنت نہیں ہے اس لئے کہ مذکورہ نمازیں سبب عارض کی وجہ سے پڑھی جاتی ہیں ان کے لئے محدود وقت نہیں ہے لہذا فوت ہونے پر قضاء نہیں ہے (وَ النَّفْلُ فِي الَّلَيْلِ مُتَأَكِّدٌ وَاِنْ قَلَّ وَ النَّفْلُ الْمُطْلَقُ فِي اللَّيْلِ أَفْضَلُ مِنَ الْمُطْلَقِ فِي النَّهَارِ وَ أَفْضَلُهُ السُّدُسُ الرَّابِعُ وَ الْخَامِسُ اِنْ قَسَّمَهُ أَسْدَاسًا، اور مطلق نفل رات میں پڑھنا مؤکد ہے اگر چہ کم ہو) جیسے ایک رکعت اس لئے کہ مطلق نفل کے لئے حصر نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: نماز بہترین عمل ہے چاہے زیادہ پڑھے یا کم (اور نفل مطلق رات میں پڑھنا افضل ہے دن میں پڑھنے سے) آپ ﷺ نے فرمایا: فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے، یہ حدیث نفل مطلق پر محمول ہے (اور اگر رات کو ۶ حصوں میں تقسیم کرے تو نفل مطلق کے لئے افضل رات کے ۶ حصوں میں سے چوتھا اور پانچواں حصہ ہے) آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جوف اللیل یعنی رات کے بیچ حصہ کی اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: کہ اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب حضرت داودؑ کی نماز ہے وہ نصف رات سوتے تھے اور ایک تہائی حصہ عبادت میں گزارتے تھے اور آخری چھٹے حصہ میں سوتے تھے (فَاِنْ قَسَّمَهُ نِصْفَيْنِ فَأَفْضَلُهُ الْأَخِيْرُ أَوْأَثْلَاثًا فَالْأَوْسَطُ،

رات کو ۲ حصوں میں اگر تقسیم کرے تو اس کا دوسرا حصہ افضل ہے اور ۳ حصوں میں اگر تقسیم کرے تو درمیانی حصہ) افضل ہے (وَیُکرَہُ قِیَامُ کُلِّ اللَّیلِ دَائِمًا ہمیشہ پوری رات) نماز کے لئے (کھڑا ہونا مکروہ ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے عبد اللہ ابن عمرو بن عاص سے فرمایا: کیا مجھے خبر نہیں دی گئی کہ تو دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات میں قیام کرتا ہے آپ نے کہا کیوں نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ایسا نہ کر (یعنی ہمیشہ پوری رات قیام نہ کر) بلکہ روزہ رکھ اور افطار کر، قیام کر اور سوجا اس لئے کہ تجھ پر تیرے جسم کا بھی حق ہے۔

نماز تہجد

(وَیُندَبُ اِفْتِتَاحُ التَّہَجُّدِ بِرَکعَتَینِ خَفِیفَتَینِ، اور ۲ چھوٹی چھوٹی رکعتوں سے تہجد کا شروع کرنا مستحب ہے) نبی کریم ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے نماز پڑھنے کے لئے تو اپنی نماز ۲ ہلکی غیر لمبی رکعتوں سے شروع کرتے (وَنِیَّۃُ التَّہَجُّدِ عِندَ نَومِہِ اور) مستحب ہیکہ (سوتے وقت تہجد کی نیت کرے) حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو رات میں نماز پڑھنے کی نیت کر کے سوئے پھر صبح تک سوتا رہا آنکھ نہ کھلے تو اس کے نامۂ اعمال میں وہ نماز لکھدی جاتی ہے اور نیند اس پر اللہ تعالی کی طرف سے صدقہ ہوتی ہے (نسائی، ابن ماجہ) (وَلَا یَعتَادُ مِنہُ اِلَّا مَا یُمکِنُہُ الدَّوَامُ عَلَیہِ بِلَا ضَرَرٍ اور تہجد کی اتنی ہی رکعتیں پڑھنے کی عادت ڈالے جس مقدار پر نقصان کے بغیر پابندی ممکن ہو) آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس پر پابندی ہو اگرچہ وہ عمل کم ہو (وَیُسَلِّمُ مِن کُلِّ رَکعَتَینِ فَاِن جَمَعَ رَکعَاتٍ بِتَسلِیمَۃٍ اَو تَطَوَّعَ بِرَکعَۃٍ جَازَ وَلَہُ التَّشَہُّدُ فِی کُلِّ رَکعَتَینِ اَو ثَلَاثٍ اَو اَربَعٍ وَاِن کَثُرَتِ التَّشَہُّدَاتُ وَلَہُ اَن یَقتَصِرَ عَلَی تَشَہُّدٍ وَاحِدٍ فِی الْاَخِیرَۃِ اور) مستحب ہیکہ، رات یا دن میں مطلق نفل نماز کی (ہر ۲ رکعت پر سلام پھیرے) آپ ﷺ کا فرمان

ہیکہ رات اور دن کی (نفل) نماز ۲ ۲ رکعت ہیں (اگر مصلی) مطلق نفل نماز کی ۳ یا ۴ یا ۵ یا زیادہ (رکعتوں کو ایک سلام سے پڑھے یا نفل مطلق کی) صرف (ایک رکعت پڑھے تو) بھی (جائز ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ نماز بہترین عمل ہے چاہے زیادہ پڑھے یا کم (اور) اس صورت میں (مصلی کے لئے ہر ۲ رکعت یا) ہر (تین یا) ہر (۴ رکعت پر تشہد پڑھنا جائز ہے اگرچہ تشہد کی کثرت ہو) اس لئے کہ ۲ /۳/ ۴ رکعتوں میں تشہد پڑھنا فرض نمازوں میں معہود و معلوم ہے جیسے فجر میں ۲ رکعتوں پر، مغرب میں ۳ پر، ظہر، عصر اور عشاء میں ۴ پر (اور مصلی کے لئے جائز ہے کہ اخیری رکعت میں تشہد پر اقتصار کرے) اس صورت میں ہر ایک رکعت میں سورت پڑھے، مطلب یہ ہے کہ صرف اخیری رکعت میں جب تشہد پڑھنا ہو تو اس صورت میں اس نماز کی ہر ایک رکعت میں سورت پڑھے (وَلَا يَجُوْزُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، اور ہر ایک رکعت میں) سلام پھیرے بغیر تشہد پڑھے (جائز نہیں ہے) اس لئے کہ اس میں ایک ایسی صورت کا ایجاد ہے جو معہود و معلوم نہیں یعنی ہر ایک رکعت پر بلا سلام کے تشہد پڑھنا نماز میں ثابت و معہود نہیں (وَإِذَا نَوَى عَدَدًا فَلَهُ الزِّيَادَةُ وَ النَّقْصُ بِشَرْطِ أَنْ يُغَيِّرَ النِّيَّةَ قَبْلَهُمَا اور جب کوئی شخص متعین عدد کی) مطلق نفل میں ۴ یا زیادہ رکعت کی (نیت کرے تو اس کے لئے زیادہ یا کم کرنا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ) زیادہ یا کم کی (نیت کو ان دونوں) یعنی زیادہ یا کم کرنے (سے پہلے بدل دے) مثلاً ۴ رکعت پڑھنے کی نیت کی پھر ارادہ ہو گیا ٦ رکعت پڑھنے کا تو ۴ سے زیادہ رکعتیں پڑھنے سے پہلے ہی زیادہ کی نیت کرے مطلب یہ ہیکہ چوتھی رکعت تک زیادہ کی نیت کرے اسی طرح اگر کم کرنا ہے مثلاً ۲ رکعت پڑھنا ہے تو آخری ۲ رکعتوں سے پہلے ہی کم کی نیت کرے مطلب یہ ہیکہ شروع کی ۲ رکعت تک کم کی نیت کرے (فَلَوْ نَوَى أَرْبَعًا فَسَلَّمَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ النَّقْصِ جَازَ أَوْ بِلَا نِيَّةٍ عَمْدًا بَطَلَتْ أَوْ سَهْوًا أَتَمَّ أَرْبَعًا وَ سَجَدَ لِلسَّهْوِ اگر ۴ کی نیت کرے اور) تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے (کم کی نیت سے ۲

رکعت پر سلام پھیرے تو جائز ہے) نماز صحیح ہو گی (لیکن جان بوجھکر) کم کی (نیت کئے بغیر) ۲ رکعت پر (سلام پھیرے تو نماز باطل ہو گی) اس صورت میں سلام پھیرنا ۴ رکعت کی نیت کے مخالف ہے (اگر بھولے سے) کم کی نیت کئے بغیر ۲ رکعت پر (سلام پھیرے) اور وقت زیادہ ہونے سے پہلے یاد آجائے (تو) نیت کے مطابق عمل کرتے ہوئے (۴ رکعتیں پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے) پھر سجدۂ سہو کے بعد سلام پھیرے۔

تحیۃ المسجد

(وَيُنْدَبُ لِمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ تَحِيَّتَهُ كُلَّمَا دَخَلَ وَإِنْ كَثُرَ دُخُوْلُهُ فِي سَاعَةٍ، اور) مسجد حرام کے علاوہ (مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے مستحب ہیکہ جب بھی داخل ہو تحیۃ المسجد کی ۲ رکعت پڑھے اگر چہ ایک وقت میں کئی بار داخل ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے ۲ رکعت پڑھ لے، مسجد حرام میں داخل ہونے والے کے لئے بیت اللہ کا طواف ہے اگر طواف کا ارادہ ہو تو ورنہ تحیۃ المسجد پڑھنا ہے، طواف کے بعد طواف کی ۲ رکعت پڑھ لے تو اس سے تحیۃ المسجد بھی حاصل ہو جائے گی،

تحیۃ کا معنی تعظیم کرنا ہے، مقام اور محل کے لحاظ سے تحیات مختلف ہیں: مسجد کا تحیۃ نماز سے، بیت اللہ کا طواف سے، حرم کا احرام سے، منی کا رمی جمار سے، عرفہ کا وقوف سے مسلم کا سلام سے اور خطیب کا خطبہ سے(مغنی ص٢٢٤ ج١) (وَتَفُوْتُ بِالْقُعُوْدِ، اور بیٹھنے سے تحیۃ المسجد فوت ہو جائے گی) اس میں تفصیل ہے وہ یہ: **وتفوت بجلوسه قبل فعلها و ان قصر الفصل الا ان جلس سهوا و لم يطل الفصل كما فى التحقيق ويطول الوقوف أيضا**(نهاية ص١٢٠ ج٢) تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے (جان بوجھکر) بیٹھنے سے اگر چہ تھوڑی دیر ہو فوت ہو جائے گی ہاں اگر بھولے سے بیٹھ جائے اور زیادہ دیر نہ ہوئی ہو (تو فوت نہ ہو گی) جیسا کہ تحقیق میں ہے اور زیادہ دیر کھڑا رہنے سے بھی تحیۃ المسجد فوت ہو جائے گی۔

تحیۃ المسجد کے مسئلہ سے ناواقف اگر بیٹھ جائے اور تھوڑا وقت گزر جائے تو فوت نہ ہو گی، تحیۃ المسجد پڑھے بغیر بلا عذر بیٹھنا مکروہ ہے (شرح مهذب ص٥٢ ج٤)

تحیۃ المسجد کی رکعتیں

حدیث کی بناء پر تحیۃ المسجد کی ۲ رکعت پڑھنا افضل ہے (وہ حدیث ما قبل میں مذکور ہے) (نهاية ص١١٩ ج٢) اگر ۲ سے زائد رکعتیں ایک سلام سے پڑھے تو جائز ہے (ورنہ نہیں) اور یہ سب تحیۃ المسجد کی رکعتیں شمار ہوں گی، ۲ رکعت پر شامل ہونے کی بناء پر (شرح محلی فی حا شيتان ص ٢١٥ ج١) **(قوله اکثر من رکعتین) شفعا أو وترا عین عددا أو لا** (حا شيۂ قليو بی فی حا شيتان ص٢١٥ ج١) ۲ سے زائد رکعتیں جفت عدد میں پڑھے یا طاق عدد میں اور رکعتوں کی تعداد کو متعین کرے یا نہ کرے یہ سب جائز ہے۔

عید گاہ میں تحیۃ المسجد کا حکم

و خرج به الرباط والمدرسة ومصلى العيد الخ (ایضا) مسجد کی قید سے مسافر خانہ، مدرسہ اور عید گاہ نکل گئے لہذا عید گاہ میں تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔

(وَ لَوْ نَوٰی رَكْعَتَيْنِ مُطْلَقًا أَوْ مَنْذُوْرَةً أَوْ رَاتِبَةً أَوْ فَرِيْضَةً فَقَطْ أَوِ الْفَرْضَ وَ التَّحِيَّةَ حَصَلَا اور اگر) مسجد میں داخل ہونے والا (مطلق ۲ رکعت کی نیت کرے) مطلب یہ ہیکہ ۲ رکعت پڑھتا ہوں صرف اتنی نیت کرے تحیۃ المسجد وغیرہ کی نیت نہ کرے (یا نذر مانی ہوئی نماز کی یا راتبہ کی یا صرف فرض کی) نیت کرے (یا فرض اور تحیۃ المسجد) دونوں (کی) نیت کرے (تو) مذکورہ تمام صورتوں میں (تحیۃ المسجد کی ۲ رکعت حاصل ہوں گی) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے ۲ رکعت پڑھ لے اور اس لئے کہ بیٹھنے سے پہلے مقصود نماز کا وجود ہے وہ پایا گیا، ۱/ رکعت یا نمازِ جنازہ پڑھنے سے اور سجدۂ تلاوت و شکر کرنے سے تحیۃ المسجد حاصل نہ ہو گی۔

(وَاِذَا دَخَلَ وَ الْاِمَامُ فِی الْمَکْتُوْبَۃِ أَوْ شَرَعَ الْمُؤَذِّنُ فِی الْاِقَامَۃِ کُرِہَ اِفْتِتَاحُ کُلِّ نَفْلِ التَّحِیَّۃِ وَ الرَّوَاتِبِ وَغَیْرِ ھِمَا اور جب کوئی شخص) مسجد میں (داخل ہو درانحالیکہ امام فرض نماز شروع کر چکا ہو یا مؤذن اقامت شروع کر چکا ہو تو) داخل ہونے والے کے لئے (کسی بھی نفل کو شروع کرنا مکروہ ہے چاہے وہ تحیۃ المسجد یا رواتب ہو یا ان دونوں کے علاوہ) کوئی نفل (ہو) مکروہ اس لئے ہیکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو فرض کے سوا کوئی نماز نہیں ہے (وَ النَّفْلُ فِی بَیْتِہٖ أَفْضَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے مسجد میں پڑھنے سے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گھر میں نماز افضل ہے سوائے فرض کے، اور اس صورت میں ریاکاری سے دوری بھی ہے، اس افضلیت کے باوجود چند نوافل مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے جن کی تفصیل جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں (وَیُکْرَہُ تَخْصِیْصُ لَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ بِصَلَاۃٍ، اور جمعہ کی رات کو نماز کے ساتھ خاص کرنا مکروہ ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: راتوں میں سے کسی رات کو قیام [نماز] کے ساتھ خاص نہ کرو (وَ صَلَاۃُ الرَّغَائِبِ فِی رَجَبٍ وَ صَلَاۃُ نِصْفِ شَعْبَانَ بِدْعَتَانِ مَکْرُوْھَتَانِ ماہ رجب) کی پہلی جمعہ (میں) مغرب اور عشاء کے درمیان (رغائب کی نماز) اس کی ۱۲/ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں (اور نصف شعبان کی نماز) اس کی ۱۰۰/ رکعتیں جو نصف شعبان کی رات پڑھی جاتی ہیں (یہ دونوں بدعتِ قبیحہ ہیں) شارحؒ نے بدعت ہونے کے ۲ علتیں بیان کی ہے: ایک یہ ہے کہ مذکورہ نمازوں کو معینہ اوقات کے ساتھ خاص کیاہے اور دوسری علت یہ ہے کہ ان کے متعلق احادیث موضوع ہیں، وکل ذلک بدعۃ قبیحۃ من حیث التخصیص فی ھذہ الازمان المعینۃ واحادیثھا موضوعۃ (فیض الالہ المالک ص۱٤٦ ج۱)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ سُجُوْدِ السَّھْوِ)

(سجدۂ سہو کا بیان)

سہو کی تعریف

سہو لغت: میں بھول اور غفلت کو کہتے ہیں، اور یہاں نماز کی کسی چیز سے غفلت مراد ہے (نہایة ص٦٦ ج٢)

سجدۂ سہو کی تعریف

سلام سے پہلے، تشہد پڑھنے کے بعد اور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے آل پر درود پڑھنے کے بعد نماز کی طرح نیت کے ساتھ ۲ سجدے کرنے کو سجدۂ سہو کہتے ہیں (الفقه على المذاهب الأربعة ص٤٥١ ج٢)

سجدۂ سہو کی وجہ

سجدۂ سہو اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ وہ مافوت کے لئے تدارک ہے،

(لَهُ سَبَبَانِ تَرْكُ مأْمُوْرٍ بِهِ وَارْتِكَابُ مَنْهِيٍّ عَنْهُ فَإِنْ تَرَكَ رُكْنًا وَاشْتَغَلَ بِمَا بَعْدَهُ ثُمَّ ذَكَرَ تَدَارَكَهُ وَأَتَى بِمَا بَعْدَهُ وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ) فرض یا نفل نماز میں (سجدۂ سہو کے ۲ اسباب) بلکہ زیادہ (ہیں) (۱) (مأمور بہ) یعنی جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے سنن ابعاض میں سے بعض (کو چھوڑنا اور) (۲) (منھی عنہ) یعنی جس سے روکا گیا ہے اس (کا ارتکاب کرنا) جیسے بھولے سے رکعت زیادہ کرنا (اگر) مصلی (رکن) جیسے رکوع (کو چھوڑے اور متروکہ رکن) یعنی چھوڑے ہوئے رکن (کے بعد والے رکن) مثلا سجدہ (میں مشغول ہو جائے پھر) متروکہ رکن (یاد آجائے تو اس) متروکہ رکن (کو) فورا (اداء کرے) واجب ہے (اور پھر متروکہ رکن کے بعد والے کو اداء کرے) [چونکہ ترتیب ضروری ہے] (اور سجدۂ سہو کرے) متروکہ رکن کو اداء کرنا اس صورت میں ہے جب کہ مصلی مقتدی نہ ہو اگر مقتدی ہو تو امام کے سلام کے بعد ایک رکعت اداء کرے، اسی طرح جس کا سہو باقی رہا

یہاں تک کہ دوسری رکعت کا رکوع آ گیا تو ایک رکعت مکمل پڑھنی ہوگی مثلا دوسری رکعت کا رکوع چھوٹ گیا اور سہو جاری رہا یہاں تک کہ تیسری رکعت کا رکوع کر لیا تو یہ دوسری رکعت کا رکوع شمار ہوگا اور رکعت بھی دوسری شمار ہوگی اس کے لئے بقیہ اور ۲ رکعت پڑھنی ہوگی (وَلَوْ تَرَکَ بَعْضًا وَ لَوْ عَمْدًا سَجَدَ اور اگر) مصلی سنن ابعاض میں سے (بعض) جیسے تشہد اول (کو چھوڑے اگرچہ جان بوجھکر تو) چھوڑنے کی وجہ سے (سجدۂ سہو کرے) مطلب یہ ہے کہ چھوڑنا جان بوجھکر ہو یا بھولے سے کوئی فرق نہیں، یہ سجدۂ سہو کا پہلا سبب ہے (وَلَوْ تَرَکَ غَیْرَ ھُمَا لَمْ یَسْجُدْ اور اگر) مصلی (ان دونوں) یعنی رکن اور بعض (کے علاوہ) جیسے تسبیحات، تکبیرات، سورۂ فاتحہ کے بعد سورت اور ان کے علاوہ ھیآت میں سے کسی (کو چھوڑے تو سجدۂ سہو نہ کرے) اس لئے کہ اس صورت میں سجدۂ سہو وارد نہیں ہے اور کرنا نماز میں زیادتی ہے جو جائز نہیں ہے، سجدۂ سہو ابعاض میں وارد ہے، آپ ﷺ نمازِ ظہر کی ۲ رکعت پر کھڑے ہوئے بیٹھے نہیں اور پھر نماز کے آخر میں سلام سے پہلے ۲ سجدے کئے، **فلو سجد لشیء منها عامدا عالما بطلت صلاته والا لم تبطل ویندب له سجود السهو للخلل الحاصل بهذا السجود** (حاشیۂ قلیوبی فی حاشیتان ص۱۹۷ ج۱) اگر سنن ھیآت میں سے کچھ چھوٹ جانے پر جان بوجھکر اور (اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا جائز نہیں ہے اس مسئلہ کو) جانتے ہوئے سجدۂ سہو کرے تو نماز باطل ہوگی ورنہ [یعنی بھولے سے اور مسئلہ سے ناواقف رہنے کی صورت میں سجدہ کرے تو] باطل نہ ہوگی اور مصلی کے لئے مستحب ہیکہ اس زائد سجدۂ سہو کی وجہ سے خلل ہونے کی بناء پر سجدۂ سہو کرے [اور یہ سجدۂ سہو کرنا زائد نہیں ہے بلکہ مشروع اور درست ہے]

آگے مصنفؒ سجدۂ سہو کا دوسرا سبب شروع فرما رہے ہیں: (وَاِنِ ارْتَکَبَ مَنْھِیًّا فَاِنْ لَمْ یُبْطِلْ عَمْدُہُ الصَّلَاۃَ لَمْ یَسْجُدْ وَ اِنْ أَبْطَلَ سَجَدَ لِسَھْوِہِ اِنْ لَمْ یُبْطِلْ سَھْوُہُ أَیْضًا اگر)

مصلی (منھی عنہ کا ارتکاب کرے تو) دیکھے کہ: (اس منھی عنہ کا جان بوجھکر ارتکاب کرنا اگر نماز کو باطل نہیں کرتا) جیسے نماز میں مڑ کر دیکھنا (تو) جان بوجھکر یا بھولے سے ارتکاب ہونے کی بناء پر (سجدۂ سہو نہ کرے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے نماز میں عمل قلیل کیا جیسے عمامہ کو اٹھایا اور رکھا، نہ سجدۂ سہو کیا اور نہ اس کا حکم فرمایا (اور اگر) منھی عنہ کا جان بوجھکر ارتکاب کرنا نماز کو (باطل کرتا ہو) جیسے چھوٹے رکن کو لمبا کرنا، تھوڑی بات چیت، تھوڑا سا کھانا اور رکعت زیادہ کرنا (تو سجدۂ سہو کرے بشرطیکہ اس منھی عنہ کا بھولے سے ارتکاب کرنا بھی) نماز کو (باطل نہ کرتا ہو) اس لئے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی ۵ رکعتیں پڑھ لیں تو سجدۂ سہو کیا، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس منھی عنہ کا جان بوجھکر کرنا نماز کو باطل کرتا ہے اسی منھی عنہ کو بھولے سے کرنے کی صورت میں اگر نماز باطل نہ ہوتی ہو تو سجدۂ سہو کرے اور اگر بھولے سے کرنے کی صورت میں نماز باطل ہوتی ہو جیسے حدث لاحق ہو جائے اور زیادہ دیر گفتگو کرے تو سجدۂ سہو نہ کرے اس لئے کہ نماز باطل ہونے کی وجہ سے وہ نماز میں نہیں رہا،

(وَيُسْتَثْنَى مِمَّا لَا يُبْطِلُ عَمْدُهُ مَا إِذَا قَرَأَ الْفَاتِحَةَ أَوِ التَّشَهُّدَ أَوْ بَعْضَهُمَا فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ فَإِنَّهُ يَسْجُدُ لِسَهْوِهِ وَلَا يُبْطِلُ عَمْدُهُ، اور جس) منھی عنہ (کو جان بوجھکر کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا ان میں سے یہ صورتیں مستثنی ہیں: فاتحہ، تشھد یا فاتحہ اور تشھد کا بعض حصہ ان کے مقررہ موضع کے علاوہ میں پڑھے تو سجدۂ سہو کرے حالانکہ اس کو جان بوجھکر کرنا) یعنی غیر موضع میں پڑھنا نماز کو (باطل نہیں کرتا) مطلب یہ ہے کہ جس منھی عنہ کو جان بوجھکر کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا اگر اس کو بھولکر کرے تو سجدۂ سہو نہیں ہے مگر فاتحہ وغیرہ کو غیر موضع یعنی فاتحہ پڑھنے کا محل قیام ہے لیکن قیام کے بجائے رکوع میں بھول سے پڑھے تو سجدۂ سہو کرے اسی طرح عمدا میں بھی سجدۂ سہو کرے کیونکہ یہ مسائل مستثنیات میں سے ہیں،

(وَالِاعْتِدَالُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَالْجُلُوْسُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رُكْنَانِ قَصِيْرَانِ تَبْطُلُ الصَّلَاةُ بِإطَالَتِهِمَا عَمْدًا فَإنْ طَوَّلَهُمَا سَهْوًا سَجَدَ, رکوع کے بعد کھڑا ہونا) یعنی قومہ (اور ۲ سجدوں کے درمیان بیٹھنا) یعنی جلسہ (یہ دونوں چھوٹے رکن ہیں ان کو جان بوجھکر طویل کرنے سے نماز باطل ہو گی، اگر بھولے سے طویل کرے تو) نماز باطل نہ ہو گی لیکن مذکورہ قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے (سجدۂ سہو کرے) وہ قاعدہ یہ ہیکہ جس منہی عنہ کو جان بوجھکر کرنے سے نماز باطل ہوتی ہو اور اس منہی عنہ کو بھولے سے کرنے سے نماز باطل نہ ہوتی ہو [تو سجدۂ سہو کرنا ہے] اس لئے کہ اس نے عمدا ایک ایسی چیز بڑھادی کہ اگر سھوا بڑھاتا تو سجدئہ سہو ہوتا اور جس کے سہو سے سجدئہ سہو ہوتا ہے اس کے عمد سے نماز باطل ہوتی ہے تو یہاں بھی سہو سے سجدہ ہوتا ہے تو عمد سے نماز باطل ہو گی،

(وَلَوْ نَسِيَ التَّشَهُّدَ الْأَوَّلَ فَذَكَرَهُ بَعْدَ انْتِصَابِهِ حَرُمَ الْعَوْدُ إلَيْهِ فَإنْ عَادَ عَمْدًا بَطَلَتْ أَوْ سَهْوًا أَوْ جَاهِلًا سَجَدَ وَيَلْزَمُهُ الْقِيَامُ إذَا ذَكَرَهُ وَإنْ عَادَ قَبْلَهُ لَمْ يَسْجُدْ وَلَوْ نَهَضَ عَامِدًا ثُمَّ عَادَ بَعْدَ مَا صَارَ إلَى الْقِيَامِ أَقْرَبَ بَطَلَتْ وَإلَّا فَلَا وَالْقُنُوْتُ كَالتَّشَهُّدِ وَوَضْعُ الْجَبْهَةِ بِالْأَرْضِ كَالْانْتِصَابِ اور اگر) منفرد (تشہد اول بھول جائے اور کھڑا ہونے کے بعد اسے یاد آجائے تو تشہد اول کی طرف لوٹنا حرام ہے اگر جان بوجھکر) تشہد اول کی طرف (لوٹے تو نماز باطل ہو گی) چونکہ نفل کی وجہ سے فرض کو قطع کیا (لیکن بھول سے یا لوٹنے کی حرمت سے ناواقفیت کی وجہ سے لوٹے تو) نماز باطل نہ ہو گی بلکہ (سجدۂ سہو کرے لیکن جب) تشہد اول کے لئے بیٹھنے کی حالت میں (یاد آجائے تو اس پر کھڑا ہونا لازم ہے)۔

اب آگے مصنفؒ تشہد اول کی طرف لوٹنے سے متعلق تفصیل بیان فرمارہے ہیں: (اور اگر کھڑا ہونے سے پہلے) یعنی جس حد میں پہنچنے سے قرات کافی ہوتی ہے اس حد سے پہلے تشہد اول کی طرف (لوٹے تو سجدۂ سہو نہ کرے) اس لئے کہ یہ خفیف [تھوڑی] حرکت ہے، لیکن قیام کی اس حد میں پہنچے جس میں قرات کافی ہوتی ہو تو سجدئہ سہو کرے، اس لئے کہ

نماز کے نظم میں خلل واقع ہوا، یہ تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ بھولے سے ہو، اگر جان بوجھکر ہو تو یہ تفصیل ہے: (اور اگر جان بوجھکر) تشھد اول کو چھوڑے اور (قیام کے لئے اٹھے پھر اٹھکر قیام سے زیادہ قریب ہونے کے بعد) مطلب یہ ہیکہ جس حد میں قرات کافی ہوتی ہے اس حد میں پہنچنے کے بعد تشھد اول کی طرف (لوٹے تو نماز باطل ہوگی) اس لئے کہ جان بوجھکر اس طرح کرنا مبطلِ صلاۃ میں سے ہے (ورنہ) یعنی جس حد میں قرات کافی ہوتی ہے اس حد میں پہنچنے سے پہلے لوٹے تو باطل (نہیں) ہوگی، اس لئے کہ یہ خفیف حرکت ہے (اور قنوت کا حکم تشھد کی طرح ہے) مطلب یہ ہیکہ جان بوجھکر اور بھولے سے تشھد اول کو چھوڑنے کی جو تفصیل ہے وہی تفصیل قنوت کو جان بوجھکر اور بھولے سے چھوڑنے کے بارے میں ہوگی (اور) قنوت کو چھوڑ کر (پیشانی کو زمین پر رکھنا ایسا ہے جیسے) تشھد اول کو چھوڑ کر (کھڑا ہونا) مطلب یہ ہے کہ پیشانی کو زمین پر رکھنے کے بعد اگر جان بوجھکر حرمت کو جانتے ہوئے قنوت پڑھنے کے لئے لوٹے تو نماز باطل ہوگی اس لئے کہ نفل [مراد قنوت] کی وجہ سے فرض [مراد سجدہ] کو قطع کیا، اور اگر بھولے سے یا حرمت سے ناواقفیت کی وجہ سے لوٹے تو نماز باطل نہ ہوگی [بلکہ سجدۂ سہو کرے] لیکن یاد آنے پر قنوت کو چھوڑنا لازم ہوگا، پیشانی زمین پر نہ رکھی ہو [اور یاد آجائے] تو قنوت پڑھنے کے لئے لوٹنا جائز ہوگا اگرچہ بعض اعضاء زمین پر رکھے ہوں اس لئے کہ وہ فرض میں مشغول نہیں ہوا، یہ مذکورہ مسائل منفرد کے بارے میں ہیں آگے مصنفؒ امام اور مقتدی کے مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(وَلَوْ نَهَضَ الْاِمَامُ لَمْ يَجُزْ لِلْمَأْمُوْمِ الْقُعُوْدُ لَهُ اِلَّا أَنْ يَنْوِيَ مُفَارَقَتَهُ فَلَوِ انْتَصَبَ مَعَ الْاِمَامِ فَعَادَ الْاِمَامُ اِلَيْهِ حَرُمَتْ مُوَافَقَتُهُ بَلْ يُفَارِقُهُ أَوْ يَنْتَظِرُهُ قَائِمًا فَاِنْ وَافَقَهُ عَمْدًا بَطَلَتْ وَلَوْ قَعَدَ الْاِمَامُ وَقَامَ الْمَأْمُوْمُ سَهْوًا لَزِمَهُ الْعَوْدُ لِمُوَافَقَةِ اِمَامِهِ اور اگر امام) تشھد اول کو چھوڑ کر قیام کے لئے (اٹھ جائے تو مقتدی کے لئے جائز نہیں ہے تشھد اول کے لئے بیٹھنا) اس

لئے کہ یہ مخالفت فاحشہ ہے، اگر جان بوجھکر اور حرمت کو جانتے ہوئے بیٹھے تو نماز باطل ہو گی (مگر یہ کہ مقتدی امام سے جدائی) یعنی ترک اقتداء (کی نیت کرے) تو اس صورت میں مقتدی منفرد شمار ہو گا لہذا نماز باطل نہ ہو گی (اگر مقتدی امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے پھر امام تشھد اول کی طرف لوٹے تو مقتدی پر لوٹنے میں امام کی موافقت حرام ہے) اس لئے کہ لوٹنے میں امام یا تو مخطی ہے یا عامد اگر مخطی ہے تو خطاء میں امام کی موافقت نہیں کرے گا اگر عامد ہے تو اس کی نماز باطل ہے [لہذا موافقت نہیں ہے] (بلکہ مقتدی امام سے مفارقت کی نیت کر کے الگ ہو جائے) اور یہ نیت دل سے کرے نہ کہ زبان سے، مطلب یہ ہیکہ دل میں اس طرح نیت کرے کہ میں امام سے الگ ہوا (یا قیام میں امام کا انتظار کرے) اور اس صورت میں قیام طویل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں قیام کے طویل رکن ہونے کی وجہ سے اسے لمبا کرنا جائز ہے (اگر مقتدی امام کی جان بوجھکر) اور حرمت کو جانتے ہوئے (موافقت کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو گی) بھولے سے یا حرمت سے ناواقفیت کی وجہ سے موافقت کرے تو نماز باطل نہ ہو گی لیکن یاد آنے پر فورا قیام میں جانا لازم ہو گا (اور اگر امام) تشھد اول کے لئے (بیٹھے اور مقتدی بھولے سے کھڑا ہو جائے تو اس پر لازم ہے اپنے امام کی موافقت کے لئے) تشھد اول کی طرف (لوٹنا) اس لئے کہ مقتدی کے لئے فرض یعنی قیام میں مشغول ہونے کے بہ نسبت امام کی متابعت مؤکد ہے، اسی وجہ سے مقتدی سے قیام اور فاتحہ ساقط ہو جاتے ہیں [تفصیل کے لئے جلد اول ملاحظہ فرمائیں] اگر مقتدی نہ لوٹے تو نماز باطل ہو گی بشرطیکہ مفارقت کی نیت نہ کی ہو اگر مقتدی جان بوجھکر موافقت کو چھوڑے اور قیام میں مشغول ہو جائے تو اس پر لوٹنا لازم نہ ہو گا بلکہ سنت ہو گا جیسا کہ تحقیق وغیرہ میں اس مسئلہ کو تشھد میں راجح قرار دیا ہے اور قنوت تشھد کے مثل ہے تو اس میں بھی یہ راجح ہو گا،

(وَلَوْ شَكَّ هَلْ سَهَا أَوْ هَلْ زَادَ رُكْنًا أَوْ هَلِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا لَمْ يَسْجُدْ اور اگر شک ہو کہ کیا بھول ہوئی) یعنی وہ بھول جس سے سجدۂ سہو لاحق ہوتا ہے (یا) یہ شک ہو کہ (کیا رکن زیادہ کیا یا) اس بات میں شک ہو کہ (کیا منھی عنہ کا ارتکاب کیا تو) تینوں صورتوں میں (سجدۂ سہو نہ ہوگا) پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ اصل سہو کا نہ ہونا ہے، دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ اصل رکن کا زیادہ نہ ہونا ہے اور تیسری صورت میں اس وجہ سے کہ اصل منھی عنہ کا ارتکاب نہ ہونا ہے (أَوْ هَلْ تَرَكَ بَعْضًا مُعَيَّنًا أَوْ هَلْ سَجَدَ لِلسَّهْوِ أَوْ هَلْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا بَنَى عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَفْعَلْهُ وَيَسْجُدُ لٰكِنْ إِنْ زَالَ شَكُّهُ قَبْلَ السَّلَامِ يَسْجُدُ أَيْضًا لِمَا صَلَّاهُ مُتَرَدِّدًا وَاحْتَمَلَ أَنَّهُ زَائِدٌ یا) شک ہو جائے کہ (کیا بعض معین) مثلاً قنوت (کو چھوڑا یا) سجدۂ سہو لاحق ہونے کی صورت میں شک ہو کہ (کیا سجدۂ سہو کیا یا) چار رکعت والی نماز میں شک ہو کہ (کیا ۳ رکعت پڑھا یا ۴ تو اس بات پر بناء کرے گا کہ اس نے) تینوں صورتوں میں (وہ مشکوک چیز اداء نہیں کی) یعنی پہلی صورت میں مثلاً قنوت نہیں پڑھی، دوسری میں سجدۂ سہو نہیں کیا اور تیسری صورت میں چوتھی رکعت نہیں پڑھی، اس لئے کہ اصل عدم فعل [یعنی اداء نہ کرنا] ہے (اور) مذکورہ تینوں صورتوں میں (سجدۂ سہو کرے گا لیکن اگر سلام سے پہلے شک دور ہو جائے تو بھی سجدۂ سہو کرے گا) مطلب یہ ہیکہ جس طرح شک باقی رہنے کی صورت میں سجدۂ سہو کرنا ہے اسی طرح شک دور ہونے کی صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا ہے (اس لئے کہ اس نے مشکوک کو تردد کی حالت میں پڑھا ہے اور احتمال ہے کہ متردد فیہ زائد ہو)

(وَإِنْ وَجَبَ فِعْلُهُ عَلَى كُلِّ حَالٍ لَمْ يَسْجُدْ مِثَالُهُ شَكَّ فِي الثَّالِثَةِ أَهِيَ ثَالِثَةٌ أَمْ رَابِعَةٌ فَتَذَكَّرَ فِيهَا لَمْ يَسْجُدْ أَوْ بَعْدَ قِيَامِهِ لِلرَّابِعَةِ سَجَدَ اور اگر متردد فیہ کو ہر حال میں) یعنی شک رہے یا نہ رہے (اداء کرنا واجب ہو تو سجدۂ سہو نہ کرے اس کی) یعنی متردد فیہ کو ہر حال میں اداء کرنے کی (مثال) یہ کہ (مصلی کو شک ہو تیسری) رکعت (میں کہ یہ تیسری ہے یا

چوتھی پھر تیسری میں ہی یاد آجائے کہ یہ تیسری ہے تو سجدۂ سہو نہیں ہے) اس لئے کہ متردد فیہ کو اداء کرنا واجب ہے، اگر دوسری رکعت میں شک ہو جائے کہ یہ دوسری ہے یا تیسری تو یہی مذکورہ بالا حکم ہو گا (لیکن مصلی کو چوتھی کے لئے کھڑا ہونے کے بعد یاد آجا ئے) کہ اس سے پہلی والی رکعت تیسری تھی (تو سجدۂ سہو کرے گا) اس لئے کہ یاد آنے سے پہلے جو پڑھی اس میں زائد کا احتمال ہے، اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے کے بعد یاد آجائے کہ اس سے پہلی والی رکعت دوسری تھی جو زائد ہے تو بھی یہی حکم ہو گا،

(وَسُجُوْدُ السَّهْوِ وَاِنْ تَعَدَّدَتْ أَسْبَابُهُ سَجْدَتَانِ، سجدۂ سہو ۲ ہیں اگر چہ اس کے اسباب متعدد ہوں) مطلب یہ ہیکہ سجدۂ سہو کا ایک سبب پایا جائے یا زیادہ سجدۂ سہو دو ہی کرنا ہے، بعضوں نے کہا کہ دونوں سجدوں میں اس طرح کہنا مستحب ہے: سُبْحَانَ مَن لَّا يَنَامُ وَلَا يَسْهُوْ [میں پاکی بیان کرتا ہوں اس ذات کی جو نہ سوتی ہے اور نہ اس کو نسیان ہوتا ہے] (وَلَوْ سَجَدَ الْمَسْبُوْقُ مَعَ اِمَامِهِ أَعَادَهُ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ اور اگر مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے تو اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کا اعادہ کرے) اس لئے کہ یہ [یعنی نماز کا آخری حصہ] سجدہ کا محل ہے اور امام کے ساتھ سجدہ کرنا اس کی اتباع میں ہے (وَاِنْ سَهَا خَلْفَ الْاِمَامِ لَمْ يَسْجُدْ فَاِنْ سَهَا قَبْلَ الْاِقْتِدَاءِ بِهِ أَوْ بَعْدَ سَلَامِ الْاِمَامِ سَجَدَ وَلَوْ سَهَا الْاِمَامُ وَلَوْ قَبْلَ الْاِقْتِدَاءِ بِهِ وَجَبَتْ مُتَابَعَتُهُ فِي السُّجُوْدِ فَاِنْ لَمْ يُتَابِعْ بَطَلَتْ صَلَاتُهُ اگر مقتدی کو امام کے پیچھے سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو نہ کرے) اس لئے کہ امام مقتدی کے سہو کو اٹھاتا ہے [مطلب یہ ہے کہ اقتداء کی حالت میں مقتدی کے سہو کی امام سے تلافی ہو جاتی ہے] (اور اگر مقتدی کو امام کی اقتداء سے پہلے یا امام کے سلام کے بعد سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو کرے) اس لئے کہ اقتداء سے پہلے یا بعد لاحق ہونے والے سہو کو امام نہیں اٹھاتا (اور اگر امام کو سہو

ہو جائے اگر چہ مقتدی کے امام کی اقتداء کرنے سے پہلے تو) بھی مقتدی پر (واجب ہے سجدۂ سہو میں امام کی اتباع کرنا) اس لئے کہ امام کا سہو مقتدی کو لاحق ہوتا ہے (اگر اتباع نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو گی) اس لئے کہ اس نے واجب کی مخالفت کی،

(فَإِنْ تَرَکَ الْإِمَامُ سَجَدَ الْمأْمُوْمُ اگر امام) سجدۂ سہو کو (چھوڑے تو مقتدی سجدۂ سہو کرے) یہ مقتدی کے لئے مستحب ہے چاہے مقتدی موافق ہو یا مسبوق (وَلَوْ نَسِيَ الْمَسْبُوْقُ فَسَلَّمَ مَعَ الْإِمَامِ ثُمَّ ذَکَرَ تَدَارَکَ وَ سَجَدَ لِلسَّهْوِ اور اگر مسبوق) اپنی بقیہ نماز (بھول جائے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے پھر) سلام کے بعد (یاد آجائے تو) نماز میں داخل ہو کر بقیہ نماز (پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے) اس لئے کہ مسبوق نے اقتداء ختم ہونے کے بعد بھولے سے سلام پھیرا، اگر جان بوجھکر سلام پھیرتا تو نماز باطل ہوتی،

(وَ سُجُوْدُ السَّهْوِ سُنَّةٌ وَ مَحَلُّهٗ قَبْلَ السَّلَامِ سَوَاءٌ سَهَا بِزِيَادَةٍ أَوْ نَقْصٍ، اور سجدۂ سہو سنتِ) مؤکدہ (ہے) [سجو دالسهو سنة] مؤ كدة (منهاج مع نهايه ص٦٦ج٢) سجدۂ سہو سنت مؤکدہ ہے (اور اس کا محل سلام سے پہلے ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے سلام سے پہلے سجدہ کیا اور اس کا حکم فرمایا (چاہے سہو زیادتی سے ہو) جیسے رکعت بڑھادے (یا کمی سے) جیسے تشہد چھوڑے (فَإِنْ سَلَّمَ قَبْلَهٗ عَمْدًا مُطْلَقًا أَوْ سَهْوًا وَ طَالَ الْفَصْلُ فَاتَ وَإِنْ قَصُرَ وَ أَرَادَ السُّجُوْدَ سَجَدَ وَ كَانَ عَائِدًا إِلَى الصَّلَاةِ فَيُعِيْدُ السَّلَامَ اگر سجدۂ سہو سے پہلے جان بوجھکر سلام پھیر دے تو) سلام پھیرنے کے بعد وقت زیادہ گزرا ہو یا نہ گزرا ہو سجدۂ سہو فوت ہو گا، ایک صورت یہ ہے اور دوسری یہ ہے: (اور اگر بھولے سے) سلام (پھیرے اور) اتنا (وقت زیادہ گزرے) کہ عرف میں اس کو زیادہ شمار کیا جائے سلام اور سجدۂ سہو یاد آنے کے درمیان (تو) سجدۂ سہو دونوں صورتوں میں (فوت ہو گا) محل فوت ہونے کی بناء پر، پہلی صورت میں جان بوجھکر سلام پھیرنے کی وجہ سے اور دوسری صورت

میں وقت زیادہ گزرنے سے (اگر) یعنی درمیان میں اتنا (کم وقت گزرا ہو) کہ عرف میں اس کو کم شمار کیا جائے (اور سجدۂ سہو کا ارادہ ہو تو سجدۂ سہو کرے اور وہ) یعنی ساجد اس صورت میں (نماز کی طرف لوٹنے والا شمار ہو گا لہذا دوسری بار) تشھد (وغیرہ) پڑھے بغیر (سلام پھیرے) اس لئے کہ پہلا سلام لغو ہوا، آپ ﷺ نے نماز ظہر کی ۵ رکعتیں پڑھیں پھر آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے ۲ سجدے کئے سہو کی وجہ سے، اگر سجدئہ سہو کے وقت حدث لاحق ہو جائے تو نماز باطل ہو گی اس لئے کہ اس وقت وہ نماز میں تھا لوٹنے کی وجہ سے،

(فَصْل)

(سجدۂ تلاوت اور شکر کے بیان میں)

مصنفؒ نے سجدۂ تلاوت کو سجدۂ سہو کے بعد ذکر فرمایا اس لئے کہ سجدۂ تلاوت نماز میں اور نماز سے باہر بھی ہوتا ہے لیکن سجدئہ سہو صرف نماز میں ہی ہوتا ہے، نیز اسی طرح سجدئہ شکر کو سجدئہ تلاوت اور سہو دونوں کے بعد ذکر فرمایا اس لئے کہ سجدئہ شکر صرف نماز سے باہر ہوتا ہے،

(سُجُوْدُ التِّلَاوَةِ سُنَّةٌ لِلْقَارِئِ وَالْمُسْتَمِعِ وَالسَّامِعِ، پڑھنے والے، دھیان سے سننے والے اور سننے والے کے لئے سجدئہ تلاوت سنت ہے)

(مستمع اور سامع کی تعریف)

المستمع هو الذی یقصد السماع بخلاف السامع (حاشیۂ عمدۃ ص۱۸) بالقصد سننے والے کو مستمع کہتے ہیں اس کے بر خلاف سامع وہ ہے جس کا سننے کا قصد نہ ہو،

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: آپ ﷺ قرآن شریف پڑھتے جب سجدہ کی آیت تلاوت فرماتے تو سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے،

(سجدۂ تلاوت کی فضیلت)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان جب پڑھتے پڑھتے مقام سجدہ پر پہنچتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا ایک طرف ہو جاتا ہے اور کہتا ہے، ہائے تباہی، اسے سجدہ کا حکم ہوا تو سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہوا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے سجدہ نہیں کیا تو جہنم کا مستحق ہوا(تحقيق على عمدة ص۹۷)

مذکورہ مسائل اس صورت میں ہیں جب کہ نماز سے باہر ہو اگر نماز کے اندر ہو تو یہ مسائل ہیں: (وَ يَسْجُدُ الْمُصَلِّي الْمُنْفَرِدُ وَ الْإِ مَامُ لِقِرَاءَةِ نَفْسِهِ فَإِنْ سَجَدَا لِقِرَاءَةِ غَيْرِهِمَا بَطَلَتْ صَلَاتُهُمَا تنہاء نماز پڑھنے والا اور امام اپنی قرأت پر سجدۂ تلاوت کرے اگر دونوں دوسرے کی قرأت پر سجدہ کریں تو) منہی سجدہ کو نماز میں بڑھانے کی وجہ سے (دونوں کی نماز باطل ہوگی) سجدۂ تلاوت کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ: آیت سجدہ قیام میں پڑھی گئی ہو اس لئے کہ قیام اس کا محل ہے اگر رکوع وغیرہ میں پڑھی گئی ہو تو سجدہ نہ کرے [اس لئے کہ رکوع وغیرہ اس کا محل نہیں ہے] (وَيَسْجُدُ الْمَأْمُومُ لِقِرَاءَةِ إِمَامِهِ مَعَهُ اور مقتدی اپنے امام کی قرأت پر امام کے ساتھ) اتباعا (سجدہ کرے گا فَلَوْ سَجَدَ لِقِرَاءَةِ نَفْسِهِ أَوْ غَيْرِ إِمَامِهِ أَوْ سَجَدَ دُوْنَهُ أَوْ تَخَلَّفَ عَنْهُ بَطَلَتْ اگر مقتدی اپنی یا اپنے امام کے علاوہ کی قرأت پر سجدۂ تلاوت کرے یا) امام کے آیت سجدہ پڑھنے پر (مقتدی سجدہ کرے لیکن امام نہ کرے یا مقتدی امام سے پیچھے رہے) مطلب یہ ہیکہ امام سجدہ کرے اور مقتدی نہ کرے (تو) ان تمام صورتوں میں مخالفت فاحشہ ہونے کی بناء پر (مقتدی کی نماز باطل ہوگی) مصنفؒ سجدۂ تلاوت کے احکام سے فارغ ہوئے اب آگے اس کی تعداد اور مقامات کو بیان فرما رہے ہیں: (وَهُوَ أَرْبَعَ عَشَرَةَ سَجْدَةً مِنْهَا ثِنْتَانِ فِي الْحَجِّ وَلَيْسَ مِنْهَا سَجْدَةُ ص بَلْ هِيَ سَجْدَةُ شُكْرٍ

تُفْعَلُ خَارِجَ الصَّلَاۃِ اور سجدۂ تلاوت ۱۴ ہیں ان میں سے ۲ سورۂ حج میں ہیں اور) ان ۱۴ (سجدوں میں سورۂ ص کا سجدہ نہیں ہے بلکہ یہ سجدۂ شکر ہے جو نماز کے باہر کیا جاتا ہے) اس لئے کہ یہ سجود تلاوت میں داخل نہیں جیسا کہ نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ: حضرت داودؑ نے توبہ قبول ہونے پر یہ سجدہ کیا اور ہم شکر کے طور پر کرتے ہیں،

(وَيُبْطِلُ تَعَمُّدُهَا الصَّلَاۃَ اور جان بوجھکر سجدۂ تلاوت کرنا نماز کو باطل کرتا ہے) مطلب یہ ہیکہ آیت سجدہ سجدہ کرنے کے قصد سے پڑھے اور جان بوجھکر اور حرمت کو جانتے ہوئے سجدہ کرے تو نماز باطل ہو گی،

نماز میں سجدہ کی آیت سجدہ کے قصد سے پڑھکر سجدہ کرے تو نماز کا تفصیلی حکم

جمعہ کی نماز صبح کے علاوہ کسی نماز میں اگر سجدہ کی آیت سجدہ کرنے کے قصد (ارادہ) سے پڑھے اور (اس طرح پڑھنا حرام ہے اس حرمت کو جانتے ہوئے اور جان بوجھکر) سجدہ کرے تو نماز باطل ہو گی (اس لئے کہ یہ غیر مشروع زیادتی ہے، ورنہ نماز باطل نہ ہو گی) و **كذا تبطل الصلاة بسجودهما لقراءة انفسهما اذا قرأ آية السجدة بقصد السجود في غير صبح يوم الجمعة** (انوار المسالک ص٦٧) اور اگر جمعہ کی نماز صبح میں، الم تنزیل، پڑھے اور سجدہ کرے اگرچہ سجدہ کے قصد سے پڑھا ہو نماز باطل نہ ہو گی (اس لئے کہ یہ وارد ہے) لیکن اگر، الم تنزیل، کے علاوہ کوئی آیت سجدہ پڑھے اور حرمت کو جانتے ہوئے اور جان بوجھکر سجدہ کرے تو معتمد قول کے مطابق نماز باطل ہو گی (ورنہ نہیں) **ولو قرأ في الصلاة آية سجدة أو سورتها بقصد السجود في غير، الم تنزيل، في صبح يوم الجمعة بطلت صلاته على المعتمد ان كان عالما بالتحريم** (نهاية المحتاج ص٩٦ ج٢)

(وَإِذَا سَجَدَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ لِلسُّجُوْدِ وَالرَّفْعِ نَدْبًا وَيَجِبُ أَنْ يَنْتَصِبَ قَائِمًا وَيُنْدَبُ أَنْ يَقْرَأَ شَيْئًا ثُمَّ يَرْكَعَ وَفِي غَيْرِ الصَّلَاةِ تَجِبُ تَكْبِيْرَةُ الْإِحْرَامِ اور جب نماز میں سجدۂ تلاوت کرے تو سجدہ میں جانے اور) اس سے (اٹھنے کے لئے) بھی (تکبیر کہے یہ مستحب

ہے اور واجب یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو جائے) سجدہ کے بعد، یہ اس صورت میں ہے جبکہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو اور اس میں جلسۂ استراحت مسنون نہیں اگر بیٹھکر پڑھ رہا ہو تو سجدۂ تلاوت کے بعد بیٹھنا واجب ہے (اور مستحب ہیکہ) سجدۂ تلاوت سے کھڑا ہونے کے بعد اگر کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو تو اور اگر بیٹھکر پڑھ رہا ہو تو بیٹھنے کے بعد قرآن میں سے (کچھ پڑھے پھر رکوع کرے) یہ نماز کے اندر کا حکم ہوا، نماز کے باہر کا حکم یہ ہے: (اور نماز کے علاوہ میں) سجدۂ تلاوت کے لئے (تکبیر تحریمہ واجب ہے)

سجدۂ تلاوت اور شکر کے ارکان

مصلی کے علاوہ کے لئے سجدۂ تلاوت اور شکر کے ارکان ۴ ہیں: (۱)نیت (۲) تکبیر تحریمہ (۳)سجدہ کرنا (تلاوت یا شکر کا) (۴)سلام(منهج الطلاب مع فتح الوهاب ص٤٧ ج١) ان میں ۲ رکن قولی ہیں (۱) تکبیر تحریمہ (۲)سلام، اور ۲ رکن فعلی ہیں (۱)نیت، اس لئے کہ یہ فعل قلبی ہے مطلب یہ ہیکہ دل سے نیت کرنا ہے، اگر زبان سے بھی کرے تو سنت ہے(حا شية الجمل ص٤٧ ج١) (نیت اس طرح کرے: سجدۂ تلاوت کرتا ہوں قبلہ رو ہو کر اللہ کے واسطے) (۲) سجدہ۔

سجدۂ تلاوت اور شکر کرنے کا طریقہ

یہ ہیکہ نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے پھر دوسری تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اس کے بعد تکبیر کہکر بیٹھ جائے اور ۲ سلام پھیرے(منهج الطلاب مع فتح الوهاب ص٤٧ ج١) اگر نماز کے اندر سجدۂ تلاوت کیا جائے تو نہ نیت کرے نہ تکبیر تحریمہ کہے بلکہ ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلا جائے پھر اسی طرح تکبیر کہتے ہوئے اٹھ جائے،

(وَتُنْدَ بُ تَكْبِيْرَة لِلسُّجُوْدِ وَالرَّفْعِ لَا التَّشَهُّدُ وَاِنْ أَ خَرَ السُّجُوْدَ وَقَصَرَ الْفَصْلُ سَجَدَوَاِلَّا لَمْ يَقْضِ) تکبیر تحریمہ کے علاوہ (سجدہ میں جانے کے لئے اور) اس سے (اٹھنے

کے لئے تکبیر مستحب ہے نہ کہ تشھد) یعنی تشھد مستحب نہیں ہے، سجدۂ شکر کے لئے بھی یہ ہی احکام ہیں (اور اگر سجدۂ تلاوت کو مؤخر کرے) یعنی آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کرے (اور) آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سے لیکر سجدہ کا ارادہ ہونے تک کے درمیان عرفا (وقت کم گزرا ہو تو سجدۂ تلاوت کرے ورنہ) یعنی وقت زیادہ گزرا ہو تو (نہ کرے) اس لئے کہ اب محل فوت ہو گیا،

آیت سجدہ سنکر سجدہ نہ کرے اور پھر ارادہ ہو جائے تو اس مذکورہ تفصیل [وقت کے کم یا زیادہ ہونے] کے مطابق عمل ہو گا (نہایۃ المحتاج ص۱۰۲ج۲) (وَلَوْ كَرَّرَ آيَةً فِي مَجْلِسٍ أَوْ رَكْعَةٍ وَلَمْ يَسْجُدْ لِلْأُولَى كَفَتْهُ سَجْدَةٌ، اور اگر) قاری ایک (مجلس یا ایک رکعت میں سجدہ کی آیت مکرر پڑھے اور پہلی قرأت کے لئے سجدہ نہ کیا ہو تو اس کے لئے) ایک (سجدہ کرنا کافی ہو گا) لیکن اگر پہلی بار آیت سجدہ پڑھنے کی بناء پر سجدہ کیا ہو تو جتنی مرتبہ پڑھے اتنی مرتبہ سجدہ کرے، جب ایک ہی جگہ سجدہ کی مختلف آیتیں پڑھی جائیں تو [تجدید سبب کی بناء پر] ہر ہر آیت کا سجدہ کرے (المجموع ص۵٦۷ج۳)

(وَيُنْدَبُ لِمَنْ قَرَأَ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا آيَةَ رَحْمَةٍ أَنْ يَسْأَلَ اللّٰهَ الرَّحْمَةَ أَوْ آيَةَ عَذَابٍ أَنْ يَتَعَوَّذَ مِنْهُ، جو شخص نماز کے اندر اور باہر آیت رحمت پڑھے تو اس کے لئے مستحب ہیکہ اللہ تعالی سے رحمت کا سوال کرے اگر آیت عذاب پڑھے تو) اس کے لئے مستحب (یہ ہیکہ عذاب سے پناہ مانگے) نمازی چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد، حضرت عوف ابن مالکؓ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا آپ ﷺ سورۂ بقرۃ پڑھتے ہوئے رحمت کی آیت پر پہنچتے تو ٹھہرتے اور رحمت کا سوال کرتے اور عذاب کی آیت پر پہنچتے تو ٹھہرتے اور پناہ مانگتے، مذکورہ مسائل سجدۂ تلاوت سے متعلق ہوئے اب آگے مصنفؒ سجدۂ شکر سے متعلق مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(وَلِمَنْ تَجَدَّدَ لَهُ نِعْمَةٌ ظَاهِرَةٌ أَوِ انْدَفَعَتْ عَنْهُ نِقْمَةٌ ظَاهِرَةٌ وَمِنْهُ رُؤْيَةُ مُبْتَلًى بِمَعْصِيَةٍ أَوْ مَرَضٍ أَنْ يَسْجُدَ شُكْرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى، اور جس شخص کو ظاہری نعمت حاصل ہو جائے) مثلا بچہ پیدا ہو جائے یا مال وغیرہ حاصل ہو جائے (یا جس سے ظاہری مصیبت دور ہو جائے) جیسے ڈوبنے سے نجات اور بیماری سے شفاء حاصل ہو جائے وغیرہ (یا جو شخص کسی کو گناہ یا بیماری میں مبتلاء دیکھے) مطلب یہ ہیکہ اللہ تعالی نے اسے گناہ یا بیماری میں مبتلا کیا ہے لیکن میری حفاظت کی لہذا (اس کے لئے) بھی سنت (یہ ہیکہ اللہ تعالی کے لئے شکر کا سجدہ کرے) آپ ﷺ کی خدمت میں جب حضرت علیؓ کا یمن سے مکتوب گرامی آیا کہ قبیلۂ ھمدان نے اسلام قبول کیا ہے تو آپ ﷺ سجدہ ریز ہو گئے،

(وَيُخْفِيهَا إِلَّا لِفَاسِقٍ فَيُظْهِرُهَا لِيَرْتَدِعَ إِنْ لَمْ يَخَفْ ضَرَرًا وَهِيَ كَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ خَارِجَ الصَّلَاةِ وَتَبْطُلُ بِفِعْلِهَا الصَّلَاةُ) گناہ (اور) بیماری میں مبتلا آدمی کو دیکھنے کی وجہ سے کئے جانے والے (سجدۂ شکر کو پوشیدہ طور پر کیا جائے) تا کہ دیکھنے والے کی دل شکنی نہ ہو (مگر فاسق کے سامنے کیا جائے گا) مطلب یہ ہیکہ فاسق سے پوشیدہ ہو کر سجدہ نہ کرے بلکہ سامنے کرے (تا کہ وہ) فسق وفجور کو (چھوڑے اگر) فاسق کے سامنے سجدہ کرنے سے ساجد کو (نقصان کا خوف نہ ہو تو) خوف ہو تو سامنے نہ کیا جائے (اور سجدۂ شکر ایسا ہے جیسے نماز کے باہر سجدۂ تلاوت) مطلب یہ ہیکہ نماز کے باہر سجدۂ تلاوت کرنے کے جو ارکان و شروط ہیں وہی ارکان و شروط سجدۂ شکر کے ہیں (اور) نماز میں (سجدۂ شکر کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے) یہ اس صورت میں ہے جبکہ مصلی کو بطلان صلاۃ یعنی اس سجدہ سے نماز باطل ہوتی ہے اس کا علم ہو اور جان بوجھکر سجدہ کرے (منہاج مع مغنی ص۲۱۵ ج۱)

حنفی امام جب سورۂ ص کا سجدہ کرے تو شافعی مقتدی کیا کرے چونکہ یہ اس سجدہ کا قائل نہیں ہے

و تحرم فیھا و تبطلھا علی الاصح ان علم ذلک و تعمدہ أما لجاھل أو الناس فلا تبطل صلاتہ بعذرہ لکن یسجد للسھو و لو سجدھا امامہ و کان یعتقدھا کحنفی جاز لہ مفارقتہ و انتظارہ قائما کما ینتظرہ قاعدا اذا قام امامہ لرکعۃ خامسۃ سھوا و لا یسجد للسھو اذا انتظرہ (منھاج مع مغنی ص۲۱۵ ج۱) نماز میں سجدۂ شکر کرنا حرام ہے اور نماز کو باطل کرتا ہے اصح قول کے مطابق جبکہ بطلان صلاۃ کا علم ہو اور جان بوجھکر کرے، بطلان صلاۃ کا علم نہ ہونے کی صورت میں یا بھولکر کرے تو باطل نہیں ہوتی اس عذر کی بناء پر لیکن سجدۂ سہو کرے اور اگر امام سورۂ ص کا سجدہ کرے اور اس کا اعتقاد رکھتا ہو جیسے حنفی تو شافعی مقتدی کے لئے جائز ہے مفارقت کی نیت اور قیام کی حالت میں اس کا انتظار کرنا جیسے مقتدی کے لئے جائز ہے بیٹھے ہوئے امام کا انتظار کرنا جبکہ وہ بھولکر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور جب انتظار کرے تو سجدۂ سہو نہ کرے،

حنفی امام جب سورۂ حج کی دوسری آیت سجدہ تلاوت کرے تو شافعی مقتدی کیا کرے چونکہ یہ اس سجدہ کا قائل ہے اور حنفی امام نہیں ہے

اس صورت میں امام کے سلام کے بعد سجدہ کرے، اگر پہلے کرے تو نماز باطل ہو گی (المجموع ص۵۵۲ ج۳) **لما کان السجود من جنس الصلاۃ ۔۔ والامام لم یسجدلہ فیسجد لہ المأموم بعد سلام الامام الخ** (فتاوی کبری ص۱۹۸ ج۱) جب سجدہ جنس صلاۃ میں سے ہو اور امام نہ کرے تو مقتدی امام کے سلام کے بعد کرے،

(وَلَوْ خَضَعَ فَتَقَرَّبَ لِلّٰہِ بِسَجْدَۃٍ مُنْفَرِدَۃٍ بِلَا سَبَبٍ حَرُمَ وَ حُکْمُ سُجُوْدِ التِّلَاوَۃِ حُکْمُ صَلَاۃِ النَّفْلِ فِی الْقِبْلَۃِ وَ الطَّھَارَۃِ وَ السِّتَارَۃِ اور اگر خضوع کے طور پر سبب کے بغیر صرف سجدہ سے اللہ کا قرب حاصل کرے تو حرام ہے) جیسا کہ اس طرح صرف رکوع کرنا

بھی حرام ہے **[وضاحت جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں]** (سجدۂ تلاوت) اور سجدۂ شکر (کا حکم نفل نماز کا حکم ہے: قبلہ، طھارت اور ستر چھپانے کے بارے میں) مطلب یہ ہیکہ نفل نماز کے لئے قبلہ، طھارت اور ستر چھپانے کی جو تفصیل ہے وہی تفصیل سجدۂ تلاوت اور شکر کے لئے ہوگی،

سبب حاصل ہونے کے بعد اگر سجدۂ شکر نہ کرے اور بعد میں ارادہ ہو جائے تو سبب حاصل ہونے کے بعد سے لیکر سجدہ کا ارادہ ہونے تک کے درمیان عرفا وقت زیادہ گزرا ہو تو سجدۂ شکر نہ کرے (نهاية ص ١٠٤ ج ٢) [اس لئے کہ اب محل فوت ہو گیا] اور اگر وقت کم گزرا ہو تو سجدہ کرے [اس لئے کہ محل باقی ہے]

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلَاۃِ الْجَمَاعَۃِ)

(نمازِ جماعت کا بیان)

جماعت کی تعریف

جماعت امام اور مقتدی کے درمیان پائے جانے والے تعلق وربط کو کہتے ہیں،

جماعت کہاں مشروع ہوئی

مکہ میں مشروع ہوئی لیکن پوشیدہ طور پر پڑھی جاتی تھی اہل اسلام کے ضعف کی وجہ سے اور علی الاعلان مدینہ میں پڑھی گئی،

خصوصیت

جماعت کی نماز اس امت کی خصوصیات میں سے ہے(تحقیق علی عمدہ ص ۹۹)

اللہ تعالی نے فرمایا: وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاۃَ فَلْتَقُمْ طَائِفَۃٌ مِّنْهُمْ مَّعَکَ (سورۂ نساء ۱۰۲) تحقیق و تعلیق مع کفایۃ ص۱۹۲) یہ آیت نماز خوف کے بارے میں ہے جب اس میں اللہ تعالی نے جماعت کا حکم دیا تو اور حالات میں بدرجۂ اولی اس کی اہمیت اور تاکید ہو گی،

باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنے میں تنہاء نماز پڑھنے اور بازار میں نماز پڑھنے سے ۲۵ گنا زیادہ ثواب ہے وجہ یہ ہیکہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور نماز ہی باعث ہوتی ہے مسجد جانے کا تو ہر اٹھنے والے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور پھر نماز پڑھتا ہے تو جب تک باوضو رہتا ہے فرشتے سلامتی کی دعاء کرتے ہوئے یہ کہتے رہتے ہیں: اے اللہ اس کو سلامت رکھ، اے اللہ: اس پر رحم فرما، اور وہ اس وقت بھی نماز ہی میں شمار ہوتا ہے جب

وہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے(فقه السنة ص۱۹۸،الترغیب ص ۲۵۹ ج۱) گناہ سے مراد: صغائر ہیں (ریاض الصالحین مع نزھة ص۴۳۵ج۲) آپ ﷺ نے فرمایا: جماعت کی نماز تنہاء نماز سے ۲۷ درجہ افضل ہے (ریاض الصالحین فی نزھة ص ۳۹ ج۲،کتاب الام ص۱۸۰ ج۱) اول روایت میں ۲۵ کا عدد ہے اور دوسری روایت میں ۲۷ کا یہ دونوں ایک دوسرے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اصل مقصد کثرت فضیلت کو بتلانا ہے(تعلیق فی ترغیب ص ۲۶۰ج۱)

افضل کا معنی

أی أکثر ثوابا(نزھة المتقین ص۴۰ج۲) افضل کا معنی ہے: زیادہ ثواب۔

باجماعت نماز پڑھنے میں کوتاہی کی وعید

حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ نماز کا حکم دوں اور جب اذان ہو جائے تو کسی آدمی کو جماعت کرانے کا حکم دوں اور پھر جا کر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو نماز میں نہیں آتے، مسند امام احمد میں یہ الفاظ ہیں: اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی جماعت شروع کراتا اور اپنے نوجوانوں کو حکم دے دیتا کہ ان لوگوں کے گھروں کو جلا دیں جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور آکر جماعت میں شریک نہیں ہوتے(فقه السنة)

(هِيَ فَرْضُ كِفَايَةٍ فِي حَقِّ الرِّجَالِ الْمُقِيمِينَ فِي الْمَكْتُوْبَاتِ الْخَمْسِ الْمُؤَدَّيَاتِ بِحَيْثُ يَظْهَرُ الشِّعَارُ مقیم مردوں کے حق میں ۵ فرض اداء نمازوں میں جماعت فرض کفایہ ہے) آگے مصنفؒ فرض کفایہ کی صورت بیان فرمارہے ہیں کہ جماعت (اس مقدار میں) ہو (کہ شعار ظاہر ہو) مطلب یہ ہے کہ جس جگہ جماعت کی نماز قائم ہو وہاں شعار ظاہر ہو، اگر بڑا شہر ہو اور اس کے کسی ایک ہی جگہ [یا محلہ] میں جماعت قائم کرے اور باقی لوگ

گھروں میں پڑھے تو فرض کفایہ ادا نہ ہو گا، مسافروں کے لئے جماعت فرض کفایہ نہیں ہے [بلکہ سنت ہے] اسی طرح نفل نمازیں مثلا نماز عیدین ان میں بھی جماعت فرض کفایہ نہیں ہے بلکہ سنت ہے،

قضاء نماز میں جماعت فرض کفایہ نہیں ہے لیکن جماعت سے پڑھے تو صحیح ہے،

منذورہ (نذر مانی ہوئی) نماز کے لئے جماعت مشروع نہیں ہے،

(**وَتُسَنُّ لِلنِّسَاءِ وَلِلْمُسَافِرِيْنَ وَلِلْمَقْضِيَّةِ خَلْفَ مِثْلِهَا**، اور عورتوں، مسافروں اور اس قضاء نماز کے لئے) جماعت (سنت ہے جس قضاء کو ہم جنس قضاء) پڑھنے والے (کے پیچھے پڑھے) آپ ﷺ اور اصحاب کی نمازِ صبح فوت ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ با جماعت اس کی قضاء کی، ان کے حق میں جماعت نہ فرض عین ہے اور نہ فرض کفایہ، مصنف ؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ: ظہر کی قضاء نماز اگر امام کی اقتداء میں (یعنی با جماعت) پڑھنا ہے تو سنت ہے بشر طیکہ امام بھی ظہر کی قضاء پڑھ رہا ہو اگر اس کے علاوہ مثلا عصر کی قضاء پڑھ رہا ہو تو اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت نہیں ہے کیو نکہ عصر کی قضاء ظہر کی قضاء کے ہم جنس نہیں ہے اور ہم جنس ہونا شرط ہے،

(**لَا خَلْفَ مُؤَدَّاةٍ وَلَا مَقْضِيَّةٍ غَيْرِهَا** اداء نماز کے پیچھے قضاء) پڑھنے میں اگر چہ ہم جنس ہو جماعت سنت (نہیں ہے اور) اسی طرح (غیر ہم جنس قضاء کے پیچھے قضاء) یعنی قضاء کے پیچھے قضاء ہو لیکن دونوں ہم جنس نہ ہو تو جماعت سنت (نہیں ہے) بلکہ تنہاء پڑھنا افضل ہے علماء کے اختلاف سے نکلتے ہوئے جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: **الخروج من الخلاف مستحب** (الاشباہ والنظائر) اختلاف سے نکلنا مستحب ہے (**وَهِيَ فِي الْجُمُعَةِ فَرْضُ عَيْنٍ وَآكَدُ الْجَمَاعَاتِ الصُّبْحُ ثُمَّ الْعِشَاءُ ثُمَّ الْعَصْرُ** اور جماعت جمعہ میں فرض عین ہے) اس لئے کہ نبی کریم ﷺ، خلفاء راشدین اور ان کے بعد والے جمعہ کو با جماعت ہی

اداء کرتے تھے (اور) جمعہ کے علاوہ فرض نمازوں کی (جماعتوں میں سب سے زیادہ صبح کی جماعت کی تاکید ہے پھر عشاء اور پھر عصر کی جماعت کی) تاکید ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے عشاء باجماعت پڑھی گویا اس نے آدھی رات نماز میں گزار دی اور جس نے صبح با جماعت پڑھی گویا اس نے پوری رات نماز میں گزار دی، (وَأَقَلُّهَا اِمَامٌ وَمَأْمُومٌ اور جماعت متحقق ہونے کی کم سے کم مقدار امام اور مقتدی ہے) آپ ﷺ نے مالک بن حویرثؓ اور ان کے ساتھیؓ سے فرمایا: جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان دو پھر اقامت کہو اور تم دونوں میں بڑے کو چاہیئے کہ امامت کرے (وَهِيَ لِلرِّجَالِ فِي الْمَسَاجِدِ أَفْضَلُ، اور مردوں کے لئے جماعت مساجد میں افضل ہے) گھر وغیرہ کے مقابلہ میں، آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کی نمازوں میں سے گھر میں پڑھی ہوئی نمازیں افضل ہیں فرض کے علاوہ لہٰذا معلوم ہوا کہ فرض مسجد میں افضل ہے، اور مسجد کی طرف جانے میں جماعت کے شعار کا اظہار بھی ہے،

عورتوں کے لئے گھر میں باجماعت نماز پڑھنا بہ نسبت مسجد کے افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی عورتوں کو مساجد سے نہ روکو اور ان کے لئے ان کا گھر بہتر ہے (وَأَكْثَرُهَا جَمَاعَةً أَفْضَلُ مساجد میں سے جو جماعت کے اعتبار سے زیادہ ہو) یعنی افراد جماعت زیادہ ہوں (وہ افضل ہے) اور مساجد سے، آدمی کا دوسرے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اس کے اکیلے پڑھنے سے اور ایک کا دوسرے ۲ آدمیوں کے ساتھ پڑھنا افضل ہے ایک آدمی کے ساتھ پڑھنے سے اور جتنے افراد زیادہ ہونگے اتنے ہی اللہ تعالی کو زیادہ محبوب ہونگے، اس کو روایت کیا ہے ابو داود نے (فَإِنْ كَانَ بِجِوَارِهِ مَسْجِدٌ قَلِيلُ الْجَمْعِ فَالْبَعِيدُ الْكَثِيرُ الْجَمْعِ أَوْلَى إِلَّا أَنْ يَكُونَ إِمَامُهُ مُبْتَدِعًا أَوْ فَاسِقًا أَوْ لَا يَعْتَقِدُ بَعْضَ الْأَرْكَانِ أَوْ يَتَعَطَّلَ بِذَهَابِهِ إِلَى الْبَعِيدِ جَمَاعَةُ مَسْجِدِ الْجِوَارِ فَمَسْجِدُ الْجِوَارِ أَوْلَى وَلِلنِّسَاءِ فِي بُيُوتِهِنَّ أَفْضَلُ اگر مصلی کے پڑوس میں ایسی مسجد ہو جس میں چھوٹی جماعت ہوتی ہو)

اور مصلی سے دور بھی مسجد ہو (تو دور کی مسجد جس میں بڑی جماعت ہوتی ہو افضل ہے) مذکورہ بالا روایت ابو داود کی بناء پر (مگر یہ کہ دور کی مسجد کا امام بدعتی یا فاسق ہو یا بعض ارکان کا اعتقاد نہ رکھتا ہو) جیسے حنفی [اس کے نزدیک بسم اللہ الخ کا سورۂ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں لیکن شافعی کے نزدیک شمار ہے] (یا اس کے دور کی مسجد کی طرف جانے سے مسجد پڑوس کی جماعت ختم ہو جاتی ہو) یعنی مسجد میں اس کے بغیر جماعت نہ ہوتی ہو (تو) [مذکورہ وجوہات کی بناء پر] تمام صورتوں میں (پڑوس کی) چھوٹی جماعت والی (مسجد افضل ہے اور عورتوں کے لئے) جماعت کی نماز (ان کے گھروں میں افضل ہے) مسجد وغیرہ میں پڑھنے سے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی عورتوں کو مساجد سے نہ روکو اور ان کے لئے ان کا گھر بہتر ہے (وَيُكْرَهُ حُضُوْرُ الْمَسْجِدِ لِمُشْتَهَاةٍ أَوْ شَابَّةٍ لَا غَيْرِهِمَا عِنْدَ أَمْنِ الْفِتْنَةِ شہوت پیدا کرنے والی اور نوجوان عورت کا مسجد میں حاضر ہونا مکروہ ہے) [چونکہ فتنہ کا اندیشہ ہے لیکن اگر اس دورِ فتنہ اور عریانیت کی وجہ سے فتنہ کا ہونا یقینی ہو تو حاضر ہونا حرام ہو گا] (ان دونوں) یعنی مشتہاۃ اور شابۃ (کے علاوہ کے لئے فتنہ سے امن کے وقت) مسجد میں حاضر ہونا (مکروہ نہیں ہے) [چونکہ فتنہ سے امن ہے لیکن اگر اس دورِ فتنہ اور عریانیت کی وجہ سے ان کے بھی حاضر ہونے سے فتنہ کا ہونا یقینی ہو تو حاضر ہونا حرام ہو گا]

جماعت کے اعذار

جس کے حق میں جماعت مطلوب ہے اور جس کے حق میں مطلوب نہیں ہے اس سے مصنفؒ فارغ ہوئے لیکن اب جس کے حق میں مطلوب ہونے کے باوجود جن اعذار سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے ان اعذار کو شروع فرمارہے ہیں: (وَتَسْقُطُ الْجَمَاعَةُ بِالْعُذْرِ كَمَطَرٍ أَوْ ثَلْجٍ يَبُلُّ الثَّوْبَ أَوْ وَحَلٍ أَوْ رِيْحٍ بِاللَّيْلِ عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے) عذر (جیسے) دن یا رات میں ایسی (بارش ہو) جس سے مشقت ہو، اس کی وجہ سے جماعت کا ساقط ہو جانا حدیث سے ثابت ہے (یا اتنی برف باری ہو جس سے کپڑے بھیگ

جائے) اس لئے کہ یہ صورت بارش کے معنی میں ہے، اور بارش پہلا ہی عذر ہے (یا) سخت (کیچڑ ہو یا رات میں) تیز (ہوا چلی ہو) بہ نسبت دن کے رات میں مشقت زیادہ ہو گی [اس لئے رات کی قید ہے] اس صورت میں صبح کی نماز رات کے ساتھ ملحق ہے، یہاں تک عام اعذار کا ذکر ہوا آگے خاص اعذار کا ذکر ہے:(أَوْ حَرٍّ أَوْ بَرْدٍ شَدِيْدَيْنِ أَوْ حُضُوْرِ طَعَامٍ أَوْ شَرَابٍ يَتُوْقُ اِلَيْهِ أَوْ مُدَافَعَةِ حَدَثٍ يا) خاص عذر جیسے رات یا دن میں (سخت گرمی یا سردی ہو) چونکہ اس میں بڑی مشقت ہو گی (یا کھانا یا پینا حاضر ہو اور دل اس طرف مائل ہو یا حدث) یعنی بول یا براز [پیشاب یا پاخانہ] یا ریح (کا غلبہ ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: کھانے (یا پینے) کی موجودگی میں [جبکہ دل اس طرف مائل ہو] اور بول و براز کا غلبہ ہو تو نماز نہیں (مطلب یہ ہیکہ ان صورتوں میں نماز نہ پڑھو)

(أَوْ خَوْفٍ عَلَى نَفْسٍ أَوْ مَالٍ أَوْ مَرَضٍ أَوْ تَمْرِيْضِ مَنْ يَخَافُ ضَيَاعَهُ أَوْ كَانَ يَأْنَسُ بِهِ أَوْ حُضُوْرِ مَوْتِ قَرِيْبٍ أَوْ صَدِيْقٍ أَوْ فَوْتِ رُفْقَةٍ تَرْحَلُ أَوْ أَكْلِ ذِيْ رَائِحَةٍ كَرِيْهَةٍ یا جان یا مال پر خوف ہو یا) ایسی (بیماری ہو) کہ اس بیماری کے ساتھ جماعت میں شریک ہونے سے مشقت ہو (یا ایسے شخص کی تیمار داری کرنا ہو جس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو) مطلب یہ ہیکہ اس کی غیر موجودگی سے بیمار کو ضرر کا یا موت کا اندیشہ ہو (یا مریض کو جس سے انس ہو) مطلب یہ ہیکہ مریض کو جس کے قریب اور حاضر رہنے سے خوشی ہو وہ جماعت کو چھوڑ دے اور انس کو فوت نہ کرے اس لئے کہ انس اہم ہے(نہایۃ المحتاج ص ۱۶۱ ج ۲) (یا رشتہ دار کی یا دوست) یا زوجہ (کی موت) کا وقت (قریب ہو) اسی طرح داماد، سالا، خسر، استاذ [اور ساس] کی موت کا وقت قریب ہو،(منہاج مع نہایۃ ص ۱۶۱ ج ۲) (یا ساتھیوں کے چلے جانے اور چھوٹ جانے کا خوف ہو) چونکہ پیچھے رہنے میں مشقت ہو گی (یا بدبودار چیز) جیسے کچی پیاز یا لہسن وغیرہ (کھایا ہو) اور دھونے وغیرہ سے اس کی بو ختم نہ ہوئی ہو، اس کے بر خلاف بدبودار چیز پکائی ہوئی کھائے تو جماعت ساقط نہ ہو گی پکانے کی وجہ

سے بدبو ختم ہو جانے کی بناء پر اگرچہ تھوڑی بدبو باقی ہو، **وقول الرافعي: يحتمل الريح الباقي بعد الطبخ محمول على ريح يسير لا يحصل منه أذى** (نهاية ص ١٦٠ ج ٢) امام رافعی کا قول کہ بدبو دار چیز پکانے کے بعد جو بدبو باقی رہے اس کو برداشت کیا جائے گا اس کو محمول کیا گیا ہے تھوڑی بدبو پر جس سے تکلیف نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: جو پیاز اور لہسن کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے چونکہ جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے، (**أَوْ مُلَازِمَةَ غَرِيْمِهِ وَهُوَ مُعْسِر** یا قرض خواہ پیچھے پڑ گیا ہو اور مقروض) حقیقت میں (تنگدست ہو) یعنی قرض دینے سے عاجز ہو، اگر عاجز نہ ہو تو دینا لازم ہو گا اور عذر کے بغیر جماعت ساقط نہ ہو گی، حدیث میں ہے: جو شخص اذان سنکر بغیر عذر کے جماعت میں شریک نہ ہو اس کی نماز نہیں، یعنی کامل نماز نہیں،

جماعت کی شرطیں

مصنفؒ جماعت کو ساقط کرنے والے اعذار سے فارغ ہوئے اب جماعت کی شرطیں شروع فرمارہے ہیں: (**وَشُرُوطُ الْجَمَاعَةِ أَنْ يَنْوِيَ الْمَأْمُومُ الِاقْتِدَاءَ فَإِنْ أَهْمَلَهُ انْعَقَدَتْ فُرَادَى فَإِنْ تَابَعَ بِلَا نِيَّةٍ بَطَلَتْ صَلَاتُهُ إِنِ انْتَظَرَ أَفْعَالَهُ انْتِظَارًا طَوِيْلًا فَإِنْ قَلَّ أَوِ اتَّفَقَ فَلَا** اور جماعت) صحیح ہونے (کی شرطیں) بہت ہیں ان میں سے جن کو مصنفؒ نے ذکر کیا ہے وہ (یہ) ہیں (کہ مقتدی) امام کی (اقتداء کی) تکبیر تحریمہ کے وقت (نیت کرے) یہ نیت اس طرح ہوگی: فرض نماز پڑھتا ہوں [مثلا] ظہر کی ۴ رکعت امام کے پیچھے [یا یہ کہے: امام کی اقتداء میں] اللہ کے واسطے، یا اس طرح نیت کرے: فرض نماز پڑھتا ہوں (مثلا) ظہر کی ۴ رکعت جماعت کے ساتھ اللہ کے واسطے (اگر مقتدی اقتداء کی نیت کو چھوڑے تو) مقتدی کی (نماز تنہاء منعقد ہو گی) کیونکہ اقتداء کی نیت جو شرط ہے اس کو چھوڑ دیا (اگر مقتدی) اقتداء کی (نیت کے بغیر) افعال نماز میں سے کسی فعل میں (امام کی اتباع کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو گی بشرطیکہ مقتدی نے امام کے افعال نماز) میں سے کسی فعل میں اس کی اتباع

کرنے (کے لئے زیادہ دیر انتظار کیاہو) اس وجہ سے نماز باطل ہو گی کہ مقتدی نے اپنی نماز کو دوسرے کی نماز کے ساتھ اقتداء کی نیت کے بغیر مربوط کر دیا، جوڑ دیا (اگر انتظار کم کیاہو یا) مقتدی کا فعل (اتفاقا) فعلِ امام کے ساتھ (ہوا ہو تو) مقتدی کی نماز باطل (نہ ہو گی) (وَلَوِ اقْتَدَی بِمَأْمُوْمٍ حَالَ اِقْتِدَائِہٖ بَطَلَتْ صَلَاتُہٗ اور اگر کوئی شخص مقتدی کی اقتداء کرے درانحالیکہ وہ مقتدی خود دوسرے کی اقتداء میں ہو تو اس شخص کی نماز باطل ہو گی) جس نے مقتدی کی اقتداء کی، اس لئے کہ اس شخص نے ایسے آدمی کی اقتداء کی جو خود دوسرے کے تابع ہے اور اقتداء کی وجہ سے متبوع ہوا لہذا تناقض ہوا جس کی وجہ سے نماز باطل ہوئی، (وَلْیَنْوِ الْاِمَامُ الْاِمَامَۃَ فَاِنْ أَھْمَلَہٗ انْعَقَدَتْ فُرَادَی وَصَحَّ الْاِقْتِدَاءُ بِہٖ وَفَاتَ الْاِمَامَ ثَوَابُ الْجَمَاعَۃِ اور امام کو چاہیئے کہ امامت کی نیت کرے) تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو، وہ نیت اس طرح ہے: فرض نماز پڑھتاہوں (مثلا) عصر کی ۴ رکعت اس جماعت کا امام بنکر اللہ کے واسطے (اگر امام امامت) یعنی جماعت (کی نیت کو چھوڑے) یعنی اس جماعت کا امام بنکر، یہ جملہ چھوڑ کر صرف اتنی نیت کرے کہ فرض نماز پڑھتاہوں (مثلا) عصر کی ۴ رکعت اللہ کے واسطے (تو امام کی نماز تنہاء منعقد ہو گی اور) اس صورت میں (مقتدیوں کی اقتداء صحیح ہو گی) یعنی ان کو جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو گا (لیکن امام سے جماعت کا ثواب فوت ہو گا) اس لئے کہ مقتدیوں نے اپنی نماز کو امام کی نماز کے ساتھ مربوط کر دیا لیکن امام نے اپنی نماز کو امامت کے ساتھ مربوط نہیں کیا، اگر امام دوران نماز جماعت کی نیت کرے تو صحیح ہے، جیسا کہ شارح فرماتے ہیں: **ویصح لہ نیۃ الجماعۃ أثناء الصلاۃ** (انوار ص ۷۵) امام کے لئے دوران نماز جماعت کی نیت کرنا صحیح ہے (لہذا پھر اس وقت سے جماعت کا ثواب حاصل ہو گا)

(وَیُشْتَرَطُ نِیَّۃُ الْاِمَامَۃِ فِی الْجُمُعَۃِ اور) امام کی نماز مقتدیوں کے ساتھ صحیح ہونے کے لئے امام کے حق میں (جمعہ میں امامت کی نیت کرنا شرط ہے) اگر نہ کرے تو جمعہ منعقد

نہ ہو گی شرط فوت ہونے کی بناء پر (وَيُنْدَبُ لِقَاصِدِ الْجَمَاعَةِ الْمَشْيُ بِسَكِينَةٍ، جماعت میں شریک ہونے کا ارادہ کرنے والے کے لئے سکون سے چلنا مستحب ہے) اگرچہ رکعت فوت ہو جائے اس لئے کہ حدیث میں دوڑنے [اور جلدی جلدی چلنے] سے منع کیا گیا ہے،

تکبیر تحریمہ کے حاصل ہونے کا وقت

(وَيُحَافِظَ عَلَى إِدْرَاكِ فَضِيلَةِ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ وَتَحْصُلُ بِأَنْ يَشْتَغِلَ بِالتَّحَرُّمِ عَقِبَ تَحَرُّمِ الْإِمَامِ اور) مستحب ہیکہ (ہمیشہ تکبیر تحریمہ کی فضیلت حاصل کرنے کا خیال رکھے اور یہ فضیلت) با جماعت نماز پڑھنے کا ارادہ کرنے والے کو (حاصل ہوتی ہے امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد) اپنی (تکبیر تحریمہ کہنے سے) آپ ﷺ نے فرمایا: امام بنایا گیا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے پھر جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، عموما تکبیر تحریمہ کے وقت وسوسے زیادہ آتے رہتے ہیں اس لئے مصلی اگر وسوسہ میں مبتلاء ہو جائے اور امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد تھوڑی دیر میں اپنی تکبیر تحریمہ کہے تو فضیلت فوت نہ ہو گی اور اگر زیادہ دیر سے کہے تو فوت ہو گی اسی طرح تکبیر تحریمہ کے وقت غائب شخص سے بھی فضیلت فوت ہو گی،

(وَلَوْ دَخَلَ فِي نَفْلٍ فَأُقِيمَةِ الْجَمَاعَةُ أَتَمَّهُ إِنْ لَمْ يَخْشَ فَوَاتَ الْجَمَاعَةِ وَإِلَّا قَطَعَهُ اور اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کرے اور جماعت کھڑی ہو جائے تو نفل پوری کرے اگر جماعت فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو ورنہ) یعنی خوف ہو تو (نفل کو توڑ دے) اور جماعت میں شریک ہو جائے، اس لئے کہ جماعت اہم ہے، اس کی تاکید ہے اور یہ نماز فرض بھی ہے،

(وَلَوْ دَخَلَ فِي الْفَرْضِ مُنْفَرِدًا فَأُقِيمَتِ الْجَمَاعَةُ نُدِبَ قَلْبُهُ نَفْلًا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقْتَدِيْ فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ وَنَوَى الْإِقْتِدَاءَ فِي أَثْنَاءِ الصَّلَاةِ صَحَّ وَكُرِهَ وَلَزِمَهُ الْمُتَابَعَةُ فَإِنْ تَمَّتْ صَلَاةُ الْمُقْتَدِيْ أَوَّلاً اِنْتَظَرَ فِي التَّشَهُّدِ أَوْ سَلَّمَ اور اگر کوئی اکیلا شخص فرض نماز شروع کرے اور جماعت کھڑی ہو جائے تو مستحب ہیکہ اس فرض کو مطلق نفل کی ۲ رکعت میں بدل دے) مطلب یہ ہیکہ دل میں مطلق نفل سمجھکر ۲ رکعت پر سلام پھرے اور (پھر) جماعت پر

محافظت کی وجہ سے امام کی (اقتداء کرے اگر نہ کرے) یعنی فرض کو مطلق نفل کی ۲ رکعت میں نہ بدلدے (اور دوران نماز اقتداء کی نیت کرے تو صحیح ہے) شیخین کی روایت میں ہیکہ صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے مقدم کیا اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور صحابہ نماز میں تھے نبی کریم ﷺ آگے آگئے اور نماز پڑھائی، حضرت ابو بکرؓ اور جماعت یعنی صحابہؓ نے آپ کی اقتداء کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ نے بیچ نماز میں اقتداء کی (لیکن مکروہ ہے) اس لئے کہ اس نے سنت وہ یہ کہ فرض کو نفل میں بدلنا چھوڑ دیا (اور) اس صورت میں (اقتداء کرنے والے پر امام کی متابعت لازم ہے) اس لئے کہ اس نے اپنی نماز کو دوسرے کی نماز کے ساتھ مربوط کر دیا (اگر مقتدی کی نماز) مطلب یہ ہیکہ جس نماز کے دوران اس نے اقتداء کی نیت کی وہ نماز امام کی نماز سے (پہلے پوری ہو) اس کی شکل یہ ہے کہ مقتدی نے ۲ رکعت پڑھی اقتداء سے پہلے اور باقی ماندہ امام کے ساتھ پڑھی یعنی ۱ رکعت ۳ رکعت والی نماز میں، ۲ رکعتیں ۴ رکعت والی نماز میں (تو مقتدی تشہد میں) دعاء کو طویل کرتے ہوئے (امام کا انتظار کرے) تاکہ امام کے ساتھ سلام پھیرے (یا) مفارقت کی نیت کرکے (سلام پھیرے) اس لئے کہ مقتدی کے لئے اپنی نماز سے زائد چیز میں امام کی متابعت جائز نہیں ہے، امام کی نماز مقتدی کی نماز سے پہلے پوری ہو تو مقتدی امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر بقیہ نماز پوری کرے اس لئے کہ یہ مسبوق ہے [اور مسبوق امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کرتا ہے]

(وَلَوْ أَحْرَمَ مَعَ الْإِمَامِ ثُمَّ أَخْرَجَ نَفْسَهُ مِنَ الْجَمَاعَةِ وَأَتَمَّ مُنْفَرِدًا جَازَ لٰكِنْ يُكْرَهُ بِلَا عُذْرٍ اور اگر مقتدی امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے پھر) مفارقت کی نیت کرکے (جماعت) یعنی امام کی اقتداء (سے الگ ہو کر اکیلا نماز پوری کرے تو جائز ہے لیکن بلا عذر) اقتداء سے الگ ہو کر اکیلا نماز پوری کرنا (مکروہ ہے) اور اگر عذر ہو جیسے امام قرأت کو طویل کرے

اور مقتدی کے لئے کمزوری یا کسی [جائز] مصروفیت کی وجہ سے اقتداء میں رہنا مشکل ہو یا یہ کہ امام سنت مقصودہ کو چھوڑے جیسے تشہد اول اور دعاء قنوت تو اس صورت میں مکروہ نہیں ہے بلکہ الگ ہو کر اکیلا نماز پوری کرنا افضل ہے تاکہ سنت مقصودۃ حاصل ہو، دلیل یہ ہے کہ ذات الرقاع کے خوف کی نماز میں پہلا گروہ ایک رکعت اداء کرنے کے بعد آپ ﷺ سے جدا ہو گیا،

امام کی متابعت

(وَلَوْ وَجَدَ الْإِمَامَ رَاكِعًا أَحْرَمَ مُنْتَصِبًا ثُمَّ كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَإِنْ وَقَعَ بَعْضُ تَكْبِيْرَةِ الْإِحْرَامِ فِي غَيْرِ الْقِيَامِ لَمْ تَنْعَقِدْ، اور اگر) اقتداء کا ارادہ کرنے والا (امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو) سب سے پہلے (کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے پھر رکوع کے لئے) دوسری (تکبیر کہے) اگر صرف تکبیر تحریمہ کہے اور رکوع کے لئے تکبیر نہ کہے تب بھی نماز صحیح ہو گی چونکہ رکوع کی تکبیر سنت ہے اور تکبیر تحریمہ جو فرض ہے اسے اداء کر چکا (اگر تکبیر تحریمہ کا بعض حصہ قیام کے علاوہ میں واقع ہو تو) بلا کسی اختلاف کے فرض (نماز منعقد نہ ہو گی) اور اصح قول کے مطابق نفل بھی منعقد نہ ہو گی، اس لئے کہ مکمل تکبیر تحریمہ کا کھڑا ہونے کی حالت میں کہنا جو شرط ہے وہ شرط فوت ہوئی،

آگے مصنفؒ ثم کبر: اس عبارت کی بنیاد پر فرع بیان فرماتے ہیں:

(فَإِنْ وَصَلَ إِلَى حَدِّ الرُّكُوْعِ الْمُجْزِءِ وَاطْمَأَنَّ قَبْلَ رَفْعِ الْإِمَامِ عَنْ حَدِّ الرُّكُوْعِ الْمُجْزِءِ حَصَلَتْ لَهُ الرَّكْعَةُ اگر مقتدی رکوع کی محسوب حد) یعنی رکوع کی وہ حد جس میں پہنچنے سے رکوع حاصل ہو جاتا ہے اس حد (تک پہنچے اور) اس حد میں پہنچنے کے بعد (رکوع کی محسوب حد سے امام کے اٹھنے سے پہلے) مقتدی (طمانینت حاصل کرے تو اس) مقتدی (کو یہ رکعت مل گئی)

فرع کی تعریف

جزئی مسئلہ جو کسی اصل سے مستنبط ہو اسے فرع کہتے ہیں [فرع]۔۔۔ **المسائل من هذا الاصل: جعلها فروعه واستخرجها منه**(منجد الطلاب ص۵۴۶)

(فَإِنْ شَكَّ هَلْ رَفَعَ الْإِمَامُ عَنِ الْحَدِّ الْمُجْزِءِ قَبْلَ وُصُوْلِهِ إِلَى الْحَدِّ الْمُجْزِءِ أَوْ بَعْدَهُ أَوْ كَانَ الرُّكُوْعُ غَيْرَ مَحْسُوْبٍ لِلْإِمَامِ كَمُحْدِثٍ وَكَذَا مَنْ بِهِ نَجَاسَةٌ خَفِيَّةٌ أَوْ رُكُوْعِ خَامِسَةٍ لَمْ يُدْرِكْ، اگر مقتدی کو شک ہو جائے کہ کیا مقتدی کے محسوب حد میں پہنچنے سے پہلے امام) رکوع کی (محسوب حد سے اٹھ گیا یا) محسوب حد میں (پہنچنے کے بعد) امام اٹھ گیا، یہ پہلی صورت، اسی طرح یہ شک ہو جائے کہ رکوع میں امام کے ساتھ رکن طمانینت حاصل ہوا یا حاصل ہونے سے پہلے ہی امام اٹھ گیا تو بھی مقتدی کو وہ رکعت نہ ملی اس لئے کہ شک ہوا اور شک میں اصل عدم ادراک [نہ ملنا] ہے (یا) یہ صورت ہو: کہ مقتدی کو شک تو نہ ہو لیکن (امام کا رکوع غیر محسوب) یعنی شمار نہ (ہو جیسے امام) رکوع کی حالت میں (محدث ہو) یہ دوسری صورت (یا اسی طرح امام کے ساتھ نجاست پوشیدہ ہو) یہ تیسری صورت، مطلب یہ ہے کہ نجاست تو لگی ہے لیکن نظر نہ آنے کی وجہ سے اس حالت میں اس نے رکوع کیا ہو (یا) امام کا (پانچواں) یعنی زائد رکعت کا (رکوع ہو) یہ چوتھی صورت (تو) "**فان شک هل**" یہاں سے لیکر "**أو رکوع خامسة**" تک کی مصنفؒ کی ذکر کردہ چاروں صورتوں میں امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے کے باوجود (مقتدی کو وہ رکعت نہ ملی) پہلی صورت میں اس لئے کہ اسے شک ہوا اور شک میں اصل عدم ادراک ہے، دوسری صورت میں اس لئے کہ محدث ہے اور حدث چاہے اصغر ہو یا اکبر اس سے پاکی شرط ہے، تیسری صورت میں اس لئے کہ نجاست اٹھائے ہوئے ہے اور اس سے پاک ہونا شرط ہے اور چوتھی صورت میں اس لئے رکعت نہ ملی کہ زائد رکوع ہے،

(وَ مَتَی أَدْرَکَ الْإِ عْتِدَا لَ فَمَا بَعْدَہُ انْتَقَلَ مَعَہُ مُکَبِّرًا وَیُسَبِّحُ وَیَتَشَھَّدَ مَعَہُ فِی غَیْرِ مَوْضِعِہِ وَ لَوْ أَدْرَکَہُ سَا جِدًا أَوْ مُتَشَھِّدًا سَجَدَ أَوْ جَلَسَ بِلَا تَکْبِیْرٍ وَ لَوْ سَلَّمَ الْإِ مَامُ وَھُوَ مَوْضِعُ جُلُوْسِ الْمَسْبُوْقِ قَامَ مُکَبِّرًا فَإِنْ لَمْ یَکُنْ مَوْ ضِعَہُ فَلَا تَکْبِیْرَ اور جب مقتدی) امام کو (اعتدال میں) یہ پہلی صورت (یا) سجدہ کے لئے جھکنے کی وجہ سے (اعتدال کے بعد والی حالت میں پائے) یہ دوسری صورت (تو مقتدی) دو صورتوں میں سے جس صورت میں امام کو پائے اس میں (امام کے ساتھ تکبیر کہتا ہوا شامل ہو جائے اور تسبیح پڑھے اور غیر موضع میں امام کے ساتھ) امام کی اتباع میں (تشھد پڑھے) مطلب یہ ہیکہ اس وقت مقتدی کا غیر موضع میں یعنی تشھد کے محل کے علاوہ میں تشھد پڑھنا امام کی اتباع کی وجہ سے ہے ورنہ تشھد کا محل تو تشھد کے لئے بیٹھنے کی صورت میں ہے (اور اگر مقتدی امام کو سجدہ) یہ پہلی صورت (یا تشھد کی حالت میں پائے) یہ دوسری صورت (تو) دو صورتوں میں سے پہلی صورت میں پانے کی وجہ سے مقتدی امام کے ساتھ (تکبیر کہے بغیر سجدہ کرے یا) دوسری صورت میں پانے کی وجہ سے تکبیر کہے بغیر (بیٹھ جائے) اس لئے کہ دونوں صورتوں میں تکبیر کا محل نہیں ہے ان دو میں سے پہلی صورت میں سجدہ کی تسبیح اور دوسری میں تشھد پڑھے امام کی اتباع کی وجہ سے (اور اگر امام سلام پھیرے اور یہ) یعنی امام کا سلام پھیرنا (مسبوق کے محل جلوس) یعنی بیٹھنے کے محل (میں ہو) جیسے چار رکعت والی نماز میں امام ۴ رکعت پر بیٹھا اور مسبوق نے امام کے ساتھ ۲ رکعت پائی تو ایسی صورت میں مسبوق کا امام کے ساتھ بیٹھنا محل جلوس میں ہے کیونکہ ۲ یا ۴ پر بیٹھنا محل جلوس میں ہے (تو مسبوق تکبیر کہتا ہوا) بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے (کھڑا ہو جائے) اس لئے کہ یہ قیام تکبیر کا محل ہے (اور اگر) امام کے ساتھ بیٹھنا یعنی امام کا سلام پھیرنا (مسبوق کے محل جلوس میں نہ ہو) جیسے ۴ رکعت والی نماز میں مسبوق نے امام کے ساتھ ۱/ یا ۳/ رکعت پائی اور امام کی اتباع میں امام کے ساتھ ۴ رکعت پر بیٹھا تو مسبوق کا یہ بیٹھنا محل جلوس میں نہیں ہے کیونکہ ۱ یا ۳ پر بیٹھنا

محل جلوس میں نہیں ہے (تو) ایسی صورت میں قیام کے لئے (تکبیر) مستحب (نہیں ہے) [اس لئے کہ یہ قیام تکبیر کا محل نہیں ہے]

(وَإِنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ أَدْرَكَ فَضِيلَةَ الْجَمَاعَةِ وَمَا أَدْرَكَهُ فَهُوَ أَوَّلُ صَلَاتِهِ وَمَا يَأْتِي بِهِ بَعْدَ سَلَامِ الْإِمَامِ فَهُوَ آخِرُ صَلَاتِهِ فَيُعِيدُ فِيهِ الْقُنُوتَ، اور اگر مرید اقتداء) یعنی اقتداء کا ارادہ کرنے والا (امام کو سلام پھیرنے سے پہلے پائے) یعنی پہلا سلام مکمل پھیرنے سے پہلے اگر مرید اقتداء نیت اور تکبیر تحریمہ سے فارغ ہو جائے اگر چہ امام کے ساتھ بیٹھنے کا موقع نہ ملا ہو (تو) بھی (اس کو جماعت کی فضیلت حاصل ہو گی) اس لئے کہ اس نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نیت اور تکبیر تحریمہ کو پالیا جس کی وجہ سے اسے جماعت حاصل ہوئی (اور) اس صورت میں (مسبوق نے امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ پایا وہ مسبوق کی نماز کا ابتدائی حصہ ہے اور جس حصہ کو امام کے سلام کے بعد پڑھے گا وہ مسبوق کی نماز کا آخری حصہ ہے لہذا آخری حصہ میں دوبارہ قنوت پڑھے گا) مطلب یہ ہے کہ مسبوق نے فجر کی آخری ایک رکعت امام کے ساتھ پائی جو مسبوق کا ابتدائی حصہ ہے اور اس میں مسبوق نے اتباعا امام کے ساتھ قنوت پڑھا اب مسبوق امام کے سلام کے بعد جب اپنی دوسری رکعت پڑھے گا جو اس کی نماز کا آخری حصہ ہے تو اس میں قنوت پڑھے گا اس لئے کہ قنوت کا محل دوسری رکعت ہے،

(وَيَجِبُ مُتَابَعَةُ الْإِمَامِ فِي الْأَفْعَالِ وَلْيَكُنِ ابْتِدَاءُ فِعْلِهِ مُتَأَخِّرًا عَنِ ابْتِدَائِهِ وَمُتَقَدِّمًا عَلَى فَرَاغِهِ اور) نماز کے (افعال میں) مقتدی پر (امام کی متابعت واجب ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: امام بنایا گیا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے لہذا مخالفت نہ کرو جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو (نهاية المحتاج ص ۲۲۰ ج ۲)

آگے مصنفؒ متابعت کی صورت بیان فرما رہے ہیں: تا کہ جماعت کی فضیلت حاصل ہو،

(وہ یہ کہ مقتدی کے فعل کی ابتداء امام کے فعل کی ابتداء سے متأخر ہو اور) مقتدی کے فعل کی ابتداء (اس کی) یعنی امام کے فعل کی (فراغت پر مقدم ہو) مطلب یہ ہے کہ امام کے کسی فعل سے مکمل فارغ ہونے سے پہلے مقتدی اپنے فعل کی ابتدای کرے مثلاً جب امام رکوع کی ابتداء کرے تو مقتدی اپنے رکوع کی ابتداء امام کی ابتداء کے ساتھ نہ کرے بلکہ تاخیر سے کرے وہ اس طرح کہ امام کے رکوع کے لئے مکمل جھکنے سے پہلے ہی مقتدی اپنے رکوع کی ابتداء کرے اور امام کے ساتھ مل جائے، اگر فعلِ امام کی ابتداء کے ساتھ ہی مقتدی بھی اپنے فعل کی ابتداء کرے تو اس سے جماعت کی فضیلت فوت ہو گی، آپ ﷺ نے فرمایا: [افعالِ نماز میں] امام سے آگے نہ بڑھو جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو (وَيُتَابِعُهُ فِى الْأَقْوَالِ أَيضًا اِلاَّ التَّأْمِينَ فَيُقَارِنُهُ فِيهِ اور اقوال میں بھی مقتدی امام کی متابعت کرے) مطلب یہ ہیکہ اقوال کو بھی امام کے ساتھ ادا نہ کرے، افعال میں امام کی متابعت واجب ہے اور اقوال میں مستحب ہے چاہے اقوال واجبہ ہوں جیسے قولی ارکان یا اقوال مندوبہ ہوں جیسے تکبیرات، سورت کی تلاوت اور ان کے علاوہ دیگر مستحبات،

آگے مصنف ؒ اس عموم سے استثناء کر رہے ہیں: (مگر آمین اس میں مقتدی امام کے مقارن ہو گا) یعنی امام کے آمین کے ساتھ مقتدی آمین کہے گا (تشریح جلد اول میں ملاحظہ فر مائیں)

(وَلَوْ قَارَنَهُ فِى تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ أَوْ شَكَّ هَلْ قَارَنَهُ لَمْ تَنْعَقِدْ اور اگر مقتدی تکبیر تحریمہ میں) یقینی طور پر (امام کے مقارن ہو) یعنی امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے (یا) مقتدی کو (شک ہو کہ کیا) تکبیر تحریمہ کہنے میں (امام کے مقارن ہوا تو) ان دونوں صورتوں میں مقتدی کی نماز (صحیح نہ ہو گی) پہلی صورت میں اس لئے کہ اس نے اپنی نماز کو اس شخص کی

نماز کے ساتھ مربوط کر دیا جس کی نماز (مقتدی کے حق میں امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے کی وجہ سے) منعقد نہیں ہوئی لہذا مقتدی کی نماز صحیح نہ ہوگی، اور دوسری صورت میں اس لئے کہ تکبیر تحریمہ کا امام کے ساتھ نہ کہنا جو شرط ہے شک کی وجہ سے اس کے پائے جانے کا یقین نہیں (أَوْ فِي غَيْرِهِ كُرِهَ وَفَاتَتْهُ فَضِيلَةُ الْجَمَاعَةِ تکبیر تحریمہ کے علاوہ) افعال (میں مقتدی امام کے مقارن ہو تو) یہ مقتدی کے لئے (مکروہ ہوگا) لیکن اقتدا صحیح ہوگی (اور) معتمد قول کے مطابق (اس سے جماعت کی فضیلت فوت ہوگی) تکبیر تحریمہ کے علاوہ سوائے آمین کے اقوال میں مقتدی امام کے مقارن ہو تو کراہت میں اختلاف ہے جیسے صاحب فتح المعین کراہت کی طرف گئے ہیں: (ومقارنته) أی مقارنة المأموم الامام (فی افعال) وكذا أقوال غير تحرم (مكروهة) تکبیر تحریمہ کے علاوہ افعال اور اسی طرح اقوال میں مقتدی امام کے مقارن ہو تو مکروہ ہے، اور علامہ جلال الدین محلیؒ عدم کراہت کی طرف گئے ہیں اور "روضة" میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے (فان قارنه) فی الفعل أو القول (لم يضر الا تكبيرة الاحرام) ۔۔ ثم المقارنة فی الأفعال مكروهة مفوتة لفضيلة الجماعة جزم به فی الروضة وفی أصلها ذكره صاحب التهذيب وغيره (منهاج مع شرح محلی فی حاشيتان ص٢٤٧ ج١) اگر مقتدی فعل یا قول میں امام کے مقارن ہو تو نقصان دہ نہ ہوگا سوائے تکبیر تحریمہ کے ۔۔ پھر افعال میں مقارنت مکروہ ہوتی ہے اور جماعت کی فضیلت فوت کرتی ہے اس قول کو روضۃ اور اس کی اصل میں راجح قرار دیا ہے یہ قول صاحب تھذیب وغیرہ نے (بھی) ذکر کیا ہے، وبخلاف المقارنة فی غير التحرم لكنها فی الأفعال مكروهة مفوتة لفضيلة الجماعة كما جزم به فی الروضة (الاقناع ص ١٥٦ ج١) اس کے بر خلاف تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں مقارنت لیکن (تکبیر تحریمہ کے علاوہ سے مراد صرف) افعال میں مکروہ ہوتی ہے اور جماعت کی فضیلت کو فوت کرتی ہے جیسا کہ اس کو روضۃ میں راجح قرار دیا ہے،

(وَاِنْ سَبَقَهُ اِلَی رُکْنٍ بِأَنْ رَکَعَ قَبْلَهُ کُرِهَ اگر مقتدی امام سے ایک رکن سے کم حصہ آگے بڑھے اس کی صورت یہ ہے کہ مقتدی رکوع کرے امام کے رکوع کرنے سے پہلے) اور مقتدی رکوع میں ہی رہے کہ امام رکوع کرے اور رکوع میں دونوں مل جائیں (تو) یہ صورت (مکروہ ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امام رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو، لیکن شارح فرماتے ہیں: **وقیل حرم واعتمده النووی** (انوار المسالک ص ٧١) اور کہا گیا ہے کہ حرام ہے اور امام نووی نے اس کو معتمد قول کہا ہے چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں: **قال اصحابنا یجب علی المأموم متابعة الامام و یحرم علیه أن یتقدمه بشئ من الأفعال للحدیث المذکور** (المجموع ص ٢٣٤ ج ٤) ہمارے اصحاب شوافع فرماتے ہیں: مقتدی پر امام کی متابعت واجب ہے اور اس پر حرام ہے افعال نماز میں سے کسی چیز میں امام سے آگے بڑھنا حدیث مذکورہ کی بناء پر، وہ حدیث یہ ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: امام بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے لہذا اس کی مخالفت نہ کرو (مهذب فی المجموع ص ٢٣٤ ج ٤)

(وَنُدِبَ الْعَوْدُ اِلَی مُتَابِعَتِهِ اور) اس صورت میں مقتدی کے لئے (مستحب ہے امام کی اتباع) یعنی واپس قیام ہی (کی طرف لوٹنا) تاکہ کراہت دور ہو اور اس رکن میں متابعتِ امام کی فضیلت حاصل ہو (وَاِنْ سَبَقَهُ بِرُکْنٍ بِأَنْ رَکَعَ وَرَفَعَ ثُمَّ مَکَثَ حَتّٰی رَفَعَ الْاِمَامُ حَرُمَ وَلَمْ تَبْطُلْ أَوْ بِرُکْنَیْنِ عَمْدًا بَطَلَتْ أَوْ سَهْوًا فَلَا وَلَا یُعْتَدُّ بِهٰذِهِ الرَّکْعَةِ اور اگر مقتدی امام سے ایک رکن آگے بڑھے اس کی صورت یہ ہے کہ مقتدی رکوع کرے اور) رکوع سے (اٹھے پھر) اعتدال میں (کھڑا رہے یہاں تک کہ امام) رکوع کرکے رکوع سے (اٹھے) مطلب یہ ہے کہ مقتدی کے اعتدال میں کھڑا رہنے کے بعد امام رکوع کرکے رکوع سے اٹھے اور پھر امام اور مقتدی دونوں اعتدال کی حالت میں جمع ہو جائیں (تو) یہ صورت

(حرام ہے لیکن) مقتدی کی (نماز باطل نہ ہو گی) اس لئے کہ اس سے نماز کو باطل کرنے والی چیز سرزد نہیں ہوئی، اگر جان بوجھکر اور آگے بڑھنا حرام ہے اس حرمت کو جانتے ہوئے آگے بڑھے تو بھی نماز باطل نہ ہو گی، (والا) بان کان التقدم بأقل من رکنین سواءأ کان برکن أم بأقل أم بأکثر (فلا) تبطل صلاته وان کان عامدا عالما لقلة المخالفة (منهاج مع نهاية ص۲۳۲ ج۲) ورنہ یعنی ۲ رکن سے کم آگے بڑھے چاہے وہ ایک رکن آگے بڑھے یا ایک رکن کا اقل یا اکثر حصہ آگے بڑھے اگرچہ عمداً اور حرمت کو جانتے ہوئے تو مقتدی کی نماز باطل نہ ہو گی مخالفت کی قلت کی وجہ سے (اگر مقتدی امام سے جان بوجھکر) اور حرمت کو جانتے ہوئے (۲ رکن آگے بڑھے تو) مقتدی کی (نماز باطل ہو گی) مخالفت فاحشہ ہونے کی بناء پر (اگر بھولے سے) یا حرمت سے ناواقف ہو کر (آگے بڑھے تو باطل نہ ہو گی) اس لئے کہ اس صورت میں مقتدی معذور ہے (لیکن) امام کی متابعت نہ ہونے کی بناء پر (وہ رکعت شمار نہ ہو گی) لہذا امام کے سلام کے بعد پڑھ لے، ۲ رکن آگے بڑھنے کی مثال یہ ہے کہ: مقتدی تیسرے رکن کو شروع کرے جیسے رکوع کر کے اعتدال کرے اور سجدہ کے لئے جھکنا شروع کرے درانحالیکہ امام قیام میں ہی ہو، مطلب یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں نہ رکوع میں جمع ہوئیں اور نہ اعتدال میں، یہ تمام مسائل امام سے آگے بڑھنے کے متعلق بیان ہوئے اب آگے مصنفؒ امام سے پیچھے رہنے کے متعلق مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(وَإِنْ تَخَلَّفَ بِرُكْنٍ بِلاَ عُذْرٍ كُرِهَ أَوْ بِرُكْنَيْنِ بَطَلَتْ فَإِنْ رَكَعَ وَاعْتَدَلَ وَالْمَأْمُوْمُ بَعْدُقَائِم لَمْ تَبْطُلْ فَإِنْ هَوَى لِيَسْجُدَ وَهُوَ بَعْدُ قَائِم بَطَلَتْ وَإِنْ لَمْ يَبْلُغِ السُّجُوْدَ لِأَنَّهُ كَمَّلَ الرُّكْنَيْنِ اور اگر مقتدی امام سے بلا عذر ایک رکن پیچھے رہے تو مکروہ ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امام رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو (اور اگر ۲ رکن) پیچھے (رہے تو) مقتدی کی (نماز باطل ہو گی) متابعت نہ ہونے کی

بناء پر، پیچھے رہنے سے جس صورت میں نماز باطل ہوتی ہے اور جس صورت میں باطل نہیں ہوتی آگے مصنفؒ ان دونوں صورتوں کو بیان فرما رہے ہیں:

(اگر امام رکوع کرے اور) رکوع سے (اعتدال میں آئے درانحالیکہ مقتدی اس کے بعد بھی قیام میں ہی ہو) مطلب یہ ہیکہ پیچھے رہے اور پھر اپنے رکوع سے فارغ ہو کر امام کو اعتدال میں مل جائے (تو) مقتدی کی (نماز باطل نہ ہوگی) اس لئے کہ مکمل ۲ رکن پیچھے نہیں رہا (اور اگر امام جھکے تاکہ سجدہ کرے اور مقتدی امام کے جھکنے کے بعد) قیام میں ہی (کھڑا رہے) یعنی رکوع نہ کرے (تو) مقتدی کی (نماز باطل ہوگی اگرچہ امام سجدہ میں نہ پہنچا ہو اس لئے کہ) پیچھے رہنے کے اعتبار سے (۲ رکن مکمل ہوئے) اور مخالفت فاحشہ بھی ہوئی، اب تک تو عذر کے بغیر امام سے پیچھے رہنے کے متعلق مسائل بیان ہوئے اب آگے عذر کی وجہ سے پیچھے رہنے کے متعلق مسائل کا بیان ہے:

(وَاِنْ تَخَلَّفَ بِعُذْرٍ كَبُطْءِ قِرَاءَتِهِ لِعَجْزٍ لَا لِوَسْوَسَةٍ حَتَّى رَكَعَ الْاِمَامُ لَزِمَهُ اِتْمَامُ الْفَاتِحَةِ وَيَسْعَى خَلْفَهُ مَا لَمْ يَسْبِقْهُ بِأَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَرْكَانٍ فَاِنْ زَادَ وَافَقَهُ فِيْمَا هُوَ فِيْهِ ثُمَّ يَتَدَارَكُ مَا فَاتَهُ بَعْدَ سَلَامِهِ، اور اگر مقتدی امام سے عذر کے سبب پیچھے رہے جیسے مقتدی کی قرأت) پیدائشی (عاجزی کی بناء پر دھیمی ہو نہ کہ) ظاہری (وسوسہ کی بناء پر) دھیمی ہو (یہاں تک کہ امام رکوع کرے) اور مقتدی قیام میں سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو (تو مقتدی پر لازم ہے کہ سورۂ فاتحہ پوری کرے اور اپنی نماز کے نظم کو جاری رکھے) مطلب یہ ہیکہ بالترتیب نماز کے نظم کو پورا کر کے امام کے ساتھ شامل ہو جائے تو وہ رکعت مل جائے گی لیکن یہ اس صورت میں ہے (جبکہ امام ۳ رکنِ) طویل (سے زیادہ آگے نہ بڑھا ہو) ۳ رکن میں اعتدال اور جلسہ یعنی ۲ سجدوں کے درمیان کی بیٹھک کا شمار نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں چھوٹے رکن ہیں اور قید طویل رکن کی ہے (اگر) امام ۳ رکن طویل سے زیادہ (آگے بڑھا ہو) یعنی دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر دوسری رکعت کا قیام شروع کیا ہو اور مقتدی اب تک قیام

میں قرأت پڑھ رہا ہو (تو) ایسی صورت میں مقتدی کی وہ رکعت فوت ہوئی لہذا (امام جس حالت میں ہو اس حالت میں) مقتدی اپنی نماز کے نظم کو چھوڑ کر (امام کی موافقت کرے) یعنی امام کے ساتھ شامل ہو جائے (پھر امام کے سلام کے بعد وہ فوت شدہ رکعت پڑھ لے) اگر اس صورت میں مقتدی نماز کے نظم کو نہ چھوڑے بلکہ عمدا اور حرمت کو جانتے ہوئے جاری رکھے تو نماز باطل ہو گی،

(وَاِذَاأَحَسَّ الْاِمَامُ بِدَاخِلٍ وَهُوَ رَاكِعٌ أَوْفِي التَّشَهُّدِ الْأَخِيْرِ نُدِبَ انْتِظَارُهُ بِشَرْطِ أَنْ يَكُوْنَ قَدْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَنْ لَا يَفْحُشَ الطُّوْلُ وَأَنْ يَقْصِدَ الطَّاعَةَ لَا تَمْيِيْزَهُ وَاِكْرَامَهُ بِأَنْ يَنْتَظِرَ الشَّرِيْفَ دُوْنَ الْحَقِيْرِ وَيُكْرَهُ فِي غَيْرِ الرُّكُوْعِ وَالتَّشَهُّدِ، اور جب امام مرید اقتداء) یعنی اقتداء کا ارادہ کرنے والے شخص (کے) نماز میں (شامل ہونے کو محسوس کرے درانحالیکہ وہ) یعنی امام (رکوع یا تشہد اخیر میں ہو تو) امام کے لئے (مرید اقتداء کا) اللہ کے لئے (انتظار کرنا مستحب ہے) تاکہ اسے رکوع میں انتظار سے رکعت اور تشہد اخیر میں انتظار سے جماعت مل جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ سے خوف کی نماز میں حاجت کی بناء پر انتظار ثابت ہے اور حاجت مصنف کے ذکر کردہ مسئلہ میں بھی موجود ہے لہذا رکوع اور تشہد اخیر میں انتظار مستحب ہے،

انتظار کی شرطیں

پہلی (بشرطیکہ مرید اقتداء مسجد میں داخل ہو) مسجد سے مراد نماز کی جگہ میں داخل ہو اس لئے کہ مسجد ہر اس موضع [جگہ] کو شامل ہے جہاں باجماعت نماز پڑھی جائے جیسے مدارس وغیرہ (اور) دوسری شرط (یہ ہے کہ طول فحش نہ ہو) یعنی اتنا زیادہ انتظار نہ ہو کہ اس سے نماز میں شامل مقتدی کو تکلیف ہو (اور) تیسری شرط (یہ ہے کہ) انتظار سے اللہ کی (اطاعت کا قصد ہو نہ کہ شامل ہونے والوں کے درمیان فرق کا قصد ہو اور نہ شامل ہونے

والے کے اکرام کا قصد ہو وہ اس طرح کہ شریف شخص کا انتظار کرے نہ کہ حقیر شخص کا)

فرق اور اکرام

کے قصد سے اس لئے منع کیا گیا کہ ان دونوں صورتوں میں صرف اطاعۃ اللہ کی جو شرط ہے وہ مفقود ہے،

(رکوع اور تشھد اخیر کے علاوہ میں انتظار مکروہ ہے) اس لئے کہ فائدہ نہیں ہے کیونکہ رکوع میں انتظار سے رکعت کا ملنا اور تشھد اخیر میں انتظار سے جماعت کا ملنا ممکن ہے جو اصل مقصد ہے اس کے بر خلاف رکوع اور تشھد اخیر کے علاوہ جیسے قیام، سجدہ، اعتدال اور تشھد اول میں انتظا سے مقصد کا حصول ممکن نہیں ہے (المجموع ص ۲۳۰ ج ٤)

(وَلَوْ كَانَ لِمَسْجِدٍ إمَامٌ رَاتِبٌ وَلَمْ يَكُنْ مَطْرُوقًا كُرِهَ لِغَيْرِهِ إقَامَةُ الْجَمَاعَةِ فِيهِ بِغَيْرِ إذْنِهِ وَإِنْ كَانَ مَطْرُوقًا أَوْ لَا إمَامَ لَهُ لَمْ يُكْرَهْ، اور اگر مسجد کے لئے امام راتب) یعنی متعین امام (ہو درانحالیکہ) مسجد (راستہ پر نہ ہو تو امام راتب کے علاوہ کے لئے ایسی مسجد میں امام راتب کی اجازت کے بغیر جماعت کھڑی کرنا مکروہ ہے) اس لئے کہ ایسی صورت میں امامت کا حق امام راتب کو ہے نہ کہ علاوہ کو (اور اگر) مسجد (راستہ پر ہو یا) یہ کہ راستہ پر تو نہ ہو لیکن (مسجد کے لئے امام راتب نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے) تا کہ مسجد با جماعت نما سے خالی نہ رہے، مسجد راستہ پر ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی جگہ ہو جہاں لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہو مثلا ایسی سڑک جہاں لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہو اگر وہاں مسجد بنائی جائے تو اسے راستہ کی مسجد کہا جائے گا (وَمَنْ صَلَّى مُنْفَرِدًا أَوْ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ وَجَدَ جَمَاعَةً تُصَلِّي نُدِبَ أَنْ يُعِيدَ مَعَهُمْ بِنِيَّةِ الْفَرِيضَةِ وَتَقَعُ نَفْلًا جو شخص تنہاء یا جماعت کے ساتھ) فرض نمازوں میں سے کوئی فرض (نماز پڑھے پھر) دوسری (جماعت کو) وہی فرض (نماز پڑھتے ہوئے پائے تو) اس کے لئے (مستحب ہے کہ ان کے) یعنی دوسری جماعت

کے (ساتھ اپنی پڑھی ہوئی نماز کا فرض کی نیت سے اعادہ کرے لیکن) یہ نماز (نفل واقع ہو گی) اعادہ کی شرطیں یہ ہیں: (۱) دوسری نماز میں اول سے آخر تک شامل ہو، (۲) اعادہ کے وقت نیت فرض کی ہو، (۳) اعادہ وقت میں واقع ہو، (۴) اعادہ ایک مرتبہ ہو [نہ کہ زائد] اعادہ مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ: فجر کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے نماز میں شریک نہ ہونے والے ۲ آدمیوں سے فرمایا: کہ تم کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع ہوئی تو انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے اپنے قیام گاہ پر نماز پڑھ لی تھی تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہ کرو جب تم اپنے قیام گاہ پر نماز پڑھ لو پھر ایسی مسجد میں پہنچو جہاں جماعت ہو رہی ہو تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لو، یہ نماز تمہارے لئے نفل ہو گی،

(وَيُنْدَبُ لِلْإِمَامِ التَّخْفِيفُ فَإِنْ عَلِمَ رِضَا مَحْصُورِيْنَ بِالتَّطْوِيْلِ نُدِبَ حِيْنَئِذٍ اور امام کے لئے تخفیف مستحب ہے) مطلب یہ ہے کہ ارکان، سنن ابعاض اور ھیآت کی پابندی کرے، قرأت اور اذکار کو مختصر کرے، نہ اقل پر اقتصار کرے اور نہ اس اکمل کو پورا کرے جو منفرد کے لئے مستحب ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرے تو اس کو چاہیئے کہ ہلکی نماز پڑھائے الخ، تخفیف کی صورت میں اگر امام نماز کو طویل کرے تو وہ فعل مکروہ کا مرتکب شمار ہو گا (اگر طوالت سے محصور مقتدی کی رضامندی کا امام کو علم ہو تو ایسی صورت میں) طوالت یعنی قرأت اور اذکار کو لمبا اور اکمل کو پورا کرنا (مستحب ہے) [اس لئے کہ رضامندی کی صورت میں طوالت ان شاء اللہ باعث مشقت نہ ہو گی] لیکن مسجد راستہ پر ہو تو طویل نہ کرے [تاکہ مصلیین کی آمد و رفت اور ضروریات میں حرج نہ ہو] (وَيُنْدَبُ تَلْقِيْنُ إِمَامِهِ إِنْ وَقَفَتْ قِرَاءَتُهُ اگر امام اپنی قرأت سے رک جائے تو) مقتدی کے لئے (مستحب ہے امام کو لقمہ دینا) نبی کریم ﷺ

نماز میں قرأت کر رہے تھے، کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو ایک آدمی نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یاد کیوں نہیں دلایا" اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، اشتباہ ہو گیا، نماز سے فراغت پر آپ ﷺ نے ابی سے فرمایا: کیا آپ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ابیؓ نے فرمایا: ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: کس چیز نے آپ کو روکا یعنی لقمہ دینے سے (وَاِنْ نَسِیَ ذِکْرًا جَھَرَ بِهِ الْمَأْمُوْمُ لِیَسْمَعَهُ أَوْ فِعْلاً سَبَّحَ فَاِنْ تَذَکَّرَهُ الْاِمَامُ عَمِلَ بِهِ وَاِنْ لَمْ یَتَذَکَّرْهُ لَمْ یُجْزِ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْمَأْمُوْمِیْنَ وَلاَ غَیْرِهِمْ وَاِنْ کَثُرُوْا اور اگر امام) نماز کے اذکار میں سے کسی (ذکر) جیسے تسبیح (کو بھول جائے تو مقتدی اس) ذکر (کو جہر سے پڑھے تاکہ امام سنے) اور اسے یاد آئے پھر وہ بھی پڑھے (یا) یہ کہ امام نماز کے افعال میں سے کسی واجب یا مندوب (فعل کو) بھول جائے (تو) مقتدی کے لئے مستحب ہے کہ (سبحان اللہ کہے) تاکہ وہ فعل یاد آجائے (اگر امام کو یاد آجائے) بھولا ہوا فعل (تو یاد آنے کے سبب اس) بھولے ہوئے فعل (کو کرے اور اگر امام کو وہ) بھولا ہوا (فعل یاد نہ آئے) یعنی فعل کو بھولنے کی غلطی کا سرزد ہونا اسے یاد نہ ہو مطلب یہ ہیکہ اس طرح کی غلطی مجھ سے سرزد ہوئی ہے اس کا اسے علم نہ ہو (تو مقتدیوں کے) لقمہ اور فعل پر (اور مقتدیوں کے علاوہ کے لقمہ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے) اور آپ ﷺ کا صحابہ سے دریافت کرنا جب ذوالیدینؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا، یا رسول اللہ ﷺ: کیا نماز میں تخفیف کر دی گئی یا بھول ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ بھی نہیں ہوا پھر آپ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا ذوالیدین کی بات درست ہے؟ تو صحابہؓ نے فرمایا: ہاں تو آپ ﷺ نے اپنے آپ کو نماز میں داخل کیا اور نماز پوری کر دی یہ حدیث مبارکہ اس بات پر محمول ہے کہ آپ ﷺ کو یاد آگیا اور یاد آنے کی وجہ سے نماز پوری کر دی، صحابہ کے کہنے کی وجہ سے نہیں (اگرچہ لقمہ دینے والوں کی کثرت ہو) لیکن

کثرت حد تواتر کو پہنچے تو مقتدیوں کے قول اور فعل پر عمل کرنا جائز ہے (وَاِنْ تَرَکَ فَرْضًا وَجَبَ فِرَاقُهُ أَوْ سُنَّةً لاَتُفْعَلُ اِلاَّ بِتَخَلُّفٍ فَاحِشٍ كَتَشَهُّدٍ حَرُمَ فِعْلُهَا فَاِنْ فَعَلَهَا بَطَلَتْ صَلاَتُهُ وَ لَهُ فِرَاقُهُ لِيَفْعَلَهَا فَاِنْ أَمْكَنَتْ قَرِيْبًا كَجَلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ فَعَلَهَا اگر امام) جان بوجھکر یا بھولے سے نماز کے فرائض میں سے کسی (فرض کو چھوڑے تو) مقتدی پر (واجب ہے امام سے مفارقت) کی نیت (کرنا) متابعت جائز نہیں ہے (اور اگر امام سنت کو چھوڑے تو) مقتدی امام سے (مفارقت) کی نیت (نہ کرے مگر تخلف فاحش کی وجہ سے) تخلف فاحش یعنی جیسے امام تشہد اول کو چھوڑے اور مقتدی تشہد اول میں بیٹھنے کے لئے امام سے پیچھے رہے تو یہ پیچھے رہنا تخلف فاحش ہے اور اقتداء میں رہتے ہوئے اس کی اجازت نہیں ہے لہذا امام سے چھوٹی ہوئی سنت کو اداء کرنے کے لئے جیسے تشہد اول میں بیٹھنے کے لئے امام سے مفارقت کی نیت کرنا جائز ہے جیسا کہ مصنفؒ نے اس کو بیان کیا ہے لیکن اس سے پہلے مصنفؒ اس سنت کی مثال ذکر کر رہے ہیں جس کو چھوڑنے سے تخلف فاحش ہوتا ہے (جیسے) امام (تشہد اول) کو چھوڑے (تو) مقتدی پر (حرام ہے) امام سے چھوٹی ہوئی (اس سنت کو اداء کرنا) لہذا مقتدی تشہد اول میں نہ بیٹھے بلکہ امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے (اور اگر مقتدی اس سنت کو) جان بوجھکر اور حرمت کو جانتے ہوئے (اداء کرے) جیسے تشہد اول میں بیٹھے (تو مقتدی کی نماز) مخالفت فاحشہ ہونے کی بناء پر (باطل ہو گی اور مقتدی کے لئے) دل میں (امام سے مفارقت) کی نیت (کرنا جائز ہے تا کہ اس) چھوٹی ہوئی (سنت کو اداء کرے) جیسے تشہد اول میں بیٹھے، امام سجدۂ تلاوت کو چھوڑے تو بھی یہ ہی مذکورہ تفصیل ہو گی (اگر) امام ایسی سنت کو چھوڑے جس کی (ادائیگی) مقتدی کے لئے تخلف فاحش کے بغیر (کم وقت میں ممکن ہو جیسے جلسۂ استراحت تو مقتدی اس سنت) جیسے جلسۂ استراحت (کو) مفارقت کی نیت کے بغیر (اداء کرے) اس لئے کہ اس کی ادائیگی کا وقت یسیر [کم] ہے [جس کی بناء پر تخلف فاحش نہیں ہوتا]

(وَمَتٰی قَطَعَ الْإِمَامُ صَلاَتَهُ بِحَدَثٍ أَوْ غَيْرِهِ فَلَهُ اسْتِخْلاَفُ مَنْ يُتِمُّهَا بِشَرْطِ صَلاَحِيَتِهِ لِإِمَامَةِ هٰذِهِ الصَّلاَةِ فَإِنْ فَعَلُوْا رُكْنًا قَبْلَ الْإِسْتِخْلاَفِ امْتَنَعَ الْإِسْتِخْلاَفُ فَإِنْ كَانَ الْخَلِيْفَةُ مَأْمُوْمًا جَازَ اسْتِخْلاَفُهُ مُطْلَقًا وَيُرَاعِي الْمَسْبُوْقُ نَظْمَ الْإِمَامِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْهُ قَامَ وَأَشَارَ لِيُفَارِقُوْهُ أَوْ يَنْتَظِرُوْهُ وَهُوَ أَفْضَلُ وَإِنْ جَهِلَ نَظْمَ الْإِمَامِ رَاقَبَهُمْ فَإِنْ هَمُّوْا بِالْقِيَامِ قَامَ وَإِلاَّ قَعَدَ وَإِنْ كَانَ الْخَلِيْفَةُ غَيْرَ مَأْمُوْمٍ جَازَ فِي الْأُوْلٰى وَفِي الثَّالِثَةِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ لاَ فِي الثَّانِيَةِ وَالرَّابِعَةِ جب امام حدث یا اس کے علاوہ) جیسے بدن یا کپڑے پر نجاست لگنے (کے سبب اپنی نماز کو توڑ دے تو امام کے لئے جائز ہے ایسے شخص کو نائب بنانا جو نماز پوری کر سکے) جیسا کہ یہ صحیحین میں ثابت ہے (بشر طیکہ نائب میں اس نماز کے لئے امامت کی صلاحیت ہو اگر امام کے نائب بنانے سے پہلے مقتدی کوئی رکن) جیسے رکوع (اداء کرے تو اب امام کسی کو نائب نہیں بنا سکتا) اس لئے کہ مقتدی کے کسی رکن کو اداء کرنے سے پہلے نائب بنانا جو شرط ہے وہ شرط فوت ہوئی (اگر نائب مقتدی ہو تو مقتدی کو مطلقا نائب بنانا جائز ہے) مطلب یہ ہیکہ اگر مقتدی کو نائب بنائے تو چاہے وہ مقتدی موافق ہو یا مسبوق جائز ہے (اور مسبوق) جو نائب ہے (امام کے نظم نماز کی رعایت کرے گا) یعنی امام جب اپنی دوسری رکعت میں مسبوق کو نائب بنائے گا تو دوسری رکعت مکمل ہونے کے بعد مسبوق امام کے نظم نماز کی رعایت کرتے ہوئے تشھد میں بیٹھے گا (پھر جب مسبوق) جو نائب ہے (اس سے) یعنی امام کے نظم نماز سے (فارغ ہو جائے تو کھڑا ہو جائے) تا کہ اپنی نماز پوری کرے،

(اور اشارہ کرے تا کہ اقتداء میں نماز پڑھنے والے مسبوق سے) جو نائب ہے (مفارقت کی نیت کرے) اور سلام پھیرے (یا) اقتداء میں نماز پڑھنے والے (مسبوق کا) جو نائب تھا تشھد میں (انتظار کرے اور یہ) یعنی انتظار کرنا (افضل ہے) تا کہ اول تا آخر جماعت کا ثواب حاصل ہو (اور اگر مسبوق) جو نائب ہے (امام کے نظم نماز سے ناواقف ہو) یعنی

اسے یہ پتہ نہ ہو کہ امام نے کس رکعت سے امامت چھوڑی (تو مسبوق) جو نائب ہے (مقتدیوں کے دائیں اور بائیں طرف نظر کو ذرا پیچھے کر کے دیکھے کہ اگر مقتدی قیام کے لئے اٹھ رہے ہوں تو مسبوق) جو نائب ہے (اٹھ جائے ورنہ) یعنی اگر مقتدیوں کو اٹھتے ہو ئے نہ دیکھے بلکہ بیٹھے ہوئے دیکھے تو مسبوق جو نائب ہے (بیٹھ جائے) اور امامت کر کے نماز پوری کرے، یہ مذکورہ مسائل اس صورت میں ہیں جبکہ نائب مقتدی ہو اگر مقتدی نہ ہو تو یہ مسائل ہیں (اور اگر نائب غیر مقتدی ہو تو ۴ رکعت والی نماز کی پہلی اور تیسری) رکعت (میں) غیر مقتدی کو نائب بنانا (جائز ہے، دوسری اور چوتھی) رکعت (میں) نائب بنانا (جائز نہیں) چونکہ اس صورت میں غیر مقتدی کو قیام کا حکم ہے جو ترتیب امام کے لئے ملتزم نہیں ہے حالانکہ ترتیب امام کے مطابق مقتدیوں کو قعود کا حکم ہے لہذا غیر مقتدی اور مقتدیوں کے درمیان اختلاف واقع ہو گا جس کی بناء پر دوسری اور چوتھی میں نائب بنانا جائز نہیں لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ نیتِ اقتداء کی تجدید نہ کرے اگر تجدید کرے یعنی جس طرح پہلے امام کی اقتداء کی نیت کی تھی اسی طرح نائب بننے کے بعد نائب کی اقتداء کی نیت کرے تو دوسری اور چوتھی میں بھی نائب بنانا جائز ہے،

(وَلاَ تَجِبُ نِيَّةُ الْاِقْتِدَاءِ بِالْخَلِيْفَةِ بَلْ لَهُمْ أَنْ يُتِمُّوْا فُرَادىٰ نائب بنانے کی وجہ سے) مقتدیوں پر دوبارہ (اقتداء کی نیت واجب نہیں ہے) پہلے امام کی اقتداء کی نیت کافی ہے (بلکہ مقتدیوں کے لئے جائز ہے کہ) کسی کو نائب بنائے بغیر (انفرادی حالت میں) اپنی نماز (پوری کرے) یہ مسئلہ جمعہ کے علاوہ کا ہے، جمعہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقتدیوں کو پہلے امام کی اقتداء میں ایک رکعت ملی ہو تو کسی کو نائب بنائے بغیر مقتدیوں کے لئے انفرادی حالت میں بقیہ نماز پوری کرنا جائز ہے [چونکہ باجماعت ایک رکعت ملنے سے نماز جمعہ مل جاتی ہے اور اگر پہلے امام کی اقتداء میں ایک رکعت ملنے سے پہلے امام حدث وغیرہ کے سبب نماز کو

توڑدے تو مقتدیوں کے لئے انفرادی حالت میں بقیہ نماز پوری کرنا جائز نہیں ہے بلکہ نائب کی اقتداء میں پوری کرنا ضروری ہے کیونکہ جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ جمعہ کی نماز کی ایک رکعت جماعت سے پڑھی جائے][(وَلَوْ قَدَّمَ الْإِمَامُ وَاحِدًا وَالْقَوْمُ آخَرَ فَمُقَدَّمُهُمْ أَوْلَى اور اگر امام) مقتدیوں میں سے (کسی مقتدی کو) نیابت کے لئے (آگے کرے اور قوم دوسرے شخص کو) آگے کرے (تو قوم کا) نیابت کے لئے (آگے کیا ہوا شخص اولی ہے) اس لئے کہ مقتدیوں کا میلان ہوگا ان کے بنائے ہوئے امام کی جانب اور ہو سکتا ہے امام کے بنائے ہوئے خلیفہ کی طرف ان کا میلان نہ ہو اور وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں تو اس سے ان کو تشویش ہوگی،

(فَصْل)

(صفات امام اور تقدیم کے بیان میں)

(أَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ الْأَفْقَهُ ثُمَّ الْأَقْرَأُ ثُمَّ الْأَوْرَعُ ثُمَّ الْأَقْدَمُ هِجْرَةً وَوَلَدُهُ ثُمَّ الْأَسَنُّ فِي الْإِسْلَامِ ثُمَّ النَّسِيبُ ثُمَّ الْأَحْسَنُ سِيرَةً ثُمَّ الْأَحْسَنُ ذِكْرًا ثُمَّ الْأَنْظَفُ بَدَنًا وَثَوْبًا ثُمَّ الْأَحْسَنُ صَوْتًا ثُمَّ الْأَحْسَنُ صُورَةً فَمَتَى وُجِدَ وَاحِدٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ قُدِّمَ وَإِنِ اجْتَمَعُوْا أَوْ بَعْضُهُمْ رُتِّبُوْا هٰكَذَا فَإِنِ اسْتَوَيَا وَتَشَاحَّا أُقْرِعَ وَإِمَامُ الْمَسْجِدِ وَسَاكِنُ الْبَيْتِ وَلَوْ بِإِجَارَةٍ مُقَدَّمَانِ عَلَى الْأَفْقَهِ وَمَا بَعْدَهُ وَلَهُمَا تَقْدِيمُ مَنْ أَرَادَ وَالسُّلْطَانُ وَالْأَعْلَى فَالْأَعْلَى مِنَ الْقُضَاةِ وَالْوُلَاةِ يُقَدَّمُوْنَ عَلَى السَّاكِنِ وَإِمَامِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِمَا وَيُقَدَّمُ حَاضِرٌ وَحُرٌّ وَعَدْلٌ وَبَالِغٌ عَلَى مُسَافِرٍ وَعَبْدٍ وَفَاسِقٍ وَصَبِيٍّ وَإِنْ كَانُوْا أَفْقَهَ وَالْبَصِيْرُ وَالْأَعْمَى سَوَاءٌ، لوگوں میں امامت کے اعتبار سے) سب سے پہلے (افضل افقہ) یعنی مسائل کو جاننے والا اگرچہ سورۂ فاتحہ کے سوا باقی قرآن یاد نہ ہو، نماز میں قرأت اور فقہ دونوں کی حاجت ہے لیکن قرأت کی جانب حاجت محدود ہے اور فاتحہ کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ فقط فاتحہ فرض ہے اور فقہ کی جانب حاجت غیر محدود ہے اس لئے فقہ کو مقدم کر دیا (پھر اقرأ) یعنی جس کو زیادہ مقدار یاد ہو، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: قوم کی امامت کتاب اللہ کا اقرأ

کرے [یعنی زیادہ یاد رکھنے والا] (پھر اورع) یعنی پاک دامن اور حسن سیرت والا، ورع کی دوسری تعریف یہ ہے: **هو اجتناب الشبهات خوفا من الوقوع في المحرمات** (کتاب التعریفات ص ۲۷۹) محرمات میں واقع ہونے کے خوف سے شبہات سے بچنے والا (پھر اقدم فی الھجرۃ) یعنی سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی طرف یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ھجرت کرنے والا (اور اس کی اولاد) یعنی سب سے پہلے ھجرت کرنے والے کی اولاد دوسرے کی اولاد پر مقدم ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر قرأت میں برابر ہو تو جو ھجرت میں مقدم ہو وہ امامت کرے اور اگر ھجرت میں برابر ہو تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے (پھر اسن فی الاسلام) یعنی اسلام کی حالت میں زیادہ عمر گذارنے والا، اس کے حق میں یہ تقدیم کبر سن [بحالت اسلام زیادہ عمر گذارنے] کی وجہ سے ہے اور آپ ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ تم میں سے بڑے کو چاہیئے کہ تمہاری امامت کرے (حاشیہ مع نہایہ ص ۱۸۲ ج ۲)

(پھر نسب) یعنی قریشی نسب والا، یہ نسب تو معتبر ہے ہی اس کے علاوہ ہر وہ نسب جو کفائت میں [نکاح میں] معتبر ہے وہ یہاں بھی معتبر ہے جیسے علماء اور صلحاء کی طرف نسبت، یہ ہی وجہ ہے کہ شارح نے اشرف نسب ذکر فرما کر تشریح کی ہے وہ اس طرح **(ثم النسيب) أي من له نسب اشرف من نسب غيره على حسب ما في الكفاءة كما سيأتي** (انوار المسالک ص ٧٤) ہاشمی اور مطلبی یہ دونوں دوسرے قریش پر مقدم ہوں گے، قریش دوسرے عرب پر مقدم ہوں گے اور دوسرے عرب عجم [غیر عرب] پر مقدم ہوں گے، (فتح العزیز شرح وجیز فی المجموع ص ۳۲۹ ج ٤) اعتبار نسب کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ قریش کے تابع ہیں امامت و ریاستی امور میں، غیر قریش مسلمان قریشی مسلمانوں کے تابع ہیں اور غیر قریش کافر قریشی کافروں کے تابع ہیں (المجموع ص ۲۸۱ ج ٤) (پھر احسن سیرۃ) یعنی اخلاق حسنہ والا (پھر احسن ذکر) یعنی

لوگوں میں نیک نام والا، شارح فرماتے ہیں: احسن سیرۃ اور احسن ذکر بظاہر دونوں کا معنی ایک ہی ہے (پھر انظف للبدن والثوب) یعنی بدن اور کپڑے کی میل کچیل سے صفائی رکھنے والا (پھر احسن صوت) یعنی اچھی آواز والا، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن کا اچھی آواز سے حسن بڑھاؤ اس لئے کہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو زیادہ کرتی ہے (الا تقان فی علوم القرآن ص۳۰۲) اور (پھر احسن صورت ہے) اس سے مراد جسم بیماری سے صحیح سالم ہو (تاکہ لوگ اقتداء کو ناپسند نہ سمجھیں) (حاشیه مع نهاية ص۱۸۳ ج۲) (پھر جب ان ذکر کردہ) صفات والے (لوگوں میں سے ایک ہی شخص کو پائے) مطلب یہ ہیکہ ایک ہی شخص پائے جس میں ذکر کردہ صفات میں سے کوئی صفت موجود ہو اور دوسرے میں ان صفات میں سے کوئی صفت نہ ہو (تو اسے) دوسرے پر (مقدم کیا جائے گا) [کیونکہ اس میں وہ صفت موجود ہے جس کی وجہ سے تقدیم ہوتی ہے] (اور اگر تمام لوگوں میں یا بعض لوگوں میں مذکورہ صفات ہوں تو مذکورہ ترتیب کے مطابق اسے مقدم کیا جائے گا اگر دونوں برابر ہوں) یعنی دونوں میں سے ہر ایک میں وہ صفت موجود ہو جو دوسرے میں ہے (اور ان) دونوں میں سے ہر ایک (کا ارادہ تقدیم کا ہو تو) ان میں (قرعہ اندازی کی جائے گی) [اس لئے کہ تقدیم کے اعتبار سے ہر ایک یکساں ہے] (مسجد کا امام اور گھر میں رہنے والا اگرچہ اجرت) یا عاریت (سے) رہتا (ہو) یعنی کرایہ دار ہو یا مستعیر [عاریت پر لیکر رہنے والا] ہو،

اجارہ: لغت میں اجرت کو کہتے ہیں اور شرعاً عوض کے بدلہ منفعت کا مالک بنانے کو (قرة العين مع فتح المعين)

عاریت: دوسرے کو کوئی چیز دینا کہ وہ عین کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اٹھائے اور بعد میں واپس کردے اسے عاریت کہتے ہیں (الفا ظ ابی شجاع مع اقناع ص۳۰۴ ج۱)

(یہ دونوں افقہ اور اس کے بعد والے پر مقدم ہوں گے) بعد والے یعنی افقہ کے بعد اوپر ذکر کئے ہوئے صفات والے، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی دوسرے آدمی کی امامت نہ کرے اس کے اھل میں اور اس کے محل ولایت اور سلطنت میں (اور) امام مسجد اور ساکن بیت (ان دونوں کے لئے جس کو وہ دونوں چاہیں امامت کے لئے بڑھانا جائز ہے) اگر یہ مقدم امامت کے قابل ہو، اس لئے کہ حق ان دونوں کا ہے، [لہذا اگر قابل شخص کو آگے بڑھادے تو کوئی حرج نہیں] (ساکن بیت، امام مسجد اور ان دونوں کے علاوہ) ذکر کردہ صفات والے لوگوں (پر) سب سے پہلے (بادشاہ اور پھر قضاۃ اور ولاۃ میں سے جو جتنا بڑا ہوگا وہ یکے بعد دیگرے مقدم ہوں گے) آپ ﷺ نے فرمایا: بادشاہ کی موجودگی میں کوئی آدمی کسی آدمی کی امامت نہ کرے اگر امامت کا حقدار دوسرے کو امامت کی اجازت دے تو کوئی حرج نہیں،

قضاۃ: قاضی کی جمع ہے اور ولاۃ: والی کی جمع ہے،

قاضی: منصف کو قاضی کہتے ہیں،

والی: حاکم و گورنر کو والی کہتے ہیں،

(اور حاضر کو مسافر پر، آزاد کو غلام پر، عادل کو فاسق پر اور بالغ کو بچہ پر مقدم کیا جائے گا اگرچہ یہ) یعنی مسافر، غلام، فاسق اور بچہ (افقہ ہوں) اس لئے کہ یہ لوگ باب امامت کی صفات میں سے فقہ سے فائق و برتر صفات سے متصف ہیں (بیناء اور نابیناء) دونوں کی فضیلتوں میں تعارض ہونے کی بناء پر امامت میں (برابر ہیں) تعارض اس طرح کہ نابیناء میں خشوع زیادہ ہوتا ہے اور بیناء نجاست سے زیادہ بچتا ہے (وَيُكْرَهُ أَنْ يَؤُمَّ قَوْمًا يَكْرَهُهُ أَكْثَرُهُمْ بِسَبَبٍ شَرْعِيٍّ اور مکروہ ہے یہ بات کہ لوگوں کی امامت ایسا شخص کرے جس کو اکثر لوگ شرعی سبب) جیسے ظلم کرنے، نجاست سے محتاط نہ رہنے اور مذموم معیشت وغیرہ

اختیار کرنے (کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں) شرعی سبب نہ ہو اور ناپسند کریں تو مکروہ نہیں ہے بلکہ ناپسند کرنا باعث ملامت ہے، شرعی سبب کی وجہ سے کم یا نصف لوگ ناپسند کریں تو مکروہ نہیں ہے (وَ لاَ یَجُوْ زُ الْاِ قْتِدَاءُ بِکَا فِرٍ وَ لاَ مَجْنُوْ نٍ وَ لاَ مُحْدِثٍ وَ لاَ ذِیْ نَجَا سَةٍ کافر، پاگل، محدث اور صاحب نجاست کی اقتداء جائز نہیں ہے) کفر کی وجہ سے کافر کی اقتداء جائز نہیں اور خود مجنون کی نماز صحیح نہیں اس لئے اس کی بھی اقتداء جائز نہیں، محدث کو چاہے حدث اکبر لاحق ہو یا اصغر نماز میں شمار نہیں ہے اس لئے اس کی اقتداء جائز نہیں اور اسی طرح صاحب نجاست کا بھی نماز میں شمار نہیں ہے اس لئے اس کی بھی اقتداء جائز نہیں [صاحب نجاست سے مراد جس کے بدن پر نجاست ہو] (وَ لاَ رَجُلٍ وَ خُنْثَى بِامْرَ أَةٍ وَ لاَ مَنْ یَحْفَظُ الْفَاتِحَةَ بِمَنْ یُخِلُّ بِحَرْ فٍ مِنْهَا أَوْ بِأَخْرَسَ أَوْ أَرَتَّ أَوْ أَلْثَغَ فَاِنْ ظَهَرَ بَعْدَ الصَّلاَةِ أَنَّ اِمَامَهُ وَاحِدٌ مِنْ هٰؤُ لاَءِ لَزِمَهُ الْاِ عَادَةُ اِلاَّ اِذَا کَانَ عَلَیْهِ نَجَاسَةٌ خَفِیَّةٌ أَوْ کَانَ مُحْدِثًا فِی غَیْرِ الْجُمُعَةِ أَوْ فِیْهَا وَهُوَ زَائِدٌ عَلَی الْأَرْ بَعِیْنَ فَاِنْ کَمَلَتْ بِهِ الْأَرْ بَعُوْنَ وَجَبَتِ الْاِ عَادَةُ مرد اور خنثی کے لئے عورت کی اقتداء جائز نہیں ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عورت مرد کی امامت نہ کرے، اور احتیاطا اس پر خنثی کو قیاس کیا گیا ہے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے خنثی مذکر ہو (سورۂ فاتحۃ کو اچھی طرح پڑھنے والے کے لئے اس کے) یعنی سورۂ فاتحہ کے (حرف میں خلل کرنے والے) جیسے حرف مشدد کو مخفف پڑھنے والے (کی یا گونگے یا محل ادغام کے علاوہ میں ادغام کرنے والے کی یا) سورۂ فاتحہ کے (ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے والے) جیسے حرف مثلث یعنی سین کو ثاء پڑھنے، مستقیم کو مثتقیم پڑھنے والے (کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے) بعض نسخہ میں لفظ یحفظ کے بدلہ یحسن ہے لیکن یہاں دونوں کا معنی ایک ہی ہے (اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ اس کا امام ان) مذکورہ بالا (لوگوں میں سے تھا) جن میں سے کسی کی اقتداء جائز نہیں ہے (تو اس) مقتدی (پر) نماز کا (اعادہ لازم ہو گا مگر جب امام) کے بدن یا کپڑے

(پر نجاست پوشیدہ ہو یا نماز جمعہ کے علاوہ) کسی نماز (میں محدث ہو) تو مقتدی پر انتفاء تقصیر کی بناء پر اعادہ واجب نہ ہو گا (یا) یہ کہ (جمعہ میں محدث ہو درانحالیکہ امام چالیس افراد سے زائد ہو) تو اس صورت میں بھی نماز کا اعادہ واجب نہ ہو گا، اس لئے کہ چالیس افراد کی تکمیل جو شرط ہے وہ حاصل ہے (لیکن اگر امام کو ملا کر چالیس افراد مکمل ہوں) اور اس صورت میں امام محدث ہو جائے (تو) مقتدیوں پر (اعادہ واجب ہو گا) اس لئے کہ امام کو ملا کر چالیس افراد کی تکمیل ہو کر جو شرط حاصل ہوئی تھی اس میں سے امام محدث ہونے کے سبب خارج ہوا لہذا شرط فوت ہوئی جس کی بناء پر اعادہ واجب ہوا (**وَيَصِحُّ فَرْض خَلْفَ نَفْلٍ وَصُبح خَلْفَ ظُهْرٍ وَقَائِم خَلْفَ قَاعِدٍ وَأَدَاء خَلْفَ قَضَاء وَبِالْعَكْسِ،** نفل نماز کے پیچھے فرض نماز صحیح ہے) حضرت معاذ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو عشاء کی نماز پڑھاتے (اور ظہر کے پیچھے صبح کی نماز) صحیح ہے (**وتجوز الصبح خلف الظهر فی الأظهر) لاتفاق نظم الصلاتين و قطع به كعكسه** (منهاج مع نهاية ص۲۱٤ ج۲) اظہر قول کے مطابق ظہر کے پیچھے صبح کی نماز جائز [صحیح] ہے دونوں نمازوں کے نظم کا اتفاق ہونے کی بناء پر اور اسی پر قطعی فیصلہ ہے جیسا کہ اس کے برعکس [یعنی صبح کی نماز کے پیچھے ظہر کی نماز صحیح ہونے پر قطعی فیصلہ ہے] (اور بیٹھکر پڑھنے والے کے پیچھے کھڑا ہو کر پڑھنے والے کی) نماز صحیح ہے، آپ ﷺ نے بیٹھکر نماز پڑھی درانحالیکہ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے (اور قضاء کے پیچھے اداء اور) ویصح فرض سے لیکر واداء خلف قضاء تک کی عبارتوں کے (برعکس) صحیح ہے، یعنی فرض کے پیچھے نفل، صبح کے پیچھے ظہر، کھڑا ہو کر پڑھنے والے کے پیچھے بیٹھکر پڑھنے والے کی نماز اور اداء کے پیچھے قضاء صحیح ہے،

(**وَلَوِ اقْتَدَى بِغَيْرِ شَافِعِيٍّ صَحَّ اِنْ لَمْ يَتَيَقَّنْ أَنَّهُ أَخَلَّ بِوَاجِبٍ وَإِلَّا فَلَا وَالْاِعْتِبَارُ بِاعْتِقَادِ الْمَأْمُومِ،** اور اگر کوئی) شافعی (غیر شافعی) جیسے حنفی (کی اقتداء کرے تو) یہ اقتداء (صحیح

ہے اگر امام مذکور کے کسی واجب کو چھوڑنے) جیسے بسم اللہ کو چھوڑنے یا عورت کو چھونے پر وضوء نہ کرنے وغیرہ (کا شافعی مقتدی کو یقین نہ ہو تو ورنہ) یعنی یقین ہو تو اقتداء (صحیح نہیں) مقتدی کے عقیدہ کا اعتبار کرتے ہوئے، اسی کو مصنف آگے فرماتے ہیں: (اور) وا جب چیز میں (مقتدی کے عقیدہ کا اعتبار ہے) مطلب یہ ہیکہ امام کسی ایسی چیز کو کرے کہ مقتدی کے عقیدہ کے مطابق اس سے نماز باطل ہو جاتی ہو اور حنفی امام [وغیرہ] کے عقیدہ کے مطابق باطل نہ ہوتی ہو تو اس میں اعتبار مقتدی کے عقیدہ کا ہو گا (وَتُكْرَهُ وَرَاءَ فَاسِقٍ وَفَأْفَاءٍ وَتَمْتَامٍ وَلَاحِنٍ، فاسق، فاء اور تاء کو بار بار اداء کرنے والے اور) ایسی (غلطی کرنے والے کے پیچھے) جس سے معنی نہ بدلتا ہو (جماعت مکروہ ہے) مطلب یہ ہیکہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، تمتام کا دوسرا معنی ہے: ت اور میم کثرت سے اداء کرنے وا لا، (بیان اللسان ص ۱۸۱)

فاسق کی تعریف

جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو ایسے شخص کو فاسق کہتے ہیں،

گناہ کبیرہ کی تعریف

وہ گناہ جس کے کبیر یا عظیم ہونے پر صراحت کی گئی ہو یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید سنائی گئی ہو یا گناہ کی بات اللہ کے غضب یا لعنت سے ختم کی گئی ہو یا اس پر کوئی حد بیان کی گئی ہو یا شدت سے نکیر کی گئی ہو یا اس کے کرنے والے کو فسق سے متصف کیا ہو اسے راجح قول کے مطابق گناہ کبیرہ کہتے ہیں (مرعاۃ المفاتیح ص ۱۲۱ ج ۱)

(فَصْل)

(امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے کے بیان میں)

(أَلسُّنَّةُ أَنْ يَقِفَ الذَّكَرَانِ فَصَاعِدًا خَلْفَ الْإِمَامِ وَالذَّكَرُ الْوَاحِدُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ أَحْرَمَ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ يَتَأَخَّرَانِ إِنْ أَمْكَنَ وَإِلَّا تَقَدَّمَ الْإِمَامُ سنت ہے کہ ۲ یا ۲ سے زائد

مذکر) یعنی آدمی اگر چہ بچے ہوں (امام کے پیچھے کھڑے رہیں اور) سنت ہے کہ امام کے ساتھ اگر (ایک مذکر) اگر چہ بچہ ہو تو (امام کے دائیں جانب کھڑا رہے اگر دوسرا) مذکر (آئے تو امام کے بائیں جانب تکبیر تحریمہ کہے پھر) دوسرے کی تکبیر تحریمہ کے بعد (دونوں مقتدی) امام کے (پیچھے) کی طرف (ہٹ جائیں) اور صف بنالیں، حضرت جابرؓ آپ کے دائیں طرف کھڑے ہوئے پھر دوسرے صحابی جبار ابن صخر آکر آپ کے بائیں طرف کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے دونوں کو ہٹا کر اپنے پیچھے کھڑا کر دیا (تلخیص الحبیر فی المجموع ص۳٤۰ ج٤) (اگر) پیچھے ہٹنا (ممکن ہو تو ورنہ) یعنی جگہ کی تنگی کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو (امام) دونوں مقتدی سے (آگے بڑھے) امام کے آگے بڑھنے کے بہ نسبت مقتدی کے لئے پیچھے ہٹنا ممکن ہو تو یہ صورت افضل ہے، حدیث مسلم کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ امام متبوع ہے لہذا اس کا منتقل ہونا مناسب نہیں (نہایۃ ص۱۹۲ ج۲) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دوسرا مقتدی قیام میں آئے، سجدہ یا تشہد کی حالت میں آئے تو قیام تک آگے پیچھے نہ ہو (وَاِنْ حَضَرَ رِجَال وَصِبْیَان وَنِسَاء تَقَدَّمَ الرِّجَالُ ثُمَّ الصِّبْیَانُ ثُمَّ النِّسَاءُ اور اگر مرد، بچے اور عورتیں) سب ایک ساتھ (حاضر ہوں تو پہلی صف مردوں کی ہوگی پھر) مردوں کی صف مکمل ہونے کے بعد (بچوں کی) اگر مردوں کی صف مکمل نہ ہو تو بچوں سے ان کی صف مکمل کرینگے اور (پھر) بچوں کے بعد (عورتوں کی ہوگی) یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جبکہ سب ایک ساتھ حاضر ہوں، اگر سب سے پہلے بچے حاضر ہوں کر پہلی صف میں کھڑے ہو جائیں اور پھر مرد حاضر ہو جائیں تو ان کی وجہ سے بچوں کو پیچھے نہیں کیا جائے گا، مذکورہ ترتیب کی دلیل یہ ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ بالغ اور عقلمند لوگ میرے قریب رہیں پھر ان سے جو قریب ہو، اور عورتوں کی صفوں میں بہتر اخیری صف ہے،

(وَتَقِفُ اِمَامَۃُ النِّسَاءِ وَسطَھُنَّ اور) سنت ہے کہ (عورتوں کی امامت کرنے والی ان کے درمیان کھڑی رہے گی) جیسا کہ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ دونوں اسی طرح کھڑی رہتی تھیں (وَیُکرَہُ أَنْ یَرْتَفِعَ مَوْ قِفُ الْاِمَامِ عَلَی الْمَأْ مُوْمِ وَعَکْسُہُ اِلاَّ أَنْ یُرِیْدَ الْاِ مَا مُ تَعْلِیْمَھُمْ أَفْعَالَ الصَّلاۃِ أَوْیَکُوْنَ الْمَأْمُوْ مُ مُبَلِّغًا عَنِ الْاِ مَامِ فَیُنْدَبُ لٰکِنْ اِنْ کَانَا فِی غَیْرِ مَسْجِدٍ وَجَبَ أَنْ یُحَاذِیَ الْأَسْفَلُ الْأَ عْلَی بِبَعْضِ بَدَنِہِ بِشَرْطِ اعْتِدَالِ الْخِلْقَۃِ، اور مکروہ ہے کہ امام کا موقف مقتدی سے اونچا ہو) یعنی امام کے کھڑا ہونے کی جگہ مقتدی سے اونچی ہو (اور اس کے برعکس) یعنی مقتدی کا موقف امام سے اونچا ہو یہ بھی مکروہ ہے (مگر یہ کہ امام مقتدیوں کو افعال نماز سکھانا چاہتا ہو) تو امام کے موقف کے اونچا رہنے میں حاجت تعلیم کی بناء پر کراہت نہیں ہے (یا) یہ کہ (مقتدی امام کی طرف سے مبلغ) یعنی تکبیر تحریمہ وغیرہ کی آواز کو پہنچانے والا (ہو تو) اس صورت میں مقتدی کے موقف کے اونچا رہنے میں حاجت تبلیغ کی بناء پر کراہت نہیں ہے بلکہ (مستحب ہے، لیکن اگر امام اور مقتدی مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ میں ہو تو اسفل) یعنی نیچے والے (کے بدن کے بعض حصہ کا اعلی) یعنی اوپر والے (کے بعض حصہ کے مقابل ہونا واجب ہے بشرطیکہ) اسفل (میانہ قد ہو) یعنی عام آدمیوں سے نہ اونچا ہو نہ پست،

(وَمَنْ لَمْ یَجِدْ فِی الصَّفِّ فُرْجَۃً أَحْرَمَ ثُمَّ یَجْذِبُ لِنَفْسِہِ وَا حِدًا مِنَ الصَّفِّ لِیَقِفَ مَعَہُ وَیُنْدَبُ لِذَلِکَ مُسَا عَدَتُہُ جو شخص صف میں خالی جگہ نہ پائے وہ) صف کے پیچھے تنہاء (تکبیر تحریمہ کہے پھر) تکبیر تحریمہ کے بعد (اپنے لئے صف میں سے کسی ایک شخص کو کھینچے تاکہ اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے) اور اس شخص کے اختلاف سے نکل جائے جس نے صف کے پیچھے تنہاء نماز پڑھنے والے کی نماز کو باطل کہا ہے (اور مجذوب) یعنی جس کو کھینچا جارہا ہے اس (کے لئے مستحب ہے جاذب) یعنی کھینچنے والے (کی اعانت کرنا) تاکہ جاذب کو فضیلتِ صف حاصل ہونے میں مجذوب کی طرف سے مدد حاصل ہو اور مجذوب نیکی اور

تقوی پر اعانت کا مصداق ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی (سوۂ مائدہ ۲) اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیز گاری پر (ترجمۂ قرآن) لیکن اس کے باوجود مجذوب پہلے جس صف میں تھا اسی صف کی فضیلت اس کو حاصل ہو گی، جاذب کا مجذوب کو تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے کھینچنا مکروہ ہے (نہایة ص۱۹۷ ج ۲)

(وَلَوْ تَقَدَّمَ عَقِبُ الْمَأْمُوْمِ عَلَی عَقِبِ الْإِمَامِ لَمْ تَصِحَّ صَلاَتُهُ اور اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو تو مقتدی کی نماز صحیح نہ ہو گی) اس لئے کہ اس نے شرط صحتِ اقتداء کی مخالفت کی، آگے بڑھنے اور برابری میں ایڑیوں کا اعتبار ہو گا، انگلیوں کا اعتبار نہ ہو گا، یہ اس صورت میں ہے جبکہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو، بیٹھکر پڑھ رہا ہو تو آگے بڑھنے اور برابری میں سرین کا اعتبار ہو گا، اور اگر لیٹ کر پڑھ رہا ہو تو پہلو کا اعتبار ہو گا، امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس سے جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے، مطلب یہ ہیکہ مطلقا فوت نہیں ہوتی بلکہ نماز کے جس حصہ میں امام سے برابر رہا اس حصہ کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے (حاشیۂ نہایہ ص۱۸۷ ج ۲) اگر شک ہو کہ آگے بڑھا یا نہیں تو نماز باطل نہ ہو گی اس لئے کہ اصل عدم مفسد ہے،

(وَ مَتَی اجْتَمَعَ الْمَأْمُوْمُ وَ الْإِمَامُ فِی مَسْجِدٍ صَحَّ الْإِقْتِدَاءُ مُطْلَقًا وَإِنْ تَبَاعَدَا أَوِاخْتَلَفَ الْبِنَاءُ مِثْلُ أَنْ يَقِفَ أَحَدُهُمَا فِي السَّطْحِ وَ الْآخَرُ فِي بِئْرٍ فِي الْمَسْجِدِ وَإِنْ أُغْلِقَ بَابُ السَّطْحِ لٰكِنْ يُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِانْتِقَالاَتِ الْإِمَامِ إِمَّا بِمُشَاهَدَةٍ أَوْ سَمَاعِ مُبَلِّغٍ اور جب ایک ہی مسجد میں مقتدی اور امام) نماز کے لئے (جمع ہو جائیں تو مطلقا) مقتدی کا امام کی (اقتداء) کرنا (صحیح ہے) آگے کی عبارت: وان تباعدا أو اختلف البناء" لفظ مطلق کی تفسیر ہے وہ یہ: (اگرچہ) امام اور مقتدی (دونوں میں فاصلہ ہو یا تعمیری فرق ہو) آگے مصنفؒ اختلاف بناء کی مثال بیان فرما رہے ہیں: (مثلا یہ کہ) مقتدی اور امام (دونوں میں سے ایک مسجد کے چھت پر کھڑا رہے اور دوسرا مسجد کے نچلہ حصہ میں اگرچہ چھت کا

دروازہ بند ہو) مطلب یہ ہیکہ ایک ہی مسجد میں نماز پڑھنے کی صورت میں تباعد اور اختلاف بناء ہونے کے باوجود جس طرح اقتداء صحیح ہے اسی طرح ایک ہی مسجد میں نماز پڑھنے کی صورت میں چھت کا دروازہ بند ہونے کے باوجود بھی اقتداء صحیح ہے، وان أغلق باب السطح یہ لفظ مطلق کی آخری تفسیر ہے (لیکن) مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لئے (امام کے افعال) جیسے امام رکوع میں گیا یا رکوع سے اٹھا وغیرہ (کا علم ہونا شرط ہے) یہ علم (یا تو مشاھدۃ) یعنی امام کے افعال نظر آنے (سے ہو یا مبلغ کی آواز سے، وَالْمَسَاجِدُ الْمُتَلاَصِقَةُ الْمُتَنَافِذَةُ كَمَسْجِدٍ وَاحِدٍ مساجد سے متصل مساجد جن) میں سے ہر ایک (کا دروازہ) دوسری طرف (کھلتا ہو تو یہ ایک ہی مسجد کی طرح ہے) [لہذا مقتدی اور امام کی اقتداء مطلقا صحیح ہو گی بشرطیکہ مقتدی کو امام کے افعال کا علم ہو] (وَلَوْ كَانَا فِي غَيْرِ مَسْجِدٍ فِي فَضَاءٍ كَصَحْرَاءَ أَوْ بَيْتٍ وَاسِعٍ صَحَّ اقْتِدَاءُ الْمَأْمُوْمِ بِالْإِمَامِ إِنْ لَمْ يَزِدْ مَا بَيْنَهُمَا عَلَى ثَلٰثِمِائَةِ ذِرَاعٍ تَقْرِيْبًا وَالاَّفَلاَ اور اگر) امام اور مقتدی (دونوں مسجد کے علاوہ فضاء میں) کھڑے (ہوں) آگے مصنفؒ فضاء کی مثال بیان فرمارہے ہیں: (جیسے کھلا میدان یا کشادہ مکان) میں (تو مقتدی کا امام کی اقتداء کرنا صحیح ہے اگر دونوں) یعنی امام اور مقتدی یا ہر ۲ صف (کے درمیان کا فاصلہ تقریبا ۳۰۰ ذراع سے زائد نہ ہو تو) [کیونکہ متعینہ فاصلہ میں دونوں کا اجتماع ہوا] (ورنہ) یعنی ۳۰۰ ذراع سے زائد ہو تو غیر متعینہ فاصلہ میں دونوں کا اجتماع شمار نہ ہونے کی بناء پر اقتداء صحیح (نہیں ہے) تقریب اور ذراع کی تعریف جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں،

(وَلَوْ صَلَّى خَلْفَهُ صُفُوْفٌ أُعْتُبِرَتِ الْأَذْرُعُ بَيْنَ كُلِّ صَفٍّ وَالصَّفِّ الَّذِيْ قُدَّامَهُ وَإِنْ بَلَغَ مَا بَيْنَ الْأَخِيْرِ وَالْإِمَامِ أَمْيَالٌ سَوَاءٌ حَالَ بَيْنَهُمَا نَارٌ أَوْ بَحْرٌ يُحْوِجُ إِلَى سِبَاحَةٍ أَوْ شَارِعٌ مَطْرُوْقٌ أَمْ لاَ اور اگر امام کے پیچھے متعدد صفیں نماز پڑھے تو ہر صف اور اس کے آگے کی صف کے درمیان) یعنی امام اور صف اول کے درمیان اور بقیہ ہر صف کے

درمیان (۳۰۰ ذراع) کے فاصلہ (کا اعتبار کیا جائے گا اگر چہ آخری صف اور امام کے درمیان کا فاصلہ کئی میل تک پہنچا ہو چاہے دونوں) یعنی امام اور پہلی صف یا ہر ۲ صف (کے درمیان آگ یا ایسی نہر جسے پار کرنے کے لئے تیرنے کی حاجت ہو) حائل ہو (یا ایسا راستہ جس پر لوگوں کی آمد و رفت ہو حائل ہو یا حائل نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ امام کے پیچھے کئی صف نماز پڑھنے کی صورت میں ہر صف کے درمیان ۳۰۰ ذراع کا فاصلہ ہو تو دونوں صفوں کے درمیان آگ وغیرہ کے حائل ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اس لئے کے ہر صف کے درمیان ۳۰۰ ذراع کے فاصلہ پر اعتبار اور مدار ہے (وَلَوْ وَقَفَ كُلّ مِنْهُمَا فِي بِنَاءٍ كَبَيْتَيْنِ أَوْ أَحَدُهُمَا فِي صَحْنٍ وَالْآخَرُ فِي صُفَّةٍ مِنْ دَارٍ أَوْ خَانٍ أَوْ مَدْرَسَةٍ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْفَضَاءِ بِشَرْطِ أَنْ لَا يَحُوْلَ مَا يَمْنَعُ الْاِسْتِطْرَاقَ كَشُبَّاكٍ أَوِ الرُّؤْيَةَ كَبَابٍ مَرْدُوْدٍ وَقِيْلَ اِنْ كَانَ بِنَاءُ الْمَأْمُوْمِ عَنْ يَمِيْنِهِ أَوْ شِمَالِهِ وَجَبَ الْاِتِّصَالُ بِحَيْثُ لَا يَبْقَى مَا يَسَعُ وَاقِفًا وَاِنْ كَانَ خَلْفَهُ وَجَبَ أَنْ لَا يَزِيْدَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ اور اگر) امام اور مقتدی (دونوں علیحدہ تعمیر میں کھڑے ہوں جیسے ۲ کمرے) ان میں سے ایک میں امام اور دوسرے میں مقتدی کھڑا رہے (یا دونوں میں سے ایک گھر کے یا خان یا مدرسۃ کے صحن میں) کھڑا ہو (اور دوسرا) ان میں سے کسی کے (چبوترہ پر) کھڑا ہو (تو اس کا) یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے بناء میں یا ایک کے صحن میں اور دوسرے کے چبوترہ پر کھڑا رہنے کا (حکم) ایسا ہے جیسے (فضاء) میں کھڑا رہنے (کا حکم ہے) اور فضاء کا حکم ماقبل میں مذکور ہے (بشرطیکہ) امام اور مقتدی کے درمیان (ایسی چیز حائل نہ ہو جو امام کی طرف پہنچنے کے لئے مانع ہو جیسے کھڑکی یہ وہاں تک جانے سے مانع ہے یا) ایسی چیز حائل نہ ہو جو امام کو (دیکھنے سے مانع ہو جیسے بند دروازہ) اگر حائل ہو تو اقتداء صحیح نہ ہو گی، [کیونکہ حائل ہونا دونوں کے اجتماع کے لئے مانع ہے] یہ مسائل اس صورت میں ہیں جبکہ مقتدی امام کے پیچھے ہو اگر پیچھے نہ ہو تو یہ مسائل ہیں:

(اور کہا گیا ہے کہ اگر مقتدی کی بناء امام کے دائیں یا بائیں جانب ہو تو اتصال واجب ہے اس طرح کہ) دونوں کے موقف میں (کھڑا ہونے والے کے لئے) کھڑا ہونے کی (گنجائش باقی نہ رہے) اتصال کا مطلب یہ ہے کہ ایک بناء کی صف، دوسری بناء کی صف سے متصل ہو جیسے ایک گھر کے چبوترہ کے کنارے پر اور دوسرا اسی گھر کے صحن میں کھڑا ہو تو صحن چبوترہ کے کنارے سے متصل ہو تو اتصال ہو گا (اور اگر مقتدی کا موقف امام کے موقف کے پیچھے ہو تو) اقتداء صحیح ہونے کے لئے (واجب ہے کہ) ان دونوں کے موقف کے درمیان تقریباً (۳ ذراع سے زائد) کا فاصلہ (نہ ہو) یہ معتمد قول کے خلاف ہے، معتمد قول کے مطابق اس کا حکم فضاء کی طرح ہے جیسا کہ گزر گیا کہ امام اور مقتدی کے درمیان اور ہر ۲ صف کے درمیان ۳۰۰ ذراع سے زائد فاصلہ نہ ہو (تحقیق علی عمدۃ ص۱۰۹) (وَلَوْ وَقَفَ الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ وَالْمَأْمُومُ فِي فَضَاءٍ مُتَّصِلٍ بِهِ صَحَّ إِنْ لَمْ يَزِدْ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخِرِ الْمَسْجِدِ عَلَى ثَلٰثِمِائَةِ ذِرَاعٍ وَلَمْ يَحُلْ حَائِلٌ مِثْلُ أَنْ يَقِفَ قُبَالَةَ الْبَابِ وَهُوَ مَفْتُوحٌ فَإِذَا صَحَّتْ لِهٰذَا صَحَّتْ لِمَنْ خَلْفَهُ أَوِ اتَّصَلَ بِهِ وَإِنْ خَرَجُوا عَنْ قُبَالَةِ الْبَابِ اور اگر امام مسجد میں اور مقتدی مسجد سے متصل فضاء میں کھڑا ہو تو) اقتداء (صحیح ہے اگر مقتدی اور مسجد کے آخر کے درمیان) تقریباً (۳۰۰ ذراع سے زائد) کا فاصلہ (نہ ہو اور) کوئی چیز (حائل نہ ہو) مراد وہ چیز حائل نہ ہو جو امام کی طرف پہنچنے یا اس کو دیکھنے کے لئے مانع ہو، آگے مصنفؒ مثال بیان فرما رہے ہیں: (مثلاً یہ کہ مقتدی) مسجد سے باہر لیکن مسجد ہی کے (دروازہ کے مقابل کھڑا رہے درانحالیکہ دروازہ کھلا ہو تو اس صورت میں) اقتداء (صحیح ہے اور جب کھلے دروازہ کے مقابل مقتدی کی صحیح ہو گی تو اس کے پیچھے والے کی اور اس سے ملے ہوؤں کی صحیح ہو گی اگرچہ وہ لوگ دروازہ کے سامنے نہ ہوں) اس لئے کہ دروازہ کے سامنے کھڑا رہنے والا پیچھے والوں کے لئے امام کی طرح ہے، اس لئے پیچھے والوں کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے

آگے نہ بڑھیں جگہ کے اعتبار سے اور افعال میں اس کی اتباع کریں، اور دروازہ کے مقابل کھڑا ہے اس لئے اس کے ساتھ ربط ہونا کافی ہوا،

(فَاِنْ عَدَلَ عَنْ قُبَالَةِ الْبَابِ أَوْ حَالَ جِدَارُ الْمَسْجِدِأَوْ شُبَّاكُهُ أَوْ بَابُهُ الْمَرْدُوْدُ وَاِنْ لَمْ يُقْفَلْ لَمْ يَصِحَّ اگر) مسجد سے باہر کھڑا رہنے والا (مقتدی دروازہ کے مقابل نہ کھڑا ہو) بلکہ ہٹ کر کھڑا ہو (یا) یہ کہ اعراض تو نہ کرے لیکن امام اور مقتدی واقف کے درمیان (مسجد کی دیوار یا کھڑکی) امام کی طرف پہنچنے کے لئے (حائل ہو یا مسجد کا بند دروازہ) دیکھنے کے لئے حائل ہو (اگرچہ مقفل نہ ہو تو) ایسی صورت میں خارج مسجد کھڑے مقتدی کی مسجد میں کھڑے ہونے والے امام کی اقتداء کرنا (صحیح نہیں ہے) اور اسی طرح اس کی اقتداء کرنے والوں کی اقتداء صحیح نہیں اس لئے کہ خود مقتدی واقف کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الْأَوْقَاتِ الَّتِیْ نُهِیَ عَنِ الصَّلاَةِفِیْهَا)

(ان اوقات کے بیان میں جن میں نماز سے منع کیا گیا ہے)

(تَحْرُمُ الصَّلاَةُ وَلاَ تَنْعَقِدُ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ قَدْرَ رُمْحٍ وَعِنْدَ الْاِسْتِوَاءِ حَتّٰی تَزُوْلَ وَعِنْدَ الْاِصْفِرَارِ حَتّٰی تَغْرُبَ وَبَعْدَ صَلاَةِ الصُّبْحِ وَبَعْدَ صَلاَةِ الْعَصْرِ وَلاَ یَحْرُمُ فِیْهَا مَا لَهُ سَبَب كَجَنَازَةٍ وَتَحِیَّةِ مَسْجِدٍ وَسُنَّةِ وُضُوْءٍ وَفَائِتَةٍ لاَ رَكْعَتَیْ اِحْرَامٍ) مطلق نفل (نماز پڑھنا حرام ہے اور منعقد نہ ہو گی سورج طلوع ہوتے وقت یہاں تک کہ) سورج (ایک نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے، استواء) یعنی سورج کا آسمان کے درمیان میں پہنچنے (کے وقت یہاں تک کہ) جھت مغرب کی طرف (مائل ہو جائے اصفرار) یعنی سورج میں زردی آنے (کے وقت یہاں تک کہ) سورج (غروب ہو جائے) ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے فرماتے ہیں:

۳/ اوقات میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے آفتاب کے طلوع کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور دوپہر میں آفتاب کے کھڑے ہوتے وقت اور غروب کے لئے مائل ہونے کے وقت (صبح کی نماز کے بعد) یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے (اور عصر کی نماز کے بعد) یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، آپ ﷺ نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کے بعد منع فرمایا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے (اور مذکورہ اوقات میں وہ نفل حرام نہیں ہے جس کے لئے سبب ہو جیسے جنازہ) کی نماز (تحیۃ المسجد) کی نماز (تحیۃ الوضوء کی سنت) نماز (اور فوت شدہ نماز) چاہے فرض ہو یا ایسی نفل جس کی قضاء مشروع ہو، یہ نوافل پڑھنا اس لئے حرام نہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے سبب متقدم ہے اس طرح کہ جنازہ کے لئے غسل سے فراغت، تحیۃ المسجد کے لئے دخول مسجد، تحیۃ الوضوء کے لئے وضوء اور فائتہ کے لئے تذکر ہے (احرام کی ۲ رکعت) نماز مذکورہ اوقات میں پڑھنا جائز (نہیں ہے) اس لئے کہ اس کے لئے سبب متأخر ہے اور وہ ہے احرام (وَلاَ تُكْرَهُ الصَّلاَةُ

فِی حَرَمِ مَکَّۃَ مُطْلَقًا وَ لاَ عِنْدَ الِاسْتِوَاء یَوْمَ الْجُمُعَۃِ حرم مکہ میں) کسی بھی وقت نفل (نماز پڑھنا مطلقا) یعنی سبب ہو یا نہ ہو (مکروہ نہیں ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد مناف: تم کسی کو رات، دن کی کسی بھی گھڑی میں کعبہ کے طواف اور اس میں نماز سے نہ روکو (اور جمعہ کے دن استواء کے وقت) مکروہ (نہیں ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے نصف النہار کے وقت نماز سے منع فرمایا، یہاں تک کہ سورج مائل ہو جائے سوائے جمعہ کے دن(مهذب فی المجموع ص ۱۷۵ ج ٤)

مصنفؒ نے اس باب میں اوقات کے ساتھ مختلف الفاظ ذکر فرمائے ہیں: پہلا لفظ نھی: یعنی ان اوقات کا بیان جن میں نماز سے منع کیا گیا ہے،

دوسرا لفظ: تحرم: یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنا حرام ہے،

تیسرا لفظ: تکرہ: یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، یہ اختلاف لفظی ہے ان سے مراد صرف مکروہ تحریمی ہے، وھی کراھۃ تحریم کما صححه فی الروضۃ والمجموع ھنا وان صحح فی التحقیق و فی الطھارۃ من المجموع انھا کراھۃ تنزیه قوله کراھته تنزیه وھو ضعیف والخلاف لفظی (اقناع مع تحفة الحبیب ص ۱۰۱ ج ۲) یہ کراھت تحریمی ہے جیسا کہ اس کو روضۃ اور مجموع کے اس باب میں صحیح قرار دیا ہے اگرچہ تحقیق اور مجموع کے باب الطھارۃ میں کراھت تنزیہی کو صحیح قرار دیا ہے، صاحب تحفۃ فرماتے ہیں: صاحب اقناع کا قول: ''کراھۃ تنزیه'' ضعیف ہے اور اختلاف لفظی ہے، وھل الکراھۃ کراھۃ تحریم أو تنزیه ؟ فیه وجھان: أصحھما فی الروضۃ و شرح المھذب فی ھذا الباب التحریم ونص علیه الشافعی فی الرسالۃ (کفایه الاخیار ص ۱۹۱) کیا کراھت سے مراد کراھت تحریمی ہے یا تنزیہی ؟ اس میں ۲ وجہ ہیں: جن میں اصح وجہ کے مطابق روضۃ اور شرح المھذب کے اس باب میں کراھت تحریمی ہے اور اسی کے مطابق رسالہ میں امام شافعیؒ نے صراحت کی ہے۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلاۃِ الْمَرِیْضِ)

(بیمار کی نماز کا بیان)

(لِلْعَاجِزِ صَلاۃُ الْفَرْضِ قَاعِدًا وَالْمُرَادُ مِنَ الْعَجْزِ أَنْ یَشُقَّ عَلَیْہِ الْقِیَامُ مَشَقَّۃً ظَاھِرَۃً أَوْ یَخَافُ مِنْہُ مَرَضًا أَوْ زِیَادَتَہُ أَوْ دَوَرَانَ الرَّأْسِ) قیام سے (عاجز) شخص (کے لئے فرض نماز بیٹھکر پڑھنا جائز ہے اور عاجز سے مراد یہ ہے کہ اس) یعنی عاجز (پر قیام دشوار ہو اور وہ دشواری ظاہر ہے یا) اس کے لئے قیام دشوار تو نہ ہو لیکن معتبر ڈاکٹر کے بقول (قیام سے بیماری) لاحق ہونے (کا خوف ہو یا بیماری کے بڑھنے کا) خوف ہو (یا) کشتی میں ہونے کی وجہ سے قیام سے (سر گھومنے) یعنی چکرانے (کا) خوف ہو [قیام کی تشریح جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں]

(وَیَقْعُدُ کَیْفَ شَاءَ وَیُنْدَبُ الْاِفْتِرَاشُ وَیُکْرَہُ الْاِقْعَاءُ وَمَدُّ رِجْلِہٖ وَأَقَلُّ رُکُوْعِہٖ مُحَاذَاۃُ جَبْھَتِہٖ قُدَّامَ رُکْبَتَیْہِ وَأَکْمَلُہُ مُحَاذَاتُھَا مَوْضِعَ سُجُوْدِہٖ اور عاجز جیسے چاہے بیٹھے) جائز ہے (لیکن افتراش مستحب ہے اور اقعاء مکروہ ہے) [افتراش اور اقعاء کی تشریح جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں] (اور) بلا عذر قبلہ کی جانب (اپنے پاؤں پھیلانا) بھی ادب فوت ہونے کی بناء پر مکروہ ہے (مصلی قاعد) یعنی بیٹھکر نماز پڑھنے والے (کے لئے رکوع کی کم سے کم مقدار اپنی پیشانی کو) رکوع کے لئے جھکنے کی حالت میں (دونوں گھٹنوں کے سامنے) کی جگہ (کے مقابل لانا ہے اور) مصلی قاعد کے لئے (رکوع کی اکمل مقدار پیشانی کو) جھکنے کی حالت میں (اپنے سجدہ کی جگہ کے مقابل لانا ہے) سجدہ میں کوئی فرق نہیں سجدہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والے کی طرح ہی کرے گا،

(فَاِنْ عَجَزَ عَنْ رُکُوْعٍ وَسُجُوْدٍ فَعَلَ نِھَایَۃَ الْمُمْکِنِ مِنْ تَقْرِیْبِ الْجَبْھَۃِ مِنَ الْأَرْضِ فَاِنْ عَجَزَ أَوْمَأَ بِھِمَا وَلَوْ عَجَزَ عَنِ الْقُعُوْدِ فَقَطْ لِدُمَّلٍ وَنَحْوِہٖ أَتَی بِالْقُعُوْدِ قَائِمًا اگر مصلی رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو تو پیشانی کو زمین سے جتنا قریب لانا ممکن ہو لے آئے اور اگر)

اس سے بھی (عاجز ہو تو رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو تم استطاعت کے مطابق وہ چیز کر لو (اور اگر چھوڑے اور اس کے مانند چیز کی بناء پر صرف بیٹھنے سے عاجز ہو تو بیٹھنے کے بدلہ کھڑا ہو جائے) اس لئے کہ جس طرح قعود قیام کا بدل ہوتا ہے اسی طرح قیام قعود کا بدل ہوتا ہے،

(وَلَوْ أَمْكَنَهُ الْقِيَامُ وَبِهِ رَمَدٌ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ لَهُ طَبِيبٌ مُعْتَمَدٌ اِنْ صَلَّيْتَ مُسْتَلْقِيًا أَمْكَنَ مُدَاوَاتُكَ جَازَ الْاِسْتِلْقَاءُ اور اگر مصلی کے لئے قیام ممکن ہو لیکن اسے آشوب چشم یا اس کے علاوہ) جیسے زخم کی تکلیف (لاحق ہونے کی وجہ سے معتبر ڈاکٹر نے کہا ہو کہ اگر تو چت لیٹکر نماز پڑھے تو علاج ممکن ہے تو) معتبر ڈاکٹر کے بقول ایسی صورت میں (چت لیٹکر پڑھنا جائز ہے) اور اس نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ عذر غیر نادر ہے اور اس مرض کے مشابہ ہے جو غیر نادر ہے (وَلَوْ عَجَزَ عَنْ قِيَامٍ وَ قُعُوْدٍ اِضْطَجَعَ عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ مُسْتَقْبِلاً بِوَجْهِهِ وَ مُقَدَّمِ بَدَنِهِ وَيَرْكَعُ وَ يَسْجُدُ اِنْ أَمْكَنَ وَالاَّ أَوْمَأَ بِرَأْسِهِ وَالسُّجُوْدُ أَخْفَضُ فَاِنْ عَجَزَ فَبِطَرْفِهِ فَاِنْ عَجَزَ فَبِقَلْبِهِ اور اگر مصلی قیام اور قعود) یعنی کھڑا ہو کر اور بیٹھکر نماز پڑھنے (سے عاجز ہو تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے) اور نماز پڑھے (درانحالیکہ چہرہ اور بدن کا اگلا حصہ) مراد سینہ (قبلہ رو ہو) ان کا قبلہ رو ہونا ضروری ہے، اور داہنی کروٹ پر لیٹکر نماز پڑھنا مستحب ہے، بلا عذر بائیں کروٹ پر لیٹ کر پڑھنا مکروہ ہے (اور) اس صورت میں (اگر ممکن ہو تو رکوع اور سجدہ کرے ورنہ) یعنی ممکن نہ ہو تو (اپنے سر سے) رکوع اور سجدہ کا (اشارہ کرے اور سجدہ کے لئے) بہ نسبت رکوع کے سر کو (زیادہ جھکائے) تاکہ دونوں میں فرق ہو (اور اگر) سر سے رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرنے سے (عاجز ہو تو اپنی آنکھ سے) ان کا اشارہ کرے [الطرف] مص، العین: حرف الشیٔ، منتھی کل شیٔ،

ج: أطراف (منجد الطلاب ص ٤٣٩) الطرف مصدر ہے، اس کا معنی ہے: آنکھ، کسی چیز کا کنارا اور ہر چیز کا منتھا، اس کی جمع ہے: اطراف (اگر) اس سے بھی (عاجز ہو تو دل سے) رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرے یعنی دل میں ارکان جاری رکھے (فَإِنْ خَرِسَ قَرَأَ بِقَلْبِهِ وَلاَ تَسْقُطُ الصَّلاَةُ مَا دَامَ يَعْقِلُ فَإِنْ عَجَزَ فِي أَثْنَائِهَا قَعَدَ وَيَجِبُ الْاِسْتِمْرَارُ فِي الْفَاتِحَةِ إِنْ عَجَزَ فِي أَثْنَائِهَا وَإِنْ خَفَّ قَامَ فَإِنْ كَانَ فِي أَثْنَاءِ الْفَاتِحَةِ وَجَبَ الْإِمْسَاكُ لِيَقْرَأَ قَائِمًا فَإِنْ قَرَأَ فِي نُهُوْضِهِ لَمْ يُعْتَدَّ بِهِ وَإِنْ خَفَّ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ قَامَ لِيَرْكَعَ مِنْهُ أَوْ فِي الرُّكُوْعِ قَبْلَ الطُّمَأْنِيْنَةِ ارْتَفَعَ رَاكِعًا فَإِنِ انْتَصَبَ بَطَلَتْ أَوْ بَعْدَهَا اعْتَدَلَ قَائِمًا ثُمَّ يَسْجُدُ أَوْ فِي اعْتِدَالِهِ قَبْلَ الطُّمَأْنِيْنَةِ قَامَ لِيَعْتَدِلَ أَوْ بَعْدَهَا سَجَدَ وَلاَ يَقُوْمُ اگر کوئی شخص گونگا ہو جائے) اور سورۂ فاتحہ پڑھنے سے عاجز ہو جائے (تو اپنے دل میں پڑھے لیکن جب تک سمجھ بوجھ باقی ہے نماز ساقط نہ ہوگی) اس لئے کہ اس صورت میں اس پر اصلِ تکلیف باقی ہے، یہ مسائل نماز سے قبل عاجز ہونے سے متعلق ہیں اب مصنفؒ آگے دوران نماز عاجز ہونے سے متعلق مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(اور اگر کوئی دوران نماز) یعنی سورۂ فاتحہ پڑھنے کے دوران قیام سے (عاجز ہو تو بیٹھ جائے لیکن) اس صورت میں اس پر (فاتحہ) پڑھنے (میں استمرار) یعنی بیٹھتے بیٹھتے سورۂ فاتحہ کی تلاوت جاری رکھنا (واجب ہے، دوران نماز قیام سے عاجز ہو کر بیٹھنے کی صورت میں اگر) بیماری وغیرہ سے (افاقہ ہو تو کھڑا ہو جائے) واجب ہے اس لئے کہ بیٹھنے کا عذر ختم ہوا (لیکن اگر) بیٹھنے کی صورت میں (فاتحہ پڑھنے کے دوران) افاقہ (ہو تو) کھڑا ہوتے ہوئے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے (رکنا واجب ہے تاکہ قیام کی حالت میں) بقیہ فاتحہ (پڑھے اگر) قیام کے لئے (اٹھنے کی حالت میں) سورۂ فاتحہ میں سے کچھ (پڑھے تو اس) پڑھنے (کا اعتبار نہ ہوگا) اس لئے کہ جو پڑھا گیا وہ غیر محل میں واقع ہوا (اور اگر فاتحہ کے بعد افاقہ ہو تو کھڑا ہو

جائے تا کہ قیام) کی حالت (سے رکوع کرے، اگر طمانینت سے پہلے رکوع کی حالت میں) افاقہ (ہو تو اس رکوع کی جھکی ہوئی حالت میں ہی رکوع کی حد تک اٹھ جائے) سیدھا کھڑا نہ ہو (اگر) عامداًاور عالماً یعنی اس طرح کرنا حرام ہے اس حرمت کو جانتے ہوئے (سیدھا کھڑا ہو جائے) اور پھر رکوع کرے (تو نماز باطل ہو گی) اس لئے کہ اس نے عامداًاور عالماً قیام کو زیادہ کیا (اور اگر) رکوع میں (طمانینت کے بعد) افاقہ (ہو تو) رکوع سے (اعتدال میں کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کرے، اگر طمانینت سے پہلے اعتدال میں) افاقہ (ہو تو کھڑا ہو جائے تا کہ اعتدال) اور اس میں طمانینت (حاصل ہو اور اگر طمانینت کے بعد) اعتدال میں افاقہ (ہو تو سجدہ کرے کھڑا نہ ہو) اس لئے کہ اعتدال مکمل ہو چکا اگر کھڑا رہے تو [اعتدال قصیر رکن ہونے کے باوجود طویل ہو گا لہذا] نماز باطل ہو گی ہاں لیکن اس صورت میں قنوت سنت ہو تو اس کو پڑھنے کے لئے کھڑا رہ سکتا ہے [کوئی حرج نہیں]۔

و اللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلاَةِ الْمُسَافِرِ)

(مسافر کی نماز کا بیان)

سفر کی تعریف

مخصوص مسافت قطع کرنے کو سفر کہتے ہیں، اس کی جمع ہے: اسفار (حا شية الجمل على شرح المنهج ص۵۸۷ج۱)

سفر کو سفر کہنے کی وجہ

یہ ہے کہ یہ لوگوں کے اخلاق کو واضح اور ظاہر کر دیتا ہے، یعنی سفر میں خوش اخلاق کی خوش اخلاقی اور بد اخلاق کی بد اخلاقی ظاہر ہو جاتی ہے (ایضا، دلیل الفالحین ص۴۴۵ج۳)

نماز مسافر کی مشروعیت

نماز مسافر ۴ھ میں مشروع ہوئی (ایضا)

قصر اور جمع ہر ایک کی شرطیں ہیں لیکن مصنفؒ سب سے پہلے قصر کی شرطوں کو بیان فرمارہے ہیں:

(إِذَا سَافَرَ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ سَفَرًا يَبْلُغُ مَسِيرَتُهُ ذَهَابًا ثَمَانِيَةً وَأَرْبَعِينَ مِيلاً بِالْهَاشِمِيِّ وَهُوَ يَوْمَانِ بِلَيَالِيهِمَا بِسَيْرِ الْأَثْقَالِ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ إِذَا كَانَتْ مُؤَدَّاةً أَوْ فَائِتَةً فِي السَّفَرِ فَقَضَاهَا فِي السَّفَرِ فَإِنْ فَاتَتْهُ فِي الْحَضَرِ فَقَضَاهَا فِي السَّفَرِ أَوْ عَكْسُهُ أَتَمَّ وَفِي الْبَحْرِ تُعْتَبَرُ هَذِهِ الْمَسَافَةُ كَمَا فِي الْبَرِّ فَلَوْ قَطَعَهَا فِي لَحْظَةٍ قَصَرَ وَلَوْ قَصَدَ بَلَدًا لَهُ طَرِيقَانِ أَحَدُهُمَا دُونَ مَسَافَةِ الْقَصْرِ فَسَلَكَ الْأَبْعَدَ لِغَرَضٍ كَأَمْنٍ وَسُهُولَةٍ وَنُزْهَةٍ قَصَرَ وَإِنْ قَصَدَ مُجَرَّدَ الْقَصْرِ أَتَمَّ، جبکہ سفر غیر معصیت) یعنی مباح (چیز کے لئے ہو) اس لئے کہ سفر معصیت میں قصر مباح نہیں ہے کیونکہ سفر سبب رخصت ہے جو معاصی پر مرتب نہیں ہوتا (سفر کے) صرف (جانے کی مسافت ھاشمی اعتبار سے ۴۸ میل کی مقدار کو پہنچتی ہو اور وہ) یعنی ھاشمی اعتبار سے ۴۸ میل کی

مقدار (۲ دن رات بوجھ لاد کر چلنا ہے) مطلب یہ ہے کہ مسافر جانور پر بوجھ لاد کر ۲ دن رات میں مسافت کی جتنی مقدار طے کر سکتا ہے وہ ۴۸ میل کی مقدار کے برابر ہے، لیکن یہ زمانۂ ماضی کے اعتبار سے ہے، موجودہ وقت کے اعتبار سے یہ مقدار ہے: **والمیل علی ما صححه ابن عبد البر: ثلاثة آلاف وخمسمائة ذراع والذراع ثمانية و أربعون سنتمترا و على هذا تكون مسافة القصر (۸۰) كيلو مترا وستمائة و أربعين مترا** (تحقيق على عمدة ص۱۱۲) میل کی مقدار ابن عبد البر کی تصحیح کے مطابق ۳۵۰۰ ذراع ہے اور ذراع کی مقدار ۴۸ سینٹی میٹر ہے، اس حساب سے مسافت قصر کی مقدار ۸۰ کلو میٹر اور ۶۴۰ میٹر ہے (تو مسافر کے لئے جائز ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی ۲/۲ رکعت پڑھے جبکہ یہ نمازیں اداء ہوں) یعنی ان کی ادائیگی کے وقت میں اداء کرے،

قصر: کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے (الفقه على المذاهب الاربعه ص ٤٧٢ ج۲)

(یا سفر میں فوت ہو اور سفر ہی میں اس کی قضاء کر رہا ہو) تو اس صورت میں بھی قصر جائز ہے وجود سبب کی بناء پر اور وہ ہے سفر میں فوت ہونا (لیکن اگر حضر کی فوت شدہ ہو اور سفر میں اس کی قضاء کر رہا ہو یا اس کے برعکس ہو) یعنی سفر کی فوت شدہ ہو اور حضر میں قضاء کر رہا ہو (تو) ان دونوں صورتوں میں (اتمام کرے گا) قصر جائز نہیں، پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ حضر میں اس کے ذمہ تکمیل ثابت ہے لہذا بوقت سفر اس میں قصر جائز نہ ہو گا اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ اس میں سبب رخصت نہیں پایا گیا کیونکہ اقامت کی وجہ سے سبب رخصت منقطع ہوا (اور سمندری سفر میں) بھی (اسی) مذکورہ (مسافت کا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ خشکی سفر میں) اس کا اعتبار کیا گیا ہے (اگرچہ) بحری یا بری (مسافت کو ایک سیکنڈ میں طے کرے) تب بھی (قصر جائز ہے) اس لئے کہ قصر کی شرط ۴۸ میل کی مسافت پائی گئی،

سفر طویل یعنی ۴۸ میل کا سفر ہوا یا نہیں شک ہو تو اجتھاد کرے اگر اجتھاد [یعنی آثار و قرائن] سے سفر طویل ہونا ظاہر ہو جائے تو قصر کی اجازت ہو گی ورنہ نہ ہو گی (اور اگر مسافر ایسے شہر) کے سفر (کا قصد کرے جس) شہر تک پہنچنے (کے لئے ۲ راستے ہوں ان میں سے ایک) راستہ کی مقدار (مسافت قصر سے کم ہو) اور دوسرے راستہ کی مقدار طویل ہو یعنی مسافت قصر کی مقدار کے برابر یا اس سے زائد ہو (لیکن مسافر) [دینی یا] دنیوی صحیح (غرض کی بناء پر طویل راستہ سے سفر کرے جیسے) اس راستہ میں (امن، سہولت اور تفریح ہو تو) اس راستہ سے سفر کرنے کی بناء پر (قصر جائز ہے) شارحؒ فرماتے ہیں: نزھۃ [تفریح] سفر کے اغراض صیحہ میں سے نہیں ہے [لیکن پھر بھی قصر جائز ہے] وان کانت النزھۃ لیست من الأغراض الصحیحۃ لأصل السفر (انوار المسالک ص۷۹)

اعتراض اور جواب

اعتراض: جب نزھۃ اغراض صحیحۃ میں سے نہیں ہے تو پھر قصر کی اجازت کیوں دی گئی؟

جواب: نزھۃ کا اغراض صحیحۃ میں سے نہ ہونا اجازت قصر کے لئے مانع نہیں ہے (لیکن اگر) طویل راستہ سے سفر کرنے کا (مقصد صرف قصر ہو تو) اس پر (اتمام) واجب (ہے) قصر کی اجازت نہیں، وان سلکہ لمجرد القصر أو لم یقصد شیئا کما فی المجموع فلا قصر لأنہ طول الطریق علی نفسہ من غیر غرض (اقناع ص ۱/۱۵۹) اور اگر طویل راستہ کا سفر صرف قصر کے قصد سے کرے یا کچھ قصد ہی نہ کرے جیسا کہ مجموع میں ہے تو قصر کی اجازت نہ ہو گی اس لئے کہ اس نے غرض کے بغیر اپنی ذات پر راستہ کو طویل کیا

(وَلاَبُدَّ مِنْ مَقْصِدٍ مَعْلُوْمٍ فَلَوْ طَلَبَ آبِقًا لاَیَعْرِفُ مَوْضِعَهُ أَوْ سَافَرَ عَبْدٌ وَامْرَأَةٌ وَجُنْدِیٌّ مَعَ سَیِّدٍ وَزَوْجٍ وَأَمِیْرٍ وَلَمْ یَعْرِفُوْا الْمَقْصِدَ لَمْ یَقْصُرُوْا وَاِنْ عَرَفُوْهُ قَصَرُوْا بِشَرْطِهِ وَالْعَاصِیْ بِسَفَرِهِ کَآبِقٍ وَنَاشِزَةٍ یُتِمُّ ثُمَّ اِنْ کَانَ لِلْبَلَدِ سُوْرٌ قَصَرَ بِمُجَرَّدِ مُجَاوَزَتِهِ سَوَاءٌ کَانَ خَارِجَهُ عِمَارَةٌ أَمْ لاَ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ لَهُ سُوْرٌ فَبِمُجَاوَزَةِ الْعُمْرَانِ کُلِّهِ وَلاَ یُشْتَرَطُ

مُجَاوَزَۃُ الْمَزَارِعِ وَالْبَسَاتِیْنِ وَالْمَقَابِرِ وَالْمُقِیْمُ فِی الصَّحْرَاءِ یَقْصُرُ بِمُفَارَقَۃِ خِیَامِ قَوْمِہٖ ثُمَّ اِذَا انْتَھَی السَّفَرُ أَتَمَّ وَیَنْتَھِی بِوُصُوْلِہٖ اِلٰی وَطَنِہٖ أَوْ بِنِیَّۃِ اِقَامَۃِ أَرْبَعَۃِ أَیَّامٍ غَیْرَ یَوْمَیِ الدُّخُوْلِ وَالْخُرُوْجِ أَوْ بِنَفْسِ الْاِقَامَۃِ وَاِنْ لَمْ یَنْوِھَا فَمَتٰی أَقَامَ أَرْبَعَۃَ أَیَّامٍ غَیْرَ یَوْمَیِ الدُّخُوْلِ وَالْخُرُوْجِ أَتَمَّ أَللّٰھُمَّ اِلاَّ أَنْ یُقِیْمَ لِحَاجَۃٍ یَتَوَقَّعُ نَجَازَھَا وَیَنْوِی الْاِرْتِحَالَ اِذَا انْقَضَتْ فَاِنَّہٗ یَقْصُرُ اِلٰی ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ یَوْمًا فَاِنْ تَأَخَّرَتْ عَنْھَا أَتَمَّ وَسَوَاءٌ الْجِھَادُ وَغَیْرُہٗ وَلَوْ وَصَلَ مَقْصِدَہٗ فَاِنْ نَوَی الْاِقَامَۃَ الْمُؤَثِّرَۃَ أَتَمَّ وَاِلاَّ قَصَرَ اِلٰی أَرْبَعَۃِ أَیَّامٍ أَوْ ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ اِنْ تَوَقَّعَ حَاجَتَہٗ کُلَّ وَقْتٍ اور ضروری ہے کہ منزل مقصود معلوم ہو اگر مالک بھاگے ہوئے غلام کو تلاش کرے لیکن اسے غلام کے محل فرار کا علم نہ ہو) یعنی کس جگہ بھاگا ہے علم نہ ہو (یا غلام آقا کے ساتھ، زوجہ شوہر کے اور سپاہی گورنر کے ساتھ سفر کرے اور ان کو منزل مقصود معلوم نہ ہو تو قصر نہ کریں) جائز نہیں ہے، اس لئے کہ منزل مقصود کا معلوم ہونا جو شرط ہے وہ شرط فوت ہوئی (اور اگر معلوم ہو تو قصر کریں قصر کی شرط کے ساتھ) قصر کی شرط یعنی مسافت ۴۸ میل ہو تو غلام وغیرہ کو منزل مقصود معلوم ہونے کی صورت میں قصر کی اجازت ہوگی (سفر معصیت کی وجہ سے مسافر عاصی جیسے بھاگا ہوا غلام اور نافرمانی کرکے جانے والی بیوی) یہ مسافر عاصی ہے لہذا (اتمام کرے گا) اس لئے کہ سفر سبب رخصت ہے جو معاصی پر مرتب نہیں ہوتا، مطلب یہ ہے کہ غلام کا آقا سے اور بیوی کا شوہر کو چھوڑ کر بھاگ جانا معصیت کا سفر ہے لہذا ان عاصیِ مسافر کے لئے قصر جائز نہیں (پھر اگر شہر کے لئے شہر پناہ ہو) جیسے دیوار (تو صرف اسے پار کرنے سے مسافر کے لئے قصر جائز ہوگا چاہے شہر پناہ سے خارج حصہ میں مکانات ہوں یا نہ ہوں اور اگر شہر پناہ نہ ہو) یا ہو لیکن مسافر جس طرف سے سفر کر رہا ہو اس طرف نہ ہو (تو مکمل آبادی کو پار کرنے سے) قصر جائز ہوگا (کھیتیاں، باغات اور قبرستان کو پار کرنا شرط نہیں) اس لئے کہ کھیتیاں اور باغات حد شہر کے طور پر نہیں بنائے جاتے اور قبرستان "اسم عمران" [یعنی آبادی کے نام] سے خارج

ہو تا ہے (جنگل میں رہنے والا اپنے ساتھیوں کے خیموں کو پار کرنے سے قصر کرے گا) مطلب یہ ہیکہ جنگل میں رہنے والے کے سفر کی ابتداء تمام خیموں کو پار کرنے سے ہوتی ہے لہذا اس وقت سے قصر جائز ہو جاتا ہے، اگر خیموں کے بازو میں کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو، بچوں کے کھیلنے اور اونٹ باندھنے کی جگہ ہو تو ان کو بھی پار کرنا ضروری ہے اس لئے کہ ان کا موضع اقامت میں شمار ہو تا ہے (پھر جب مسافر کا سفر ختم ہو تو اتمام کرے گا) مطلب یہ ہیکہ سفر ختم ہونے کی مختلف صورتیں ہیں: ان میں سے ایک وطن کی طرف لوٹنا، اور دوسری صورت: وطن کے علاوہ کسی اور جگہ کا سفر ہو اور مسافر وہاں مطلق یا مکمل ۴ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس جگہ پہنچنے سے بھی سفر ختم ہو گا لہذا اتمام کرے گا،

آگے مصنف رح اسی کو بیان فرمارہے ہیں: (اور) مسافر کا سفر (اپنے وطن کی مشروطہ حد میں پہنچنے سے) بھی (ختم ہو گا) اگرچہ اقامت کی نیت نہ کرے لہذا اتمام کرے گا، مشروطہ حد سے مراد وہ ہے جسے مسافر کے لئے ابتداء سفر میں پار کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے (یا داخل ہونے کے دن اور نکلنے کے دن کے علاوہ ۴ دن) یا مطلق (ٹھہرنے کی نیت سے) سفر ختم ہو گا، اگر دوران سفر کسی شہر میں ٹھہرنے کی نیت کرے تو بھی سفر ختم ہو گا (یا فی نفسہ ٹھہرنے سے) سفر ختم ہو گا (اگرچہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے) یعنی مثلا ایک آدمی دہلی جارہا تھا اور بمبئی میں رک گیا حالانکہ رکنے کی نیت نہیں کی اور ۴ دن رک گیا دخول و خروج کے دنوں کے علاوہ تو اتمام کرے گا (لہذا جب ٹھہرنے کی نیت کے بغیر) یعنی فی نفسہ ٹھہرنے کی صورت میں (دخول و خروج کے ۲ دنوں کے علاوہ ۴ دن ٹھہرے تو اتمام واجب ہو گا) [اس لئے کہ اب اتمام کی صورت پائی گئی] (مگر حاجت کی بناء پر کام کی امید میں ٹھہرے رہا اور نیت ہو کہ جب حاجت پوری ہو گی تو کوچ کروں گا تو اس طرح آجکل میں ۱۸ دن قصر کر سکتا ہے اگر ۱۸ دن سے زائد ہو تو اتمام کرے گا چاہے جہاد وغیرہ ہو) کوئی فرق نہیں (اور اگر

مسافر اپنے منزل مقصود پر پہنچے اور اقامت مؤثرہ) یعنی دخول وخروج کے ۲ دن کے علاوہ ۴ دن ٹھہرنے (کی نیت کرے تو اتمام کرے ورنہ ۴ دن تک قصر کرے یا ۱۸ دن) قصر کرے (اگر ہر وقت اپنی حاجت پوری ہونے کی امید ہو تو) آگے مصنفؒ بقیہ شروط قصر کو بیان فرما رہے ہیں: (وَشُرُوْطُ الْقَصْرِ وُقُوْعُ الصَّلاۃِ کُلِّهَا فِی السَّفَرِ وَنِیَّۃَ الْقَصْرِ فِی الْإِحْرَامِ وَاَنْ لَا یَقْتَدِیَ بِمُتِمٍّ فِی جُزْءٍ مِنَ الصَّلاۃِ فَلَوْ نَوَی الْإِقَامَۃَ فِی الصَّلاۃِ أَوْ شَکَّ هَلْ نَوَی الْقَصْرَ أَمْ لَا ثُمَّ ذَکَرَ قَرِیْباً أَنَّهُ نَوَاهُ أَوْ تَرَدَّدَ هَلْ یُتِمُّ أَمْ لَا أَوْ هَلْ اِمَامُهُ مُقِیمٌ أَمْ لَا أَتَمَّ اور قصر کی شرطیں یہ ہیں کہ پوری نماز سفر میں واقع ہو) اگر بعض نماز سفر میں اور بعض حضر میں واقع ہو تو قصر جائز نہیں، اتمام ضروری ہے اس لئے کہ مذکورہ شرط فوت ہوئی (تکبیر تحریمہ کے وقت قصر کی نیت ہو) اگر تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کرے تو اتمام واجب ہوگا اس لئے کہ اس کی نیت اتمام پر منعقد شمار ہوگی کیونکہ یہ اصل ہے (اور نماز کے کسی بھی حصہ میں اتمام کرنے والے کی اقتداء نہ کرے) اس لئے کہ قصر اور اتمام کے جمع ہونے کی صورت میں غلبہ اتمام کو ہوتا ہے کیونکہ یہ اصل ہے،

اب آگے مصنفؒ ان شرطوں میں سے پہلی شرط کی بنیاد پر جزئی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں: (اگر مسافر نماز میں اقامت کی نیت کرے) اب آگے دوسری شرط کی بنیاد پر جزئی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں: (یا) مسافر کو (شک ہو) نماز میں داخل ہونے کے بعد (کہ کیا قصر کی نیت کی یا نہیں پھر کم وقت میں یاد آجائے کہ قصر کی نیت کی یا تردد ہو) نیت میں (کہ کیا اتمام کرے گا یا نہیں) یعنی اتمام کی نیت کی یا نہیں (یا یہ تردد ہو کہ کیا اس کا امام مقیم ہے یا نہیں تو) ان تمام صورتوں میں (اتمام کرے) واجب ہے اس لئے کہ قصر رخصت ہے اور رخصت پر شک اور تردد کی صورت میں عمل نہیں ہوتا بلکہ یقین کی صورت میں ہوتا ہے،

اور پہلی صورت میں اقامت کی نیت سے وہ مقیم ہو الہذا قصر کے بہ نسبت اتمام کو غلبہ ہوا کیو نکہ قصر کو شرطوں کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے لہذا جب ان میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو تو اس کو اصل کی طرف لوٹائیں گے اور وہ ہے اتمام،

(وَلَوْ جَهِلَ نِيَّةَ اِمَامِهِ فَنَوَى اِنْ قَصَرَ قَصَرْتُ وَاِنْ أَتَمَّ أَتْمَمْتُ صَحَّ فَاِنْ قَصَرَ قَصَرَ وَاِنْ أَتَمَّ أَتَمَّ اور اگر مسافر اپنے) اس (امام کی نیت سے) جس کے لئے قصر جائز ہے (ناواقف ہو اس لئے اس طرح نیت کرے کہ اگر امام قصر کرے تو میں قصر کروں گا اور اگر وہ اتمام کرے تو میں اتمام کروں گا) اسطرح مسافر کا نیت کرنا (صحیح ہے لہذا اگر امام قصر کرے تو مقتدی قصر کرے اور اگر وہ اتمام کرے تو مقتدی اتمام کرے) اس طرح معلق کرنا نقصان دہ نہیں ہے اس لئے کہ قرینۂ سفر کی وجہ سے امام کے حال سے قصر ہی ظاہر ہے،

مصنفؒ قصر کے احکام سے فارغ ہوئے اب آگے جمع بین الصلوتین کے احکام بیان فرمارہے ہیں:

(وَ يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي وَقْتِ أَحَدِهِمَا وَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ كَذٰلِكَ فِي كُلِّ سَفَرٍ تُقْصَرُ الصَّلَاةُ فِيهِ فَاِنْ كَانَ نَازِلاً فِي وَقْتِ الْأُوْلَى فَالتَّقْدِيْمُ أَفْضَلُ وَاِنْ كَانَ سَائِرًا فَالتَّأْخِيْرُ أَفْضَلُ وَاِذَا جَمَعَ تَقْدِيْمًا فَشَرْطُهُ دَوَامُ السَّفَرِ وَتَقْدِيْمُ الْأُوْلَى وَنِيَّةُ الْجَمْعِ قَبْلَ فَرَاغِ الْأُوْلَى اِمَّا فِي الْاِحْرَامِ أَوْ فِي أَثْنَائِهَا وَأَنْ لَا يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا فَاِنْ فَرَّقَ يَسِيْرًا لَمْ يَضُرَّ فَيُغْتَفَرُ لِلْمُتَيَمِّمِ طَلَب خَفِيْف فَاِنْ قَدَّمَ الثَّانِيَةَ فَبَاطِلَةٌ وَاِنْ أَقَامَ قَبْلَ شُرُوْعِهِ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ لَمْ يَنْوِ الْجَمْعَ فِي الْأُوْلَى أَوْ فَرَّقَ كَثِيْرًا وَجَبَ تَأْخِيْرُ الثَّانِيَةِ اِلَى وَقْتِهَا وَاِنْ أَقَامَ بَعْدَ فَرَاغِهِمَا مَضَتَا عَلَى الصِّحَّةِ اور) مسافر کے لئے (جائز ہے ظہر اور عصر کے درمیان جمع کرنا ان دونوں میں سے ایک) نماز (کے وقت میں) یعنی ظہر کے وقت میں عصر کو اس کے وقت سے مقدم کر کے جمع کرے اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں، یا عصر کے وقت میں ظہر کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے جمع کرے اس کو جمع تاخیر کہتے ہیں (اور اسی طرح) یعنی جمع تقدیم اور تاخیر کے اعتبار سے جائز ہے (مغرب اور عشاء کے درمیان) جمع کرنا (ہر اس سفر میں جس میں نماز کو قصر کیا جاتا ہے، اگر مسافر اول وقت میں رکا ہوا ہو

توجمع تقدیم افضل ہے اور اگر سفر) اول وقت میں (جاری ہو تو جمع تاخیر افضل ہے) روایت شیخین کی بنا پر،

نماز فجر کو کسی دوسری نماز کے ساتھ اور عصر کو مغرب کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں، اگر جمع بین الصلوتین کو چھوڑ دے تو افضل ہے مگر حاجی اس سے مستثنی ہے لہذا وہ عرفہ اور مزدلفہ میں جمع کرے گا،

(اور جب مسافر جمع تقدیم کرے تو اس کی شرطیں ہیں): (۱) (سفر) دوسری نماز کی تکبیر تحریمہ تک (باقی ہو) (۲) (پہلی نماز کو مقدم کرے) (۳) (جمع کی نیت کرے پہلی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے یا تو) وہ نیت پہلی نماز کی (تکبیر تحریمہ کے وقت) واقع ہو (یا دوران نماز) واقع ہو، مطلب یہ ہے کہ پہلی نماز کی تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام پھیرنے تک کسی بھی وقت نیت کرے (اور) (۴) (یہ کہ پہلی اور دوسری نماز کے درمیان) زیادہ (فاصلہ نہ ہو) اسلئے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جب جمع تقدیم کی تو دونوں نمازوں کو پے درپے اداء کیا، ان کے درمیان کی سنتیں ترک کر دی لیکن ان کے درمیان اقامت کہی، اس صورت میں مطلق نفل حرام ہو گی اگرچہ عصر کا اول وقت شروع نہ ہوا ہو، عشاء کو جمع تقدیم کرنے کی صورت میں عشاء کا اصل وقت شروع ہونے سے پہلے اظہر قول کے مطابق تراویح پڑھنا جائز ہے اور اسی طرح وتر بھی جائز ہے (قلائد الخرائد ص۱۵۷ ج ۱) لیکن اس صورت میں سمر (رات کی گفتگو) مکروہ نہیں ہے، **وهل يكره السمر؟ اقتضى كراهته كلام بعضهم قال زكريا: والمتجه عدمها أي لأنه ليس وقت النوم عادة** (ایضا) کیا سمر مکروہ ہے؟ بعض فقہاء کے کلام کا مقتضی یہ ہیکہ مکروہ ہے، زکریاؒ فرماتے ہیں:

متجہ عدم کراہت ہے اس لئے کہ عادۃ یہ سونے کا وقت نہیں ہے،

(اگر تھوڑا فاصلہ ہو تو نقصان دہ نہ ہو گا) زیادہ اور کم فاصلہ کا دار و مدار عرف پر ہے (لہذا متیمم کے لئے طلب خفیف) یعنی پانی کی تلاش میں تھوڑے فاصلہ (کو) اور اسی طرح تیمم کو (در گزر کیا گیا ہے) اس لئے کہ یہ خفیف ہے اور شرط ۲ نمازوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہونا ہے (اگر مسافر نے دوسری نماز کو مقدم کیا تو باطل ہو گی) چونکہ پہلی نماز کو مقدم کرنا جو شرط ہے وہ فوت ہوئی، لہذا اگر جمع کا ارادہ ہو تو پہلی نماز کے بعد دوسری کا اعادہ واجب ہو گا (اور اگر دوسری نماز کو شروع کرنے سے پہلے مقیم ہوا) ایک یہ صورت (یا پہلی نماز) کی تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام پھیرنے تک (کے) درمیان کسی بھی (وقت جمع کی نیت نہ کی) یہ دوسری صورت (یا) ۲ نمازوں کے درمیان (فاصلہ زیادہ ہوا) یہ تیسری صورت (تو دوسری نماز کو اس کے) یعنی دوسری نماز کے (وقت تک مؤخر کرنا واجب ہے) مطلب یہ ہیکہ دوسری نماز کو اس کے وقت میں اداء کرے، پہلی کے ساتھ جمع نہ کرے اس لئے کہ تینوں صورتوں میں اوپر ذکر کی ہوئی جمع تقدیم کی چار شرطوں میں سے ۳ شرطیں فوت ہوئیں: پہلی صورت میں ان ۴ شرطوں میں سے پہلی شرط فوت ہوئی، دوسری صورت میں: تیسری شرط فوت ہوئی اور تیسری صورت میں چوتھی شرط فوت ہوئی،

(اور اگر) جمع تقدیم کے مطابق (دونوں نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسافر مقیم ہو گیا تو دونوں نمازیں صحیح ہوں گی) اس لئے کہ شرط اول دوام سفر پائی گئی،

(وَاِذَا جَمَعَ تَأْخِيرًا لَمْ يَلْزَمْهُ اِلاَّ أَنْ يَنْوِيَ قَبْلَ خُرُوجِ وَقْتِ الْأُولَى بِقَدْرِ مَا يَسَعُ فِعْلَهَا أَنَّهُ يُؤَخِّرُ لِيَجْمَعَ فَلَوْ لَمْ يَنْوِهِ أَثِمَ وَكَانَتْ قَضَاءً وَيُنْدَبُ التَّرْتِيبُ وَالْمُوَالاَةُ وَنِيَّةُ الْجَمْعِ فِي الْأُولَى اور جب جمع تاخیر کرے تو) اس صورت میں (مسافر پر کوئی چیز لازم نہیں مگر) ایک چیز وہ (یہ کہ پہلی نماز کا وقت نکلنے سے پہلے اتنی مقدار سے پہلے) جمع تاخیر کی (نیت کرے کہ اس مقدار میں وہ پہلی نماز اداء کر سکے تو مسافر اس نماز کو مؤخر کر سکتا ہے تا کہ جمع تاخیر کرے) اس کی ایک اور شرط یہ ہے کہ دونوں نمازیں مکمل ہونے تک سفر

باقی ہو (اگر تاخیر کی نیت نہ کرے تو گنہگار ہو گا اور) پہلی (نماز) بغیر جمع کے وقت سے نکل جانے کی بنا پر (قضاء شمار ہو گی اور) جمع تاخیر میں ۲ نمازوں کے درمیان (ترتیب، موالاۃ اور پہلی نماز کے وقت جمع کی نیت مستحب ہے) لیکن یہ مستحبات جمع تقدیم میں شرط ہیں،

جمع تاخیر کی نیت اس طرح کرے: میں عصر کی فرض نماز پڑھتا ہوں ظہر کی فرض نماز کے ساتھ ملا کر، یہ نیت اس صورت میں ہے جبکہ عصر پہلے پڑھنا ہو اور اگر پہلے ظہر پڑھنا ہو تو اس طرح نیت کرے: ظہر کی فرض نماز پڑھتا ہوں عصر کی فرض نماز کے ساتھ ملا کر،

جمع تقدیم کی نیت اس طرح کرے: میں ظہر کی فرض نماز پڑھتا ہوں عصر کی فرض نماز کے ساتھ ملا کر، مصنفؒ سفر کی وجہ سے جمع کے احکام سے فارغ ہوئے اب بارش کی وجہ سے جمع کے احکام کو بیان فرما رہے ہیں: (وَ يَجُوْزُ لِلْمُقِيْمِ الْجَمْعُ تَقْدِيْمًا لِمَطَرٍ يَبُلُّ الثَّوْ ب بِشَرْ طِ أَنْ يَقْصِدَ جَمَاعَةً فِي مَسْجِدٍ بَعِيْدٍ وَأَنْ يُوْ جَدَ الْمَطَرُ عِنْدَ افْتِتَا حِ الْأُوْلَى وَ الْفَرَا غِ مِنْهَا وَ افْتِتَا حِ الثَّانِيَةِ وَ يُشْتَرَ طُ مَعَ ذَلِكَ مَا تَقَدَّمَ فِي جَمْعِ السَّفَرِ تَقْدِيْمًا فَإِنِ انْقَطَعَ بَعْدَهُمَا أَوْ فِي أَثْنَاءِ الثَّانِيَةِ مَضَتَا عَلَى الصِّحَّةِ اور مقیم کے لئے) صرف (جمع تقدیم ایسے بارش کی وجہ سے جائز ہے جس سے کپڑے تر ہوں) آپ ﷺ نے مدینہ میں بارش کی وجہ سے ظہر اور عصر کو، مغرب اور عشاء کو جمع کیا، کپڑے تر ہونے کی شرط کے علاوہ مزید شرطیں یہ ہیں: (بشرطیکہ دور سے مسجد میں آکر باجماعت نماز کا ارادہ ہو) اگر تنہاء نماز پڑھنے کا ارادہ ہو یا یہ کہ اپنے گھر میں اکیلا یا باجماعت نماز کا ارادہ ہو یا مسجد گھر سے قریب ہو تو ان تمام صورتوں میں بارش کی وجہ سے جمع تقدیم جائز نہیں،

مصنفؒ نے جو لفظِ "مسجد" ذکر فرمایا ہے اس سے مراد: باجماعت نماز پڑھنے کی جگہ چاہے مسجد یا اس کے علاوہ ہو، دور اور قریب کا مدار عرف پر ہو گا (عر ف کی تعریف جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں)

بارش کی وجہ سے: جمعہ اور عصر میں جمع تقدیم جائز ہے، دونوں خطبوں کے وقت بارش کا ہونا ضروری نہیں ہے(کفا یۃ الا خیار ص۲۰۷)

(اور یہ) شرط ہے (کہ پہلی نماز کے شروع میں، اس سے فراغت کے وقت اور دوسری نماز کے شروع میں بارش پائی جائے اور ان مذکورہ شرطوں کے ساتھ سفر کی وجہ سے جمع تقدیم کی جو گزری ہوئی شرطیں ہیں وہ بھی شرط قرار دی گئی ہیں) آگے مصنفؒ اس رخصت کے سبب یعنی بارش کے بارے میں تفصیل بیان فرمارہے ہیں: (اگر بارش دونوں نمازوں کے بعد یا دوسری نماز کے دوران رک جائے تو دونوں نمازیں صحیح ہوں گی) اس لئے کہ مذکورہ شرط پائی گئی، (وَ لاَیَجُوْزُ الْجَمْعُ بِالْمَطَرِ تَأْخِیْرًا اور بارش کی وجہ سے جمع تاخیر جائز نہیں ہے) اس لئے کہ جمع سے پہلے بارش کا رک جانا ممکن ہے، **لا یجوز الجمع با لمطر فی وقت الثانیۃ وھو کذلک علی الأظھر**(کفا یۃ ص۲۰۷) بارش کی وجہ سے دوسرے وقت میں جمع [یعنی جمع تاخیر] جائز نہیں ہے اور اظہر قول کے مطابق یہ ہی حکم ہے،

(تنبیہ)

جب عصر کو ظہر کے ساتھ جمع کرے تو سب سے پہلے ظہر کی اگلی سنت مؤکدہ وغیرہ پڑھے پھر ظہر اور عصر دونوں فرض پڑھے تاکہ دونوں نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو، پھر ظہر کے بعد کی سنت پڑھے (اور پھر عصر کی، تمام سنتوں کو دونوں فرض کے بعد بھی پڑھنا جائز ہے)(قلا ئد الخرا ئدص۱۵۸ج۱) اور عشاء کو مغرب کے ساتھ جمع کرے تو پہلے دونوں فرض پڑھے پھر مغرب کی پچھلی سنت، پھر عشاء کی اگلی اور پچھلی سنت اور پھر وتر پڑھے،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلاۃِ الْخَوْفِ)

(خوف کی نماز کا بیان)

خوف کی تعریف

لغت میں: امن کی ضد کو خوف کہتے ہیں(نہایۃ ص۳۵۷ ج۲)

اللہ تعالی نے فرمایا: وَاِذَا کُنْتَ فِیْہِمْ فَاَقَمْتَ لَھُمُ الصَّلٰوۃَ فَلْتَقُمْ طَائِفَۃٌ مِّنْھُمْ مَّعَکَ وَلْیَأْخُذُوْا اَسْلِحَتَھُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِکُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَۃٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَکَ وَلْیَأْخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ(سورۂ نسائي۱۰۲) اور جب آپ ﷺ ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو یوں چاہیئے کہ ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاویں اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جاویں اور دوسرا گروہ جنھوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی آجاوے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیں اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں،(ترجمۂ قرآن)

دشمن جہت قبلہ کے علاوہ میں ہوں تو یہ مسائل ہیں

(اِذَا کَانَ الْقِتَالُ مُبَاحًا وَالْعَدُوُّ فِیْ غَیْرِ جِھَۃِ الْقِبْلَۃِ فَرَّقَ الْاِمَامُ النَّاسَ فِرْقَتَیْنِ فِرْقَۃً فِی وَجْہِ الْعَدُوِّ وَیُصَلِّیْ بِفِرْقَۃٍ رَکْعَۃً فَاِذَا قَامَ اِلَی الثَّانِیَۃِ نَوَوْا مُفَارَقَتَہٗ وَاَتَمُّوْا مُنْفَرِدِیْنَ وَذَھَبُوْا اِلٰی وَجْہِ الْعَدُوِّ وَجَاءَ اُولٰئِکَ اِلَی الْاِمَامِ وَھُوَ قَائِمٌ یَقْرَأُ فَیُحْرِمُوْنَ وَیَمْکُثُ لَھُمْ بِقَدْرِ الْفَاتِحَۃِ وَسُوْرَۃٍ قَصِیْرَۃٍ فَاِذَا جَلَسَ لِلتَّشَھُّدِ قَامُوْا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِھِمْ وَیُطِیْلُ ھُوَ التَّشَھُّدَ ثُمَّ یُسَلِّمُ بِھِمْ فَاِنْ کَانَتْ مَغْرِبًا صَلّٰی بِالْاُوْلٰی رَکْعَتَیْنِ وَبِالثَّانِیَۃِ رَکْعَۃً اَوْ رُبَاعِیَّۃً صَلّٰی بِکُلِّ فِرْقَۃٍ رَکْعَتَیْنِ فَاِنْ فَرَّقَھُمْ اَرْبَعَ فِرَقٍ وَصَلّٰی بِکُلِّ فِرْقَۃٍ رَکْعَۃً صَحَّ

جب قتال مباح ہو) یعنی ماذون فیہ، اس میں قتال واجب بھی شامل ہے، جیسے کفار سے قتال اور قتال مباح جیسے مال کے مالک کا اس آدمی سے قتال جو اس کا مال ظلماً لینا چاہے (درانحالیکہ دشمن قبلہ کی جہت کے علاوہ میں ہوں تو امام لوگوں کی ۲ جماعتیں بنائے ایک جماعت دشمن

کے مقابلہ میں) کھڑی (رہے اور دوسری جماعت کو امام) ٢ رکعت کی نماز میں (ایک رکعت پڑھائے) امام کے ٢ گروہ بنانے کے اعتبا سے یہ دوسرا گروہ ہے ورنہ امام کی سب سے پہلے اقتداء کرنے کے اعتبار سے اس کو پہلی جماعت کہیں گے (پھر جب امام دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگا تو پہلی جماعت امام سے) دوسری رکعت کے قیام کے وقت یا قیام میں (مفارقت کی نیت کریں) قیام کے وقت مفارقت کی نیت مستحب ہے اور قیام میں جائز، (اور انفرادا بقیہ نماز پوری کرکے دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے پھر وہ لوگ) جنھوں نے نماز نہیں پڑھی بلکہ دشمن کے مقابلہ میں تھے (امام کی طرف آئیں) تاکہ امام کی اقتداء کریں (درانحالیکہ امام) دوسری رکعت کے (قیام میں) ان لوگوں کا انتظار کرتے ہوئے (پڑھتا رہے تاکہ وہ لوگ) امام کی اقتداء میں (تکبیر تحریمہ کہے اور امام) قیام کی حالت میں ہی (ان کے لئے سورۂ فاتحہ اور چھوٹی سورت) پڑھنے (کی مقدار کھڑا رہے پھر جب امام تشہد کے لئے بیٹھے تو یہ) یعنی دوسری جماعت کے لوگ (کھڑے ہو کر اپنی بقیہ دوسری رکعت پوری کرے) اگرچہ مفارقت کی نیت نہ کرے (اور امام) ان لوگوں کے انتظار میں دعا اور ذکر کے ذریعہ (تشہد کو طویل کرے) تاکہ یہ لوگ امام کو تشہد میں پائیں اور (پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیرے) تاکہ ان کو امام کے ساتھ سلام کی فضیلت حاصل ہو جیسا کہ پہلی جماعت کو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کی فضیلت حاصل ہوئی (اگر) بحالت خوف (مغرب کی نماز ہو تو امام پہلی جماعت کو ٢ رکعت اور دوسری کو ایک رکعت پڑھائے) یہ افضل ہے اگرچہ اس کے برعکس یعنی پہلی جماعت کو ایک اور دوسری کو ٢ رکعت پڑھائے تو بھی جائز ہے (اور اگر ٤ رکعت والی نماز ہو تو) ٢ جماعتوں میں سے (ہر ایک جماعت کو ٢/٢ رکعت پڑھائے) اور ہر ایک کے ساتھ تشہد پڑھے اور دوسری جماعت کا انتظار تشہد کی بیٹھک یا تیسری رکعت کے قیام میں کرے، یہ افضل ہے (اگر امام لوگوں کی ٤ جماعتیں

بنائے اور ہر ایک جماعت کو ۱ / ۱ رکعت پڑھائے تو صحیح ہے) چاہے اس طرح کرنا حاجت کی بنا پر ہو یا بغیر حاجت کے، اور اس صورت میں امام آخری جماعت کا انتظار تشہد میں کرے تا کہ اس کے ساتھ سلام پھیرے،

دشمن جہت قبلہ میں ہوں تو یہ مسائل ہیں

(وَاِنْ كَانَ الْعَدُوُّ فِي الْقِبْلَةِ يُشَاهَدُوْنَ وَفِي الْمُسْلِمِيْنَ كَثْرَةٌ صَفَّهُمْ صَفَّيْنِ فَأَكْثَرَ وَأَحْرَمَ وَرَكَعَ وَرَفَعَ بِالْكُلِّ فَإِذَا سَجَدَ سَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ وَاسْتَمَرَّ الصَّفُّ الْآخَرُ قَائِمًا فَإِذَا رَفَعُوْا رُءُوْسَهُمْ سَجَدَ الصَّفُّ الْآخَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَرْفَعُ بِالْكُلِّ فَإِذَا سَجَدَ سَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الَّذِيْ حَرَسَ أَوَّلاً وَحَرَسَ الصَّفُّ الْآخَرُ فَإِذَا رَفَعُوْا سَجَدَ الصَّفُّ الْآخَرُ اور اگر دشمن جہت قبلہ میں ہوں اور دکھائی دیتے ہوں) یعنی درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو (اور مسلمانوں میں) اتنی (کثرت ہو) کہ ہر ایک صف دشمن کا مقابلہ کر سکے (تو امام ان کی ۲ یا زائد صفیں بنائے اور سب کے ساتھ) یعنی ۲ یا زائد صفوں کے ساتھ (تکبیر تحریمہ کہے) فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد (رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے) یعنی اعتدال میں آئے (پھر جب امام) اعتدال کے بعد (سجدہ کرے تو امام کے ساتھ وہ صف سجدہ کرے جو امام کے پیچھے ہے) مراد پہلی صف، اس صف کو صف اولی میں رہنے کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے اس لئے اس کو امام کے ساتھ سجدہ کے لئے خاص کیا (اور دوسری صف) نگہبانی کرتے ہوئے اعتدال میں ہی (کھڑی رہے پھر جب امام کے پیچھے والی) مراد پہلی (صف) دونوں سجدوں سے (اپنا سر اٹھائے تو دوسری صف سجدہ کرے) اور امام کو قیام میں پالے (پھر امام سب کے ساتھ) فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد (رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے) یعنی اعتدال میں آئے، بحالت قیام اور رکوع دشمن دکھائی دیتے ہیں اس لئے رکوع اور رکوع سے اٹھنا سب کے ساتھ کیا جاتا ہے (پھر جب امام سجدہ کرے تو امام کے ساتھ وہ صف سجدہ کرے جس نے پہلے نگہبانی کی تھی اور اب دوسری صف) یعنی

وہ جس نے پہلی رکعت میں امام کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ (نگہبانی کرے پھر جب یہ صف) یعنی جس نے امام کے ساتھ سجدہ کیا ہے سجدہ سے (سر اٹھائے) اور تشہد کے لئے بیٹھے (تو دوسری) وہ (صف سجدہ کرے) جو کھڑی تھی، اور امام کو تشہد میں پالے پھر تشہد پڑھکر امام سب کے ساتھ سلام پھیرے، اس لئے کہ اس صورت میں دشمن دکھائی دیتے ہیں (وَ یُنْدَبُ حَمْلُ السِّلاَحِ فِی صَلاَۃِ الْخَوْفِ اور صلاۃ الخوف میں ہتھیار ساتھ رکھنا مستحب ہے) اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَلْیَأْخُذُوْا أَسْلِحَتَھُمْ (سورۂ نساء ۱۰۲) اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں (ترجمۂ قرآن) تاکہ کفار موقع پاکر یکبارگی حملہ نہ کردیں (تفسیر عثمانی) مذکورہ آیت میں: امر استحباب پر محمول کیا گیا ہے، ہتھیار کا پاک ہونا [یعنی اس کے ساتھ کسی نجس چیز کا متصل نہ ہونا] شرط ہے، اور ایسا ہتھیار رکھنا جس سے کسی کو تکلیف ہو مکروہ ہے جیسے صف کے درمیان نیزہ رکھنا (تحقیق علی عمدۃ ص۱۱۷)

ہتھیار ترک کرنے میں بظاہر ہلاکت جان کا خطرہ ہو تو ساتھ رکھنا واجب ہے (ایضا)

شدت خوف کی حالت یا گھمسان کی لڑائی ہو تو یہ مسائل ہیں

(وَاِذَا اشْتَدَّ الْخَوْفُ أَوِ الْتَحَمَ الْقِتَالُ صَلَّوْا رِجَالاً وَرُکْبَانًا اِلیَ الْقِبْلَۃِ وَغَیْرِھَا جَمَاعَۃً وَفُرَادٰی وَیُؤْمِئُوْنَ بِالرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اِنْ عَجَزُوْا وَالسُّجُوْدُ أَخْفَضُ وَاِنِ اضْطَرُّوْا اِلَی الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ ضَرَبُوْا وَلاَ اِعَادَۃَ عَلَیْھِمْ وَلاَ یَجُوْزُ الصِّیَاحُ اور جب سخت خوف ہو یا گھمسان کی لڑائی ہو تو پیدل یا سوار نماز پڑھیں گے چاہے رخ قبلہ کی طرف ہو یا اس کے علاوہ) کی طرف، اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً اَوْ رُکْبَانًا (سورۂ بقرۃ ۲۳۹) پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو (ترجمۂ قرآن) اس صورت میں بعض بعض کی اقتداء کرے تو جائز ہے اگرچہ امام اور مقتدی کا رخ الگ الگ ہو لیکن نماز کو وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں (چاہے باجماعت) نماز پڑھے (چاہے تنہاء تنہاء اور رکوع اور سجدہ کا) سر سے (اشارہ کریں اگر) رکوع اور سجدہ

کرنے سے (عاجز ہوں اور سجدہ کا اشارہ) رکوع کے بہ نسبت (زیادہ ہو) تا کہ دونوں کے اشارہ میں فرق ہو، افعال کثیرہ اگر لڑائی کی مصلحت سے متعلق اور ضروری ہوں تو نماز باطل نہ ہوگی ورنہ ہوگی،

(اگر مسلسل ہتھیار چلانے کی ضرورت ہو تو) دفع ضرر کے خاطر (چلائیں اور) اس نماز کا (ان پر اعادہ بھی نہ ہوگا) اس لئے کہ یہ عذر غیر نادر ہے (اور) دوران نماز (چیخنا جائز نہیں) اس کے علاوہ کلام بھی جائز نہیں حاجت نہ ہونے کی بنا پر، اگر چیخ یا کلام کے وقت ۲ حرف یا زیادہ ظاہر ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہوگی لیکن اگر حاجت کی بنا پر ظاہر ہو تو باطل نہ ہوگی،

حاجت کی بنا پر اپنے ساتھ ناپاک [یعنی نجس چیز سے متصل] ہتھیار رکھے تب بھی جائز ہے،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ مَا یَحْرُمُ لُبْسُهُ)

(ان چیزوں کے بیان میں جن کا پہننا حرام ہے)

(یَحْرُمُ عَلَی الرَّجُلِ لُبْسُ الْحَرِیْرِ وَسَائِرُ وُجُوْهِ اسْتِعْمَالِهِ وَلَوْ بِطَانَةً وَیَجُوْزُ حَشْوُ جُبَّةٍ وَمِخَدَّةٍ وَفَرْشٍ بِهِ وَیَجُوْزُ لِلنِّسَاءِ اسْتِعْمَالُهُ وَقِیْلَ یَحْرُمُ عَلَیْهِنَّ افْتِرَاشُهُ وَیَجُوْزُ لِلْوَلِیِّ اِلْبَاسُهُ لِلصَّبِیِّ مَالَمْ یَبْلُغْ مرد پر ریشم کا پہننا حرام ہے اور) پہننے کے علاوہ (استعمال کی) بقیہ (تمام صورتیں) بھی حرام ہیں، حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں: ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا (اگرچہ استر) بنائے، ملبوس ہونے کی بنا پر حرام ہو گا (جبہ، تکیہ اور بچھونے کو ریشم سے بھرنا جائز ہے) بدن اور ریشم کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے،

مصنف ؒ کی عبارت میں لفظ "رجل" سے مراد اس باب میں مکلف ہے اس لئے کہ ولی کے لئے بچہ کو ریشم پہنانا جائز ہے (اور عورتوں کے لئے ریشم کا استعمال) جس طریقہ سے بھی ہو (جائز ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال ہے اور مردوں پر حرام (تحقیق علی عمدة) (اور کہا گیا ہے کہ عورتوں پر ریشم کا بستر حرام ہے) لیکن یہ ضعیف قول کے مطابق ہے، اصل مسئلہ وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا کہ جس طریقہ سے بھی عورت استعمال کرے جائز ہے (اور ولی کے لئے بچہ کو) اس وقت تک (جب تک) کہ (وہ بالغ نہ ہو ریشم پہنانا جائز ہے) کیونکہ وہ مکلف نہیں ہے، مجنون کا بھی یہ ہی حکم ہے، یہاں تک خالص ریشمی چیزوں سے متعلق مسائل ذکر ہوئے، آگے ان چیزوں سے متعلق مسائل کا ذکر ہے جو ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہے (وَالْمُرَکَّبُ مِنْ حَرِیْرٍ وَغَیْرِهِ اِنْ زَادَ وَزْنُ الْحَرِیْرِ حَرُمَ وَاِنِ اسْتَوَیَا جَازَ اور وہ چیز جو ریشم اور غیر ریشم سے بنائی گئی ہو تو) اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ: (اگر ریشم کا وزن) غیر ریشم سے (زیادہ ہو تو) پہننا اور استعمال کرنا اکثر کو غلبہ دیتے ہوئے (حرام ہو گا اور اگر) وزن کے اعتبار سے (برابر ہو تو)

پہننا اور استعمال کرنا (جائز ہو گا) اس لئے کہ اس صورت میں اصل کو دیکھا جائے گا اور اصل اباحت ہے اور اس لئے بھی کہ اس کو ریشم کا کپڑا نہیں کہا جاتا،

(وَيَجُوْزُ مُطَرَّزٌ بِهِ لَايُجَاوِزُ أَرْبَعَ أَصَابِعَ وَمُطَرَّفٌ وَ مُجَيَّبٌ مُعْتَادٌ، اور جائز ہے اس کپڑے کا استعمال جس پر ریشم سے بیل بوٹے بنائے گئے ہوں جس کی مقدار ۴/ انگلیوں سے زیادہ نہ ہو) حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم سے منع کیا سوائے ۱/ ۲/ ۳/ اور ۴/ انگلی کی مقدار جگہ میں (اور) اس کپڑے کا استعمال جائز ہے (جس میں ریشم کے گوٹ لگے ہوں یا جس کا گریبان ریشم کا بنانے کی عادت ہو) آپ ﷺ ایک جبہ پہنتے تھے جس میں دیباج کا پیوند تھا، اور آپ کے ایک جبہ کے گریبان پر گوٹ تھا،

(وَلَهُ أَنْ يَبْسُطَ عَلَى فَرْشِ الْحَرِيْرِ مِنْدِيْلاً وَنَحْوَهُ وَيَجْلِسَ فَوْقَهُ اور مرد کے لئے جائز ہے کہ ریشم کے بستر پر تولیہ اور اس کے مانند چیز) جیسے چادر (بچھائے اور اس پر بیٹھے) اس لئے کہ اس صورت میں ریشم اور مرد کے درمیان بچھائی ہوئی چیز حائل ہے جس کی وجہ سے مرد ریشم سے مخالط نہ ہوا (وَيَجُوْزُ لُبْسُهُ لِحَرٍّ وَبَرْدٍ مُهْلِكَيْنِ وَسَتْرِ عَوْرَةٍ وَمُفَاجَأَةِ حَرْبٍ إِذَا فُقِدَ غَيْرُهُ وَلِحِكَّةٍ وَ دَفْعِ قَمْلٍ مہلک گرمی اور سردی کی بنا پر ریشم پہننا اور ستر چھپانے کے لئے) پہننا (اور اچانک وقوع جنگ کی بنا پر) ریشم پہننا (جائز ہے جبکہ غیر ریشم مفقود ہو اور کھجلی اور جوؤں کے دفع کے خاطر) ریشم پہننا (جائز ہے) آپ ﷺ نے عبد الرحمن ابن عوفؓ اور زبیر بن العوامؓ کو کھجلی کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی اور جب جُوں کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انھیں ریشمی قمیص کی اجازت دی (تحقيق على عمدة ص ۱۱۹) مصنفؒ نے عبارت میں جو لفظ "مهلكين" ذکر فرمایا ہے وہ قید نہیں ہے بلکہ حاجت کے وقت بھی جائز ہے یہ ہی وجہ ہے کہ اس لفظ کے بعد مصنفؒ نے کئی صورتوں میں حاجت کی وجہ سے ریشم کو جائز قرار دیا ہے،

(وَيَجُوْزُ دِيْبَاجٍ ثَخِيْنٍ لاَيَقُوْمُ غَيْرُهُ مَقَامَهُ فِي الْحَرْبِ اور موٹا ریشم) یعنی ریشمی موٹا کپڑا پہننا (جائز ہے جبکہ لڑائی کے وقت دوسرا) کپڑا (اس کے قائم مقام نہ ہو) اگر قائم مقام ہو تو اب دیباج کی ضرورت نہ رہی لہذا اس کا استعمال جائز نہ ہو گا، دیباج ریشم کی قسم ہے (وَيَجُوْزُ لُبْسُ ثَوْبٍ نَجِسٍ فِي غَيْرِ الصَّلاَةِ اور نماز کے علاوہ میں ناپاک کپڑا پہننا جائز ہے) لیکن ۲ شرطوں کے ساتھ: (۱) پہننا مسجد کے علاوہ میں ہو، مسجد میں پہننا جائز نہیں کیو نکہ بغیر حاجت کے مسجد میں نجاست داخل کرنا مسجد کی پاکی اور صفائی کے پیش نظر جائز نہیں ہے (۲) پہننے سے بدن نجاست سے آلودہ نہ ہو جیسے تر کپڑا ہو تو بدن آلودہ ہو گا لہذا پہننا جائز نہیں، نماز کی طرح دوسری چیز جو طھارت پر موقوف ہے جیسے طواف، سجدۂ تلاوت و شکر اور ان کے علاوہ جیسے خطبۂ جمعہ ان تمام چیزوں کے علاوہ میں بھی ناپاک کپڑا پہننا مذکورہ شرطوں کے ساتھ جائز ہے، اس لئے کہ ہر وقت پاک کپڑا پہننے کو اگر لازم قرار دیا جائے تو مشقت ہو گی خصوصا فقراء پر اور اس لئے کہ دین میں وسعت ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: لاَيُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَهَا (سورۂ بقرۃ ۲۸۶)

(وَيَحْرُمُ جِلْدُ مَيْتَةٍ اِلاَّ لِضَرُوْرَةٍ كَمُفَاجَأَةِ حَرْبٍ وَنَحْوِهِ اور مردار کی کھال) پہننا (حرام ہے مگر ضرورت کی بنا پر) جائز ہے (جیسے اچانک جنگ کا وقوع ہو) اور سوائے مردار کی کھال کے کچھ نہ پائے (یا اس کے مانند چیز) جیسے نقصان دہ گرمی یا سردی (لاحق ہو) تو پہننا جائز ہے (وَيَجُوْزُ أَنْ يُلْبِسَ دَابَّتَهُ الْجِلْدَ النَّجِسَ سِوَى جِلْدِ الْكَلْبِ وَ الْخِنْزِيْرِ اور جائز ہے کہ اپنے جانور کو ناپاک کھال پہنائے) اس لئے کہ ان کو عبادت کا حکم نہیں دیا گیا (سوا ئے کتے اور خنزیر کی کھال کے) کیونکہ ان کی نجاست مغلظہ ہے (وَيَحْرُمُ عَلَى الرِّجَالِ حُلِيُّ الذَّهَبِ حَتَّى سِنُّ الْخَاتَمِ وَ الْمَطْلِيُّ بِهِ فَلَوْ صَدِئَ بِحَيْثُ لاَيَبِيْنُ جَازَ، اور مرد پر حرام ہے سونے کا زیور پہننا یہاں تک کہ انگوٹھی کا جوڑ) جس میں نگینہ رکھا جاتا ہے،

مطلب یہ ہیکہ یہ بھی سونے کا ہو تو پہننا حرام ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لئے حلال، سونا تھوڑا پہنے یا زیادہ حرمت میں کوئی فرق نہیں اس کے بر خلاف ریشم اگر تھوڑا ہو تو جائز، زیادہ ہو تو جائز نہیں اور اگر برابر ہو تو بھی جائز، اس لئے کہ اصل اباحت ہے اور نبی کریم ﷺ نے خالص ریشم کے کپڑے سے منع کیا ہے۔

(اور وہ چیز جس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو) حرام ہے بشرطیکہ اس چیز کو آگ پر تپانے سے اس سے سونا حاصل ہو (اور اگر اس چیز کو زنگ لگ جائے اس قدر کے سونا ظاہر نہ ہو تو) اس چیز کا استعمال (جائز ہے، وَ یُبَا حُ شَدُّ سِنٍّ وَ أَنْمُلَةٍ بِذَهَبٍ وَ اِتِّخَاذُ أَنْفٍ وَ أَنْمُلَةٍ مِنْهُ لاأَصْبُعٍ سونے سے دانت اور پورے کو مضبوط کرنا مباح ہے اور) اسی طرح (سونے کی ناک اور) سونے کا (پورا بنانا) مباح ہے، اس لئے کہ حضرت عرفجہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے سونے کی ناک بنوائی، جب یہ جائز ہے تو سونے کا دانت بنوانا بدرجۂ اولی جائز ہوا،

أنملة کا معنی ہے: انگلی کا سرا، پورا، ج: أنامل، أنملات، (بیان اللسان ص۱۰۵) لیکن سونے کی (انگلی بنانا مباح نہیں) اور ہاتھ بنانا تو بدرجۂ اولی مباح نہیں، یہ دونوں مباح نہیں اور پورا بنانا مباح ہے ان میں فرق یہ ہے کہ انگلی اور ہاتھ اگر سونے کا بنا دیا جائے تو ان میں کام کرنے کے اعتبار سے اصلی قوت اور طاقت نہیں رہے گی اس کے بر خلاف پورا اگر بنا دیا جائے تو اس سے اصلی قوت اور طاقت میں فرق نہیں پڑے گا (وَيَجُوْزُ دِرْعٌ نُسِجَتْ بِذَهَبٍ وَ خَوْ دَة طُلِيَتْ بِهِ لِمُفَا جَأَةِ حَرْبٍ وَ لَمْ يَجِدْ غَيْرَ هُمَا سونے سے بُنی ہوئی زرہ اور لوہے کی ٹوپی جس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو اچانک جنگ پیش آنے کی بنا پر) پہننا (جائز ہے درانحالیکہ ان دونوں کے علاوہ نہ پائے) اگر پائے تو ضرورت نہ رہی لہذا پہننا جائز نہیں،

(وَيَجُوْزُ خَاتَمُ الْفِضَّةِ وَتَحْلِيَةُ آلَةِ الْحَرْبِ بِهَا كَسَيْفٍ وَرُمْحٍ وَطَبْرٍ وَسَهْمٍ وَدِرْعٍ وَجَوْشَنٍ وَخَوْذَةٍ وَخُفٍّ لَا كَسَرْجٍ وَلِجَامٍ وَرِكَابٍ وَقِلَادَةٍ وَطَرَفِ سَيْوُرٍ وَدَوَاةٍ وَمَقْلَمَةٍ وَسِكِّيْنِ دَوَاةٍ وَمِهْنَةٍ وَتَعْلِيْقِ قِنْدِيْلٍ وَلَوْ بِمَسْجِدٍ وَغَيْرُ الْخَاتَمِ مِنَ الْحُلِيِّ كَطَوْقٍ وَدُمْلُجٍ وَسِوَارٍ وَتَاجٍ وَفِي سَقْفِ الْبَيْتِ وَالْمَسْجِدِ وَجُدْرَانِهِمَا فَلَوِ اسْتُهْلِكَ بِحَيْثُ لَا يَجْتَمِعُ مِنْهُ شَيْءٌ بِالسَّبْكِ جَازَتِ الْاِسْتِدَامَةُ وَالَّا فَلَا چاندی کی انگوٹھی) بنانا جائز ہے، آپ ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی، چاندی کی طرح سونے کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا بلا کراہت جائز ہے(الحاوی للفتاوی ص۵۷ج۱) [تفصیل کے لئے جلد اول ملاحظہ فرمائیں](اور جنگ کے سامان کو چاندی سے آراستہ کرنا جائز ہے) آپ ﷺ کے تلوار کا مٹھ چاندی کا تھا،

آگے مصنفؒ جنگ کے سامان کو بیان فرمارہے ہیں: (جیسے تلوار، نیزہ، کلہاڑا، تیر، زرہ، چھوٹی زرہ) هو الدرع لكنه لا يكون سابغا، والسابغ: هو كل شيء طال من فوق الى اسفل (تحقیق علی عمدۃ ص۱۱۹) جوشن کا معنی ہے: درع جو سابغ نہ ہو اور ہر وہ چیز جو اوپر سے نیچے تک طویل ہو اسے سابغ کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ: جوشن کا معنی ہوا: چھوٹی زرہ (لوہے کی ٹوپی) جو جنگ کے موقع پر سر کی حفاظت کے لئے پہنی جاتی ہے (اور موزے) جو جنگ کے وقت پاؤں کی حفاظت کے لئے پہنے جاتے ہیں، یہ سب جنگی سامان ہیں، اور جو سامان جنگ سے متعلق نہیں ہے اس کو (چاندی سے آراستہ کرنا جائز نہیں ہے، جیسے زین، لگام، رکاب) یعنی گھوڑا سوار جس پر پاؤں رکھتا ہے (گھوڑے کا ہار،، تسمہ کا کنارا، دوات، قلم تراش، دوات کی چھڑی) اسی طرح (گھریلو ضرورت کی چھڑی، چاندی سے آراستہ قندیل کو لٹکانا اگرچہ مسجد میں اور انگوٹھی کے علاوہ زیورات) چاندی کے بنانا جائز نہیں (جیسے گلے کا زیور، بازوبند اور کنگن) مردوں کے لئے (اور) چاندی کا (تاج پہننا) جائز نہیں نہ مرد کے لئے اور نہ عورت کے لئے (اور) جائز نہیں آراستہ کرنا (گھر اور مسجد کی

چھتوں اور دیواروں کو اگر چھتوں اور دیواروں کا سونا ہلاک کر دیا ہو) یعنی ملا دیا ہو (کہ پگھلا نے پر کچھ حاصل نہ ہو تو باقی رکھنا جائز ہے ورنہ نہیں)

(وَيَجُوْزُ تَحْلِيَةُ الْمُصْحَفِ وَالْكُتُبِ بِالْفِضَّةِ لِلْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ قرآن کو چاندی سے آراستہ کرنا اور لکھنا عورت اور مرد) دونوں (کے لئے) قرآن کی تعظیم کے پیش نظر (جائز ہے) قرآن کے علاوہ بقیہ تمام کتابوں کو سونے اور چاندی سے آراستہ کرنا بالاتفاق حرام ہے، و أما تحلية سائر الکتب بالذهب و الفضة فحرام بالاتفاق (فیض ص ۱۹۲ ج ۱)

(وَيَجُوْزُ تَحْلِيَةُ الْمُصْحَفِ بِالذَّهَبِ لِلْمَرْأَةِ وَيَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ وَيَجُوْزُ لِلْمَرْأَةِ حُلِيَّ الذَّهَبِ كُلُّهُ حَتَّى النَّعْلُ وَالْمَنْسُوْجُ بِهِ بِشَرْطِ عَدَمِ الْإِسْرَافِ فَإِنْ أَسْرَفَتْ كَخَلْخَالٍ مِائَتَا دِيْنَارٍ حَرُمَ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِنَّ تَحْلِيَةُ آلَةِ الْحَرْبِ وَلَوْ بِفِضَّةٍ، قرآن کو سونے سے آراستہ کرنا عورت کے لئے جائز ہے اور مرد پر حرام) آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور چاندی حلال ہے اور مردوں پر حرام، سونے سے قرآن کو لکھنا مرد کے لئے جائز ہے، ويجوز كتابة المصحف للرجل بالذهب (انوار المسالک ص ۸۵) اور امام غزالی فرماتے ہیں: قرآن کو سونے سے لکھنا احسن ہے (اور عورت کے لئے سونے کے سب زیور جائز ہے) حلی ذهب سے قیاس کیا گیا ہے حلی فضة (چاندی کے زیور) کو اس لئے کہ جب اعلی میں حلت ہے تو ادنی میں بدرجۂ اولی (یہاں تک کہ جوتا اور سونے سے بُنی ہوئی چیز) پہننا جائز ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا اور بائیں ہاتھ میں سونے کا ٹکڑا لیا اور فرمایا یہ ۲ چیزیں یعنی ان کو استعمال کرنا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لئے جائز (بشرطیکہ اسراف نہ ہو) یعنی عادت کے مطابق ہو مطلب یہ ہیکہ لوگوں میں وزن کے اعتبار سے جو زیور پہنا جاتا ہے اسی کے مطابق ہو (اگر اسراف ہو) یعنی عادت سے تجاوز کیا ہو (جیسے دو سو دینار) وزن (کے

پازیب ہوں تو) عورت پر اس کا استعمال (حرام ہے) اس لئے کہ عورت کے لئے زیور زینت کی وجہ سے جائز ہے اور زینت اس صورت میں حاصل ہوتی ہے جبکہ زیور عادت کے مطابق ہو اگر عادت کے مخالف ہو تو زینت حاصل نہیں ہوتی لہذا استعمال حرام ہوا (اور عورتوں پر حرام ہے جنگ کے سامان کو آراستہ کرنا اگرچہ چاندی سے) ہو، اس لئے کہ تحلیۃ [یعنی جنگی سامان کو آراستہ کرنا] دشمنوں کو ڈرانے اور دھمکانے کے لئے ہے اور یہ عورتوں کی شان نہیں ہے بلکہ مردوں کی ہے لہذا مردوں کے ساتھ تحلیہ کو خاص کیا گیا،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلاۃِ الْجُمُعَۃِ)

(جمعہ کی نماز کا بیان)

جمعہ کو جمعہ کہنے کی وجہ

اس نام کو اس دن کے ساتھ خاص کر دیا گیا لوگوں کے اس میں جمع ہونے کی وجہ سے (تفسیر کبیر)

جمعہ کے فضائل

جمعہ تمام نمازوں میں افضل ہے،

جمعہ کا دن ہفتہ کے تمام دنوں میں افضل ہے،

سورج طلوع ہونے والے ایام میں بہتر جمعہ کا دن ہے،

جمعہ کے دن (یا جمعہ کی رات میں) (حاشیۂ نہایۃص ۲۸۳ ج۲) انتقال ہونے والا شہید کے اجر کا مستحق ہوگا۔ جمعہ کے دن (یا جمعہ کی رات میں) انتقال ہونے والا قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا،

جمعہ کے دن ٦ لاکھ جہنمیوں کو اللہ تعالی جہنم سے آزاد کراتے ہیں،

خصوصیت

جمعہ: اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، (حا شیۃ فی نہایۃ ص۲۸۲ ج۲)

رات افضل ہے یا دن

رات افضل ہے دن سے، (حاشیۃ الصاوی ص١٩٦ ج٤)

اللہ تعالی فرماتے ہیں: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوا الۡبَیۡعَ (سورۂ جمعہ۹) (بخاری مع فتح البا ری ص۲۸۲ ج۲) جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد (یعنی نماز) (جلا لین ثا نی ص ٤٦٠) کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت (ترجمۂ قر آن) آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ۳ جمعہ چھوڑے غفلت کی وجہ سے (یعنی بلا عذر)

(حاشیه فی نهایة ص۲۸۳ج۲) تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیں گے (تحقیق علی عمدة ص ۱۲۱) یعنی اس کے دل پر ایسی چیز ڈال دیں گے جیسے مہر جو وعظ و نصیحت کو قبول کرنے اور حق بات ماننے سے مانع ہو گی (حاشیه فی نهایة ص۲۸۳ج۲)

مصنفؒ سب سے پہلے اس شخص کے احکام بیان فرما رہے ہیں: جس پر جمعہ لازم ہے اور جس پر لازم نہیں ہے: (مَنْ لَزِمَهُ الظُّهْرُ لَزِمَتْهُ الْجُمُعَةُ اِلاَّ الْعَبْدَ وَ الْمَرْأَةَ وَ الْمُسَافِرَ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَ لَوْ سَفَرًا قَصِيْرًا وَ كُلَّ مَا أَسْقَطَ الْجَمَاعَةَ أَسْقَطَهَا كَالْمَرَضِ وَ التَّمْرِيْضِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ وَ الْمُقِيْمِ بِقَرْيَةٍ لَيْسَ فِيْهَا أَرْبَعُوْنَ كَامِلُوْنَ فَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ لَوْ نَادَى رَجُلٌ عَالِي الصَّوْتِ بِطَرَفِ بَلَدِ الْجُمُعَةِ الَّذِيْ مِنْ جِهَةِ الْقَرْيَةِ وَ الْأَصْوَاتُ وَ الرِّيَاحُ سَاكِنَةٌ لَسَمِعَهُ مُصْغٍ صَحِيْحُ السَّمْعِ وَاقِفٍ بِطَرَفِ الْقَرْيَةِ الَّذِيْ مِنْ جِهَةِ بَلَدِ الْجُمُعَةِ لَزِمَتِ الْجُمُعَةُ كُلَّ أَهْلِ الْقَرْيَةِ وَاِنْ لَمْ يَسْمَعْ فَلاَ تَلْزَمُهُمْ وَ مَنْ لاَ تَلْزَمُهُ فَاِذَا حَضَرَ الْجَامِعَ لَهُ الْاِنْصِرَافُ اِلاَّ الْمَرِيْضَ الَّذِيْ لاَ يَشُقُّ عَلَيْهِ الْاِنْتِظَارُ وَ جَاءَ بَعْدَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ وَ الْأَعْمٰى وَ مَنْ فِيْ طَرِيْقِهِ وَحَلٌ فَتَلْزَمُهُمُ الْجُمُعَةُ وَ مَنْ لاَ تَلْزَمُهُ مُخَيَّرٌ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَ يُخْفُوْنَ الْجَمَاعَةَ فِي الظُّهْرِ اِنْ خَفِيَ عُذْرُهُمْ وَ يُنْدَبُ لِمَنْ يَرْجُوْ زَوَالَ عُذْرِهِ كَمَرِيْضٍ وَ عَبْدٍ تَأْخِيْرُ الظُّهْرِ اِلَى الْيَأْسِ مِنَ الْجُمُعَةِ وَاِنْ لَمْ يَرْجُ زَوَالَهُ كَالْمَرْأَةِ فَيُنْدَبُ تَعْجِيْلُهُ وَ مَنْ لَزِمَتْهُ الْجُمُعَةُ لَمْ يَصِحَّ ظُهْرُهُ قَبْلَ فَوَاتِ الْجُمُعَةِ) مکلفین میں سے (جس پر ظہر لازم ہے اس پر جمعہ لازم) آگے مصنفؒ اس عموم سے استثناء کر رہے ہیں: (مگر غلام) عورت اور) وہ (مسافر جس کا سفر معصیت نہ ہو اگرچہ سفر تھوڑا ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر با جماعت اداء کرنا واجب ہے مگر ۴ افراد اس سے مستثنیٰ ہیں: غلام، عورت، بچہ اور مریض، دار قطنی کی روایت میں: مسافر کا بھی ذکر ہے (نہایۃص۲۸٤ج۲) اگر سفر معصیت کے لئے ہو تو ترک جمعہ کی رخصت نہیں ہے (اور) اعذار میں سے (ہر وہ عذر جو جماعت کو ساقط کرتا ہے وہ) عذر (جمعہ کو) بھی (ساقط کرتا ہے) آگے مصنفؒ جماعت کو ساقط کرنے والے اعذار بیان فرما رہے ہیں: (جیسے) ایسا

(بیمار) جس کے لئے جمعہ میں حاضری دشوار ہو (تیمار داری کرنے والا اور ان کے علاوہ) اور بھی اعذار ہیں ان کو باب صلاۃ الجماعۃ میں ملاحظہ فرمائیں (اور) اس (گاؤں کا مقیم جس) گاؤں (میں ۴۰ کامل آدمی نہ ہوں) ایسے مقیم پر جمعہ لازم نہیں ہے (لیکن اگر مقیم اس گاؤں میں ہو کہ اگر جمعہ والے شہر کے کنارہ سے جو اس گاؤں کی طرف ہے بلند آواز والا آدمی اگر آواز لگائے درانحالیکہ آوازیں) یعنی شور (اور ہَوَا) کا چلنا (بند ہو اور سننے کے لئے کان لگانے والا جس میں سننے کی صلاحیت ہو اس گاؤں کے کنارہ کھڑے رہ کر جو جمعہ والے شہر کی طرف ہے اس آدمی کی آواز کو سنے تو اس تمام گاؤں والوں پر جمعہ لازم ہو گی) کیونکہ آواز سننے کی وجہ سے جمعہ کی خبر ہوئی لہذا لازم ہوئی (اور اگر) مذکورہ آواز (سنائی نہ دے تو ان پر جمعہ لازم نہیں) اس لئے کہ سننے کی شرط فوت ہوئی (جس پر جمعہ لازم نہیں اگر وہ جامع مسجد میں حاضر ہو جائے تو اس کے لئے) جمعہ پڑھے بغیر (لوٹنا جائز ہے) اس لئے کہ اس میں وجوب سے مانع چیز باقی ہے،

مانع کی تعریف

مانع: وہ وصف ہے جو وجودی، ظاہر، منضبط ہو اور نقیض حکم کی علامت ہو (جمع الجوامع ص ۹۸)

تشریح: وہ وصف ہے جو وجودی ہو (عدمی نہ ہو) ظاہر ہو (خفی نہ ہو) منضبط ہو (مقدار متعین ہو سکتی ہو جیسے سفر کی مقدار ۴ برد، مشقت کی مقدار متعین نہیں ہو سکتی اس لئے یہ غیر منضبط ہے، سبب اور مانع نہیں بن سکتا) حکم سبب کے نقیض کی علامت ہو جیسے ابوۃ باب قصاص میں، قتل سبب قصاص ہے اور قاتل کی ابوۃ مانع قصاص ہے (شرح جمع الجوامع)

(مگر وہ مریض جس پر) نماز کا (انتظار دشوار نہ ہو درانحالیکہ وقت جمعہ داخل ہونے کے بعد) جامع مسجد میں (آیا ہو) یعنی ایسے مریض کے لئے جمعہ پڑھے بغیر لوٹنا جائز نہیں، اس لئے کہ اس نے مشقت برداشت کی اور محل جمعہ [یعنی جامع مسجد] میں حاضر ہوا، اگر اس

کے باوجود لوٹے تو گنہگار ہو گا لیکن پھر لوٹ کر جامع مسجد میں حاضر ہونا لازم نہیں ہے، فلو انصرف حینئذ أثم، وھل یلزمه العود؟ الوجه لا وفاقا لمر انتھی سم علی منھج (حاشیة فی نھایةص۲۸۸ ج۲) ہاں لیکن انتظار دشوار ہو تو جمعہ پڑھنا لازم نہیں بلکہ پڑھے بغیر لوٹنا جائز ہے، اسی طرح اگر وقت جمعہ داخل ہونے سے پہلے آیا ہو تو بھی پڑھے بغیر لوٹنا جائز ہے، [چونکہ اس کا دخول ہی وقت سے پہلے ہوا] (نابینا اور وہ شخص جس کے راستہ) سے چلکر آنے (میں کیچڑ ہو) جب یہ حاضر ہو جائیں تو (ان پر جمعہ لازم ہو گی) لوٹنا جائز نہ ہو گا، چونکہ ان کے لئے جو مشقت حضوری سے مانع تھی وہ ان کے حاضری سے زائل ہوئی، ان کے علاوہ: غلام، عورت اور مسافر ان کی مانع چیز باوجود ان کی حاضری کے باقی ہی رہے گی اس لئے جمعہ پڑھے بغیر ان کے لئے لوٹنا جائز ہے، لیکن یہ لوگ نماز جمعہ میں داخل ہو جائیں تو نماز توڑنا جائز نہیں بلکہ یہ نماز جمعہ ظہر کی طرف سے کافی ہو گی (اور جس پر جمعہ) مطلقا یعنی حاضری سے اس کا عذر زائل ہو یا نہ ہو (لازم نہیں ہے اس کو جمعہ اور ظہر کے درمیان اختیار ہے) یعنی جمعہ پڑھے یا ظہر، اس لئے کہ جمعہ عذر کی وجہ سے ساقط ہے لیکن مشقت کو برداشت کر کے جمعہ اداء کرے تو کافی ہو گا جیسے مریض قیام سے عاجز ہو لیکن مشقت کے باوجود بحالت قیام فرض نماز پڑھے تو کافی ہے حالانکہ قیام سے عاجز ہے (اور معذورین) یعنی جن پر جمعہ لازم نہیں ہے (اگر ان کا عذر پوشیدہ ہو تو وہ ظہر با جماعت پوشیدہ) طور پر (اداء کرے) یہ سنت ہے، اور اگر عذر خفی نہ ہو بلکہ ظاہر ہو تو انتفاء تہمت کی بناپر مخفی طور پر اداء کرنا سنت نہیں ہے،

(جس کو) جمعہ فوت ہونے سے پہلے (عذر زائل ہونے کی امید ہو جیسے مریض) کو مرض خفیف ہونے کی امید ہو (اور غلام) کو آزادی کی امید ہو تو (اس کے لئے جمعہ فوت ہونے تک ظہر کو مؤخر کرنا مستحب ہے) تاکہ عذر زائل ہونے کی صورت میں بحالت کمال جمعہ اداء کی جائے، دوسری رکعت کے رکوع سے اگر امام سر اٹھائے تو جمعہ فوت ہو جاتی ہے، اگر

معذور جیسے مریض وغیرہ جمعہ فوت ہونے سے پہلے ظہر اداء کرے اور پھر اس کا عذر ختم ہو جائے تو اب اس پر جمعہ پڑھنا لازم نہیں اگرچہ جمعہ مل سکتی ہو، اس لئے کہ اس نے (بحالت عذر) فرض کے وقت میں فرض [یعنی ظہر] کی نیت کی [اور وہ منعقد ہو گئی] مگر اس سے خنثی مشکل مستثنی ہے اس کا مسئلہ یہ ہے کہ ظہر اداء کرنے کے بعد مرد ثابت ہو اور جمعہ مل سکتی ہو تو اس پر جمعہ لازم ہو گی (اور اگر عذر زائل ہونے کی امید نہ ہو جیسے عورت تو) اس کے لئے (ظہر جلدی) یعنی اول وقت (اداء کرنا مستحب ہے) تاکہ اول وقت کی فضیلت حاصل ہو (جس پر جمعہ لازم ہے اس کی ظہر جمعہ فوت ہونے سے پہلے صحیح نہ ہو گی) اس لئے کہ اس نے وقت کے فرض کو ترک کر دیا اور گنہگار بھی ہوا،

(وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ السَّفَرُ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلاَّ أَنْ يَكُوْنَ فِي طَرِيْقِهِ مَوْضِعُ جُمُعَةٍ أَوْ تَرْحَلَ رُفْقَتُهُ وَيَتَضَرَّرَ بِالتَّخَلُّفِ اور اہل جمعہ) یعنی جس پر جمعہ لازم ہے اس (پر طلوع فجر) کے وقت (سے سفر حرام ہے) اگرچہ سفر طاعت [نیک کام] کے لئے ہو (مگر یہ کہ راستہ میں جمعہ) قائم کرنے (کی جگہ ہو) اور جمعہ ملنے کا غالب گمان ہو (یا) یہ کہ (اس کے ساتھی چلے جائیں اور) ساتھیوں سے (پیچھے رہنے میں ضرر ہو) تو ایسی صورت میں سفر حرام نہیں ہے اگرچہ زوال کے بعد کرے۔

جس پر جمعہ لازم ہے اور جس پر لازم نہیں ہے مصنف اس کے احکام سے فارغ ہوئے اب آگے شروط شروع فرمارہے ہیں: (وَشُرُوْطُ صِحَّةِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ شُرُوْطِ الصَّلاَةِ سِتَّةٌ أَنْ تُقَامَ جَمَاعَةً فِي وَقْتِ الظُّهْرِ بَعْدَ خُطْبَتَيْنِ فِي خِطَّةِ أَبْنِيَةٍ مُجْتَمِعَةٍ بِأَرْبَعِيْنَ رَجُلاً أَحْرَارًا بَالِغِيْنَ عُقَلاَءَ مُسْتَوْطِنِيْنَ حَيْثُ تُقَامُ الْجُمُعَةُ لاَ يَظْعَنُوْنَ عَنْهُ اِلاَّ لِحَاجَةٍ وَأَنْ لاَ تَسْبِقَهَا وَلاَ تُقَارِنَهَا جُمُعَةٌ أُخْرَى حَيْثُ لاَ يَشُقُّ الْاِجْتِمَاعُ فِي مَوْضِعٍ وَاحِدٍ شروط نماز کے علاوہ جمعہ صحیح ہونے کی شرطیں ۶ ہیں) مطلب یہ ہیکہ جمعہ کے علاوہ نماز کی جو شرطیں ہیں وہ شرطیں اور ان کے علاوہ مزید صحت جمعہ کی ۶ شرطیں ہیں، ان میں سے (۱) (یہ کہ جمعہ

باجماعت واقع ہو) اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں نماز جمعہ باجماعت اداء کی جاتی تھی، (۲) اتباع حدیث کی بنا پر (ظہر کے وقت میں) واقع (ہو) (۳) اتباع حدیث کی بنا پر جمعہ (۲ خطبوں کے بعد) واقع (ہو) اور اس لئے بھی کہ خطبۂ جمعہ شرط ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے، (۴) جمعہ (اقامت کی جگہ میں) واقع (ہو جہاں مکانات مجتمع ہوں) یعنی ملے ہوئے ہوں متفرق نہ ہوں اس لئے کہ آپ ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مواضع اقامہ میں ہی نماز جمعہ قائم ہوئی، (۵) (۴۰ آزاد، بالغ، عاقل اور مستوطن) یعنی اقامت کی جگہ کے باشندے ہوں ایسے ۴۰ (مرد کے ذریعہ جمعہ قائم کی جاتی ہو جو اقامت کی جگہ سے منتقل نہ ہوتے ہوں مگر حاجت کی بنا پر) ۴۰ سے مراد امام کو ملا کر، اس حدیث کے تحت جس کو امام بیہقی نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں ۴۰ / افراد جمع ہونے پر جمعہ پڑھائی اور آپ ﷺ کا قول ہے تم ایسی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (المجموع ص٥٠٤ ج ٤) (مغنی المحتاج ص۲۸۲ ج ۱) لہذا اس سے کم تعداد میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں (مغنی)

عورت، غلام، نابالغ، پاگل اور غیر مستوطن نماز جمعہ قائم کریں تو جمعہ منعقد نہ ہو گی ہاں البتہ جن سے منعقد ہوتی ہے ان کے ساتھ پڑھے تو ہو جائے گی (اور) (٦) شرط (یہ کہ جہاں ایک جگہ میں جمع ہونا دشوار نہ ہو وہاں دوسری جمعہ) کی تکبیر تحریمہ (نہ اس جمعہ) کی تکبیر تحریمہ (سے سبقت کرے اور نہ اس) جمعہ کی تکبیر تحریمہ (کے ساتھ) دوسری جمعہ کی تکبیر تحریمہ (ہو) مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے لئے ایک جگہ جمع ہونا دشوار نہ ہو تو ایک ہی جمعہ قائم کرنا شرط ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ اور خلفاء راشدین نے ایک مقام پر ایک ہی جمعہ پڑھی نیز اس لئے کہ ایک ہی مقام پر جمعہ کے قیام میں شعائر اسلام کا اظہار زیادہ ہے (مغنی المحتاج ص۲۸۱ ج ۱)

(وَالْاِمَامُ وَاحِدٌ مِنْ أَرْبَعِيْنَ فَلَوْ نَقَصُوْا فِي الصَّلَاةِ عَنِ الْأَرْبَعِيْنَ أَوْ خَرَجَ الْوَقْتُ فِي أَثْنَائِهَا أَتَمُّوْهَا ظُهْرًا وَلَوْ شَكُّوْا قَبْلَ افْتِتَاحِهَا فِي بَقَاءِ الْوَقْتِ صَلَّوْا ظُهْرًا اور امام ۴۰ میں سے ایک ہے) یعنی ۴۰ کا عدد جو شرط ہے وہ امام کو ملا کر (اگر نماز میں ۴۰) کے عدد (سے کم ہوں یا) کم نہ ہوں لیکن (دوران نماز جمعہ کا وقت نکل جائے) اور عصر کا وقت داخل ہو جائے (تو) ظہر کی نیت کئے بغیر (جمعہ کو) اسی نماز پر بناء کرتے ہوئے (ظہر کے طور پر پوری کرے) کیونکہ پہلی صورت میں عدد کی شرط فوت ہوئی اور دوسری میں وقت نکل گیا حالانکہ ظہر کے وقت میں واقع ہونا شرط ہے (اور اگر تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے وقت کے باقی رہنے میں شک ہو تو) ظہر کی نیت سے (ظہر پڑھے) اس لئے کہ وقت جمعہ کی شرط متحقق نہیں ہے لہذا شک کی صورت میں جمعہ میں داخل ہونا جائز نہیں، اور اگر جمعہ پڑھنے کے بعد شک ہو جائے کہ کیا فارغ ہونے سے پہلے وقت نکلا تھا یا باقی تھا تو ایسی صورت میں پڑھی ہوئی جمعہ کافی ہے، اس لئے کہ اصل وقت کا بقاء ہے (وَاِنْ شَقَّ الْاِجْتِمَاعُ بِمَوْضِعٍ كَمِصْرَ وَبَغْدَادَ جَازَتْ زِيَادَةُ الْجُمَعِ بِحَسَبِ الْحَاجَةِ وَاِنْ لَمْ يَشُقَّ كَمَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَأُقِيْمَتْ جُمُعَتَانِ فَالْجُمُعَةُ هِيَ الْأُوْلَى وَالثَّانِيَةُ بَاطِلَةٌ وَاِنْ وَقَعَتَا مَعًا أَوْ جُهِلَ السَّبْقُ اسْتُؤْنِفَتْ جُمُعَةٌ اور اگر کسی) ایک (جگہ جمع ہونا دشوار ہو جیسے مصر اور بغداد) یہ دونوں بڑے شہر ہیں اس لئے مصنف ؒ نے ان کی مثال ذکر فرمائی ورنہ جو بھی بڑا شہر یا قصبہ ہو اور اس کے کسی ایک جگہ جمع ہونا دشوار ہو (تو) دشواری کے پیش نظر (حاجت کے مطابق متعدد جمعہ) قائم کرنا (جائز ہے) مطلب یہ ہے کہ مثلاً ۱۰ مساجد میں جمعہ قائم کرنے کی حاجت ہو تو ۱۰ سے زائد مسجد یا جگہ میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں، **فالتعدد منوط بقدر الحاجة، فلو انتفى العسر بعشر مساجد لا يجوز أحد عشر** (انوار المسالک ص۸۶) (اور اگر دشوار نہ ہو جیسے مکہ اور مدینہ) مطلب یہ ہیکہ ان کے یا کسی اور شہر یا گاؤں کے کسی ایک مسجد یا جگہ میں جمع ہونا دشوار نہ ہو لیکن (پھر بھی) متعدد مساجد یا جگہوں میں یکے بعد

دیگرے (۲ جمعہ اداء کریں تو پہلی جمعہ صحیح ہوگی) شرطیں پائی جانے کی بنا پر (اور دوسری باطل) شرطیں مفقود ہونے کی بنا پر (اور اگر دونوں جمعہ ایک ساتھ اداء ہو جائیں یا) ایک ساتھ اداء نہ ہوں لیکن ۲ اداء کئے جانے والے جمعہ میں (پہلی) کونسی اداء ہوئی اس (سے ناواقف ہو تو) ان دونوں صورتوں میں اگر وقت میں گنجائش ہو تو (از سر نو جمعہ اداء کریں) ورنہ ظہر اداء کریں، پہلی صورت میں اس لئے کہ تدافع: یعنی ہر جمعہ دوسرے جمعہ کو دفع کر رہا ہے اور ہٹا رہا ہے صحت سے کوئی صحت کا زیادہ حقدار نہیں دوسرے کے مقابلہ میں یعنی دونوں جمعہ صحت اور عدم صحت میں یکساں ہے لہذا ایک کو صحیح اور دوسرے کو غیر صحیح قرار دینا درست نہیں اور دوسری صورت میں اس لئے کہ اصل ایسے جمعہ کا نہ ہونا ہے جو کافی ہو،

(وَأَرْ كَانُ الْخُطْبَةِ خَمْسَة: أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلاَةُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوَصِيَّةُ بِتَقْوَى اللّٰهِ يَجِبُ ذٰلِكَ فِي كُلٍّ مِنَ الْخُطْبَتَيْنِ وَيَتَعَيَّنُ لَفْظُ أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلاَةُ وَلاَ يَتَعَيَّنُ لَفْظُ الْوَصِيَّةِ فَيَكْفِي أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَالرَّابِعُ قِرَائَةُ آيَةٍ فِي اِحْدَاهُمَا وَالْخَامِسُ الدُّعَاءُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الثَّانِيَةِ خطبہ کے ۵ / ارکان ہیں) مصنفؒ نے جو لفظ "خطبہ" واحد ذکر فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد خطبہ کی جنس ہے جو دوسرے خطبہ کو بھی شامل ہے لہذا جو ارکان پہلے کے ہوں گے غالبا وہی دوسرے خطبہ کے بھی ہوں گے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ارکان و شروط میں دونوں خطبوں کا اتحاد ہونے کی بنا پر دونوں ایک خطبہ کی طرح ہوئے لہذا لفظ "خطبہ" واحد ذکر فرمایا۔

پہلا رکن: (اللہ کی تعریف کرنا) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان کرتے، دوسرا رکن: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا) اس لئے کہ جو عبادت ذکر اللہ کی مفتقر ہوتی ہے وہ ذکر رسول ﷺ کی مفتقر ہوتی ہے جیسے اذان اور نماز اتباع حدیث کی بنا پر جس کو روایت کیا ہے مسلم

نے، تیسرا رکن: اتباع حدیث کی بنا پر (نہایۃ ص۳۱٤ ج۲) (اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرنا) اور اس لئے کہ خطبہ سے مقصود اعظم یہ ہی ہے [ایضا] (یہ) یعنی ذکر کردہ ارکان (۲ خطبوں میں سے ہر ایک میں واجب ہے) سلف اور خلف کی اقتداء کرتے ہوئے اور اس لئے کہ ایک خطبہ دوسرے سے جدا ہے [ایضا] (لفظ الحمد للہ اور) لفظِ (الصلاۃ متعین ہے) یعنی ان دونوں کا مادہ پایا جانا ضروری ہے، لہذا اگر "الشکر للہ" یا "الحمد للرحمن" کہے تو کافی نہ ہو گا کیونکہ لفظِ "الحمد" کے اور لفظِ "اللہ" کے مادہ کا پایا جانا ضروری ہے جو ان میں نہیں ہے، لہذا "رحمن" کا ذکر اور اس کے علاوہ اللہ تعالی کے اور ناموں میں سے کسی نام کا ذکر کافی نہ ہو گا، اسی طرح اگر "رحم اللہ محمدا" اور "صلی اللہ علی جبریل" لفظ "محمد" کو بدلکر کہے یا ضمیر کے ساتھ "رسولہ" کہے تو کافی نہ ہو گا اس لئے کہ لفظِ "الصلاۃ" کے اور لفظِ "محمد یا النبی یا احمد یا رسول" کے مادہ کا پایا جانا ضروری ہے (اور لفظِ "الوصیۃ" متعین نہیں ہے) یعنی بعینہ لفظ "الوصیۃ" یا اس کا مادہ کہنا ضروری نہیں ہے (لہذا) لفظ (اطیعوا اللہ) یا اس کے مانند کہنا (کافی ہے) اس لئے کہ غرض وعظ و نصیحت ہے جو اس کے علاوہ لفظ سے بھی حاصل ہوتی ہے (نہایۃ ص۳۱٤ ج۲) ذکر کردہ تین ارکان: "حمد، صلاۃ اور وصیت میں" ترتیب معتمد قول کے مطابق سنت ہے اسی طرح دونوں خطبوں کے ارکان کی ترتیب سنت ہے، جیسا کہ اسی کے مطابق سلف اور خلف کا معمول رہا، ترتیب کے بغیر مقصود کا حصول ہونے کی بنا پر ترتیب کو واجب نہیں قرار دیا، خطبہ کا (چوتھا) رکن: اتباع حدیث کی بنا پر (۲ خطبوں میں سے کسی ایک میں آیت پڑھنا) اس لئے کہ بلا تعیین خطبہ میں پڑھنا ثابت ہے، یعنی ایسی آیت پڑھنا ضروری ہے جو "مفہمہ" ہو یعنی اس میں وعدہ، وعید، نصیحت یا حکم ہو، لہذا اگر یہ آیت: "ثُمَّ نَظَرَ" یا "ثُمَّ عَبَسَ" پڑھے تو کافی نہ ہو گی اس لئے کہ یہ غیر "مفہمہ" ہے (مغنی ص۵۵۱ ج۱) (اور پانچواں) رکن: (دوسرے) خطبہ (میں مؤمنین) اور مؤمنات

(کے لئے دعا کرنا) اتباع سلف وخلف کی بنا پر اور اس لئے بھی کہ دعا آخری خطبہ میں منا سب ہے، اگر دعا عام یعنی مؤمنین اور مؤمنات کے لئے نہ کرے بلکہ خاص حاضرین کے لئے کرے جیسے کہے: "رحمکم اللہ" [اللہ تم پر رحم کرے] تو کافی ہو گی بلکہ حاضرین میں سے صرف ۴۰ لوگوں کے لئے کرے تب بھی کافی ہو گی اس کے بر خلاف اگر ۴۰ سے کم لو گوں کے لئے کرے تو کافی نہ ہو گی،

امور آخرت سے متعلق دعا مانگنا ضروری ہے لہذا اگر صرف دنیوی امور سے متعلق مانگے تو کافی نہ ہو گی، مصنفؒ ارکان خطبہ کے ذکر سے فارغ ہوئے، اب خطبہ کی شرطیں بیان فرما رہے ہیں: (وَشَرْطُهُمَا أَلطَّهَارَةُ وَالسِّتَارَةُ وَوُقُوْعُهُمَا فِي وَقْتِ الظُّهْرِ قَبْلَ الصَّلاَةِ وَالْقِيَامُ فِيْهِمَا وَالْقُعُوْدُ بَيْنَهُمَا وَرَفْعُ الصَّوْتِ بِحَيْثُ يَسْمَعُهُ أَرْبَعُوْنَ تَنْعَقِدُ بِهِمُ الْجُمُعَةُ اور دونوں خطبوں کی شرطیں) یہ ہیں: (۱) حدث اصغر واکبر سے اور غیر معفو عنھا نجاست سے بدن کا اور اس نجاست سے کپڑے اور جگہ کا بھی (پاک ہونا) [طھارت کی شرط شروط نماز میں بھی ذکر ہوئی ملاحظہ فرمائیں] اگر دوران خطبہ خطیب کو حدث لاحق ہو جائے اور پھر خطیب ہی پاکی حاصل کر کے خطبہ دے تو از سر نو خطبہ دینا ضروری ہے چاہے فاصلہ کم ہو یعنی خطیب کم وقت میں پاکی حاصل کر کے دوبارہ خطبہ کے لئے لوٹا ہو، اگر خطیب دوسرے کو نائب بنائے تو یہ اس پڑھے ہوئے خطبہ پر بنا کرے گا (نھایة مع حاشیة ص۳۲۳ ج۲) (۲) اتباع حدیث کی بنا پر [ایضا] (ستر چھپانا) (۳) روایت شیخین کی بنا پر (دونوں خطبوں کا ظہر کے وقت میں واقع ہونا) (۴) (نماز سے پہلے) دونوں خطبوں کا واقع ہونا، یہ شرط جمعہ صحیح ہونے کی شرطوں میں گزر چکی، (۵) اتباع حدیث کی بنا پر (نھایة ص۳۱۸ ج۲) (دونوں خطبوں میں) اگر قادر ہو تو (قیام کا ہونا) یعنی دونوں خطبے اگر قادر ہو تو کھڑا ہو کر دینا، کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو بیٹھکر یا لیٹکر خطبہ دینا جائز ہے جیسا کہ مصلی اگر

کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو اس کے لئے بیٹھکر یا لیٹکر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن عاجز دوسرے کو نائب بنائے تو اولی ہے[ایضا] (٦)روایت مسلم کی بنا پر(۲ خطبوں کے درمیان بیٹھنا) یہ بہت ہی خفیف[کم] ہو تقریبا سورئہ اخلاص پڑھنے کی مقدار بیٹھنا ہو لیکن طمانینت کی مقدار بیٹھنا واجب ہے(المجموع ص ٥١٤ ج ٤) بیٹھکر یا لیٹکر خطبہ دینے والا عاجز ۲ خطبوں کے درمیان سکتہ[یعنی تھوڑی دیر خاموشی] اختیار کرے اور یہ واجب ہے جیسا کہ ۲ خطبوں کے درمیان تمیز کے لئے بیٹھنا واجب ہے (اور)(٧) خطبوں کی (آواز اتنی بلند ہو کہ اس) آواز (کو ایسے چالیس افراد سنیں جن سے جمعہ منعقد ہوتی ہے) اس لئے کہ سنے بغیر حاضرین کے حق میں خطبے بے فائدہ ہیں، اگر خطیب اتنی بلند آواز میں خطبہ دے کہ لوگ سن سکیں لیکن بہرے ہونے کے سبب انھیں آواز سنائی نہ دے یا یہ کہ ۴۰ سے کم لوگ آواز کو سنیں تو شرط فوت ہونے کی بنا پر نماز جمعہ صحیح نہ ہو گی جیسا کہ سامعین دور ہونے کے سبب انھیں آواز سنائی نہ دے تو جمعہ صحیح نہیں ہوتی[سونے کی وجہ سے نہ سن سکیں تو بھی یہ ہی حکم ہو گا] سننے سے مراد ارکان کا سننا ہے، ۴۰/ افراد کے سننے کی جو شرط ہے وہ امام کو ملا کر ہے لہذا امام کے علاوہ ۳۹/ افراد سنیں تب بھی کافی ہے،

خطبوں کی مزید شرطیں یہ ہیں: پہلی شرط: دونوں خطبے عربی میں ہوں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:"صلوا کمار أیتمونی أصلی"تم ایسی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے(شرح مھذب) اس سے معلوم ہوا کہ ہماری نماز کے ارکان و شروط کا رسول اللہ ﷺ کے ارکان و شروط کے موافق ہونا لازم و ضروری ہے اور نبی کریم ﷺ کے خطبات جمعہ سب کے سب عربی زبان میں ہوئے ہیں لہذا ہمارے خطبات کا بھی عربی زبان میں ہونا لازم ہے ورنہ شرط نماز اداء نہ ہو گی اس لئے پھر نماز جمعہ بھی اداء نہ ہو گی، اور قاعدہ کلیہ ہے: کہ اذا فات الشرط فات المشروط، جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت

ہو جائے گا، سراج الوہاج میں ہے: **و یشترط کونھا أی الخطبة عربیة فیجب أن یتعلمھا واحد من القوم** (ص۱۷) خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے اس لئے قوم میں سے ایک کا عربی سیکھنا واجب ہے،

اعتراض اور جواب

اعتراض: آپ ﷺ کے مخاطبین عربی تھے غیر عرب نہیں تھے اس لئے آپ ﷺ عربی زبان میں خطبات دیتے تھے؟

جواب: آپ ﷺ کے بعد صحابۂ کرام دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل گئے تھے اور ان کے مخاطبین عجمی تھے پھر بھی کسی ایک صحابی سے غیر عربی میں خطبات منقول نہیں، اگر جواز ہوتا تو ضرور منقول ہوتا، دوسری شرط: اتباع حدیث کی بنا پر (نہایہ ص۳۲۳ ج۲) دونوں خطبوں اور ان کے ارکان کے درمیان اسی طرح ۲ خطبوں اور نماز کے درمیان موالاۃ ہو **(وَ سُنَنُهُمَا مِنْبَر أَوْ مَوْضِع عَالٍ وَأَنْ يُسَلِّمَ إِذَا دَخَلَ وَإِذَا صَعِدَ وَيَجْلِسَ حَتَّى يُؤَذِّنَ وَ يَعْتَمِدَ عَلَى سَيْفٍ أَوْ قَوْسٍ أَوْ عَصًا وَيُقْبِلَ عَلَيْهِمْ فِي جَمِيْعِهِمَا** اور ۲ خطبوں کی سنتیں) یہ ہیں: (ممبر یا اونچی جگہ ہو) روایت شیخین کی بنا پر ممبر پر خطبے دینا سنت ہے اگر ممبر نہ ہو تو ایسی اونچی جگہ پر دے جو ممبر کے قائم مقام ہو، اس لئے کہ یہ طریقہ ابلغ فی الاعلام ہے (جب) خطیب مسجد میں (داخل ہو تو) لوگوں پر (سلام کرے) سنت ہے تاکہ لوگ خطیب کی طرف متوجہ ہوں (نہایۃ ص ۳۲٤ ج۲) اور جب ممبر کے پاس پہنچے تو وہاں بھی بیٹھے ہوئے لوگوں پر سلام کرے (جب) ممبر پر (چڑھے تو) اتباع حدیث کی بناپر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر سلام کرے سنت ہے، سامعین پر سلام کا جواب دینا واجب ہے اور یہ فرض کفایہ ہے (بیٹھے) یعنی سنت ہے کہ خطیب مستراح پر بیٹھے [یعنی جس سیڑھی پر خطیب بیٹھتا ہے اسے مستراح کہا جاتا ہے]

(یہاں تک کہ) مؤذن (اذان دے) اور فارغ ہو جائے، یہ اتباع حدیث کی بنا پر ہے، سنت ہے کہ خطبوں کے وقت (تلوار، کمان یا عصا پر ٹیک لگائے) اس طرح کہ تلوار یا عصا وغیرہ بائیں ہاتھ میں ہو اور دایاں ہاتھ ممبر کے کنارے چھوڑے رکھے، یہ روایت ابوداود وغیرہ کی بنا پر ہے (اور) سنت ہے کہ خطیب (سامعین پر دونوں خطبے مکمل ہونے تک متوجہ رہے) خطبہ کے کسی بھی حصہ میں نہ دائیں طرف متوجہ ہوں اور نہ بائیں طرف، اس لئے کہ یہ بدعت ہے، **ولا یلتفت فی شئ منھما یمینا ولا شما لا لأنہ بدعۃ بل یستمر علی ما مر من الاقبال علیھم الی فراغھا** (فیض ص ۲۰۱ ج ۱)

سامعین کے لئے بھی مستحب ہے کہ خطیب کی طرف متوجہ رہیں، سمرۃ ابن جندبؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب خطبہ دیتے تو ہماری طرف رخ فرماتے اور ہم آپ ﷺ کی طرف رخ کرتے،

(**وَالْجُمُعَةُ رَكْعَتَانِ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى الْجُمُعَةَ وَفِي الثَّانِيَةِ الْمُنَافِقُونَ وَمَنْ أَدْرَكَ مَعَ الْإِمَامِ رُكُوعَ الثَّانِيَةِ وَاطْمَأَنَّ فَقَدْ أَدْرَكَ الْجُمُعَةَ وَإِنْ أَدْرَكَهُ بَعْدَهُ فَاتَتْهُ الْجُمُعَةُ فَيَنْوِي الْجُمُعَةَ خَلْفَهُ فَإِذَا سَلَّمَ أَتَمَّ الظُّهْرَ** اور جمعہ) کی نماز (۲ رکعت ہے پہلی) رکعت (میں) سورۃ (جمعہ پڑھے اور دوسری) رکعت (میں) سورۃ (منافقون) یہ اتباع حدیث کی بنا پر ہے (اور جس نے امام کے ساتھ دوسری) رکعت (کا رکوع پایا درانحالیکہ) اس کے ساتھ (طمانینت حاصل ہو تو اس نے جمعہ پالیا) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت پائی اس نے (مکمل) نماز کو پالیا (اور اگر مقتدی امام کو دوسرے رکوع کے بعد پائے تو) مذکورہ حدیث کے مفہوم پر عمل کرتے ہوئے (اس کی جمعہ فوت ہوئی لیکن) اس پر واجب ہے کہ اس صورت میں (امام کے پیچھے جمعہ کی نیت کرے) اس نیت کا وجوب موافقتِ امام کی وجہ سے ہے (پھر جب امام سلام پھیرے تو) مقتدی کھڑا ہو جائے اور (ظہر) کی نماز (پوری کرے) اس لئے کہ دونوں نمازیں ایک وقت میں ہونے کی بنا پر ان میں سے

اطول یعنی ظہر کی بنا کو اقصر یعنی امام کے ساتھ پڑھی ہوئی ایک رکعت سے کم نماز پر جائز قرار دیا۔

(وَیُنْدَبُ لِمُرِیْدِھَا أَنْ یَغْتَسِلَ عِنْدَ الذَّھَابِ وَیَجُوْزُ مِنَ الْفَجْرِ فَإِنْ عَجَزَ تَیَمَّمَ وَ أَنْ یَتَنَظَّفَ بِسِوَاکٍ وَ أَخْذِ ظُفْرٍ وَ شَعْرٍ وَ قَطْعِ رَائِحَۃٍ کَرِیْھَۃٍ وَیَتَطَیَّبَ وَیَلْبَسَ أَحْسَنَ ثِیَابِہِ وَ أَفْضَلُھَا الْبِیْضُ وَ الْإِمَامُ یَزِیْدُ عَلَیْھِمْ فِی الزِّیْنَۃِ وَیُکْرَہُ لِلْمَرْأَۃِ إِذَا حَضَرَتِ الطِّیْبُ وَ فَاخِرُ الثِّیَابِ وَیُبَکِّرَ وَ أَفْضَلُہُ مِنَ الْفَجْرِ وَیَمْشِی بِسَکِیْنَۃٍ وَوَقَارٍ وَلَا یَرْکَبُ إِلَّا لِعُذْرٍ وَ یَدْنُوَ مِنَ الْإِمَامِ وَیَشْتَغِلَ بِالذِّکْرِ وَ التِّلَاوَۃِ وَ الصَّلَاۃِ وَلَا یَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ فَإِذَا وَجَدَ فُرْجَۃً لَا یَصِلُ إِلَیْھَا إِلَّا بِالتَّخَطِّی لَمْ یُکْرَہْ مرید جمعہ) یعنی نماز جمعہ کا ارادہ کرنے والے (کے لئے مستحب ہے کہ) نماز جمعہ کے لئے (جاتے وقت غسل کرے) غسل نہ کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے، یعنی آنے کا ارادہ کرے، تو اسے چاہیئے کہ غسل کرے (اور فجر سے غسل کرنا جائز ہے) مطلب یہ ہیکہ اس غسل کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق جمعہ کے دن سے ہے اور جمعہ کی طرف غسل کی اضافت کی گئی ہے (اگر) غسل سے (عاجز ہو تو تیمم کرے) اس لئے کہ عاجزی کے وقت شریعت نے تیمم کو غسل کا قائم مقام ٹھہرایا ہے (اور) مرید جمعہ کے لئے (یہ) مستحب ہے (کہ) جمعہ کے لئے (مسواک سے صفائی کرے) اس لئے کہ جب اس کا استعمال جمعہ کے علاوہ میں مطلوب ہے تو جمعہ میں لوگوں کے اجتماع کی بنا پر مسواک کا استعمال اولی ہے (اور ناخن اور بال تراشے) مراد اس سے سر کے بال کے علاوہ ہے (اور بدبو زائل کرے اور خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے) یہ سب مرید جمعہ کے لئے مستحب ہیں (لیکن سفید افضل ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو اس لئے کہ تمہارے کپڑوں میں یہ بہتر ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو، اور آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اچھے کپڑے پہنے، خوشبو لگائے

اگر خوشبو ہو تو، پھر جمعہ کے لئے آئے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھاندے، پھر اللہ تعالی نے جو نماز اس کے لئے مقدر کی ہے اسے اداء کرے اور امام کے خطبہ دینے کے لئے نکلنے سے لیکر نماز سے فارغ ہونے تک خاموش رہے تو یہ عمل اس کے لئے اس جمعہ اور اس سے پہلے والی جمعہ کے درمیان کا [یعنی اس درمیان کے گناہوں کے لئے] کفارہ ہو گا (اور امام مقتدیوں کے مقابلہ میں زینت کو زیادہ کرے) کثرتِ نظر کی بناپر اور اس لئے کہ اس کی اقتداء کی جاتی ہے (لیکن عورت کے لئے مکروہ ہے خوشبو لگانا اور عمدہ کپڑے پہننا جب جمعہ میں حاضر ہو) اس لئے کہ یہ داعی الی الفتنہ ہو گا [اور اس موجودہ پر فتن اور عریانیت کے دور میں تو عورت کی حاضری فتنہ ہے لہذا جائز نہیں] (اور) مرید جمعہ کے لئے مستحب ہے کہ (جلدی جائے) تبکیر کے مختلف معانی ہیں: صبح کے وقت آنا، جلدی آنا، علی الصبح بیدار کر دینا، آگے ہونا اور نماز کے لئے اول وقت آنا (بیان اللسان ص ۱۳۲) (لیکن فجر) کے شروع (سے جانا افضل ہے) اس لئے کہ یہ دن کا اول حصہ ہے، اور اس لئے بھی کہ اگلی صف میں جگہ پائے اور نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے، یہ استحباب امام کے علاوہ کے لئے ہے اور امام کے لئے آپ ﷺ کی اتباع میں جمعہ اداء کرنے کے وقت جانا مستحب ہے (اور) مرید جمعہ کے لئے مستحب ہے کہ (سکون وو قار سے چلے) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے آؤ تو چل کر آؤ، دوڑ کر نہ آؤ (اور سوار ہو کر نہ جائے مگر عذر کی بناپر) جیسے عمر رسیدہ ہو، کمزور ہو اور گھر مسجد سے اتنا دور ہو کہ چلنے کے سبب تھکان خشوع کے لئے مانع ہو، وغیرہ (اور) سنت ہے کہ (امام سے قریب بیٹھے) تاکہ خطبہ سنے (اور) خطبہ سے پہلے (ذکر، تلاوت) خصوصا سورۂ کہف کی تلاوت میں (اور آپ ﷺ پر درود پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور) مسجد میں داخل ہوتے وقت (لوگوں کی گردنیں نہ پھاندے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو لوگوں کی گردنیں پھاندتے ہوئے دیکھا تو اس سے

فرمایا بیٹھ جا تو نے تکلیف دی، حاجت کے بغیر گردنیں پھاند کر جانا امام کے علاوہ کے لئے مکروہ ہے اگر حاجت ہو تو مکروہ نہیں ہے، اسی لئے مصنفؒ نے آگے فرمایا: (جب) مسجد میں داخل ہونے والا (خالی جگہ پائے لیکن اس تک نہ پہنچ سکے مگر گردنیں پھاند کر تو) پھاند کر جانا (مکروہ نہیں ہے)۔

(وَيَحْرُمُ أَنْ يُقِيمَ رَجُلاً وَيَجْلِسَ مَكَانَهُ فَإِنْ قَامَ بِاخْتِيَارِهِ جَازَ اور) مسجد میں داخل ہونے والے پر (حرام ہے کہ) مسجد کی جگہ میں (بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھائے اور خود اس جگہ پر بیٹھے) اس لئے کہ یہ غاصب ہے (اگر بیٹھا ہوا شخص اپنے اختیار) اور مرضی (سے اٹھ جائے تو) دوسرے کے لئے اس جگہ پر بیٹھنا (جائز ہے) اس لئے کہ اس نے اپنے حق کو چھوڑ دیا اور دوبارہ نہ بیٹھنے کا عزم رکھتے ہوئے کھڑا ہونے سے اس کا استحقاق ختم ہوا [لہذا دوسرے کے حق میں اس جگہ بیٹھنا جائز ہوا]

(وَيُكْرَهُ أَنْ يُؤْثِرَ غَيْرَهُ بِالصَّفِّ الْأَوَّلِ أَوْ بِالْقُرْبِ مِنَ الْإِمَامِ وَبِكُلِّ قُرْبَةٍ اور مکروہ ہے کہ دوسرے کو صف اولی میں ترجیح دے) یعنی خود پیچھے آئے اور دوسرے کو جگہ دے کر اس کی فضیلت کو اس کے ساتھ خاص کرے (یا) بغیر عذر کے (امام سے قریبی جگہ میں) ترجیح دے (اور) یہ بھی مکروہ ہے کہ دوسرے کو (ہر طاعت) یعنی عبادت (میں) ترجیح دے، اس لئے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: لوگ برابر پیچھے رہیں گے (عبادتوں میں) یہاں تک کہ اللہ تعالی ان کو اپنے قرب اور بلند مراتب سے پیچھے کر دینگے (وَيَجُوزُ أَنْ يَبْعَثَ مَنْ يَأْخُذُ لَهُ مَوْضِعًا يَبْسُطُ شَيْئًا فِيهِ لٰكِنْ لِغَيْرِهِ إِزَالَتُهُ وَالْجُلُوسُ مَكَانَهُ اور) آدمی کے لئے (جائز ہے کہ کسی شخص کو بھیجے جو اس کے لئے) مسجد میں (جگہ روک لے) یعنی پکڑے (اور اس) پکڑی ہوئی (جگہ پر) نشانی کے لئے (کوئی چیز) جیسے رومال وغیرہ (بچھائے) پھر اس صورت میں باعث کے علاوہ کے لئے اس بچھائی ہوئی چیز پر بیٹھنا جائز نہیں (لیکن باعث کے علاوہ

کے لئے اس) بچھائی ہوئی چیز (کو ہٹانا اور اس جگہ پر بیٹھنا جائز ہے) مگر اس کے برخلاف خود حاضر ہو اور چیز بچھائے تو پھر اس کے علاوہ کے لئے اس چیز کو ہٹا کر اس جگہ بیٹھنا جائز نہیں اگر بیٹھے تو غاصب ہو گا،

(وَ يُكْرَهُ الْكَلاَمُ وَ الصَّلاَةُ حَا لَ الْخُطْبَةِ وَ لاَ يَحْرُ مَا نِ فَإِنْ دَخَلَ صَلَّى التَّحِيَّةَ فَقَطْ وَيُخَفِّفُهَا خطبہ کے وقت بات کرنا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے حرام نہیں) اس لئے کہ اس صورت میں خطبہ سے اعراض ہے، یہ کراہت مسجد میں حاضر شخص کے لئے ہے اگر چہ اسے خطبہ سنائی نہ دے کیونکہ نہ سنائی دینے پر مکروہ چیزوں میں مشغول ہونے سے خطبہ سننے والے کو خلل ہو گا، لیکن معتمد قول کے مطابق نماز پڑھنا حرام ہے، فقال أصحابنا اذا جلس الامام علی المنبر امتنع ابتداء النافلة و نقلوا الاجماع فيه و قال صاحب الحاوی اذا جلس الامام علی المنبر حرم علی من فی المسجد أن يبتدئ صلاة النافلة و ان كان فی صلاة جلس و هذا اجماع (المجموع ص۵۵۱ ج۴) ہمارے اصحاب فرماتے ہیں: جب امام ممبر پر بیٹھے تو نفل کی ابتداء ممنوع ہے اور اس مسئلہ میں اجماع نقل کیا ہے، صاحب حاوی فرماتے ہیں: جب امام ممبر پر بیٹھے تو مسجد میں بیٹھنے والے پر حرام ہے کہ نماز نفل کی ابتداء کرے اور اگر نماز میں ہو تو بیٹھے، یہ مسئلہ بالا جماع ہے (اگر کوئی شخص) مسجد میں (داخل ہو) درانحالیکہ امام خطبہ دے رہا ہو یا ممبر پر بیٹھا ہو (تو مختصر سی صرف تحیۃ المسجد) کی ۲ رکعت نماز (پڑھے) ۲ سے زائد نہ پڑھے (نہایہ ص۳۲۲ ج۲) لیکن ان ۲ رکعتوں کو نہ پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ ۲ رکعت نماز پڑھے، اور جمعہ کے روز آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اور سلیک غطفانیؓ آکر بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے سلیک کھڑے ہو جاؤ اور ۲ رکعت نماز پڑھو، (اقناع ص ۱۵۹ ج۱) اگر مسجد کے علاوہ جگہ میں خطبہ ہو رہا ہو تو وہاں داخل ہونے والا شخص نماز نہ پڑھے۔ ۲ رکعت پڑھنا سنت ہے اور

تخفیف کاجو حکم ہے وہ واجب ہے (نہایہ ص ۳۲۲ ج۲) اگر کوئی مسجد میں خطبہ کے آخری وقت داخل ہوجائے اور اسے غالب گمان ہو کہ اگر ۲رکعت پڑھے تو تکبیر تحریمہ فوت ہو گی تو نہ پڑھے بلکہ کھڑا ہی رہے یہاں تک کہ نماز کھڑی ہو جائے تو فرض میں مشغول ہونے سے تحیۃ المسجد کی فضیلت فوت نہ ہو گی، داخل ہونے والا تحیۃ المسجد نہ پڑھتے ہوئے جمعہ کی سنت یا ۲رکعت والی قضاء نماز پڑھے تو بھی سنت ہے، **ویستثنی التحیة لداخل المسجد و الخطیب علی المنبر فیسن له فعلها (قوله فیسن له فعلها) أی سواء فی ذلک سنة الجمعة و غیرها کفائتة حیث لم تزد علی رکعتین** (نہایہ مع حاشیہ ص ۳۲۱ ج۲) مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے خطیب کے ممبر پر بیٹھنے کی صورت میں تحیۃ المسجد کا استثناء کیا گیا ہے اور اس کو پڑھنا اس کے لئے سنت قرار دیا ہے، محشی فرماتے ہیں: صاحب نہایۃ کا قول: (**فیسن له فعلها**) یعنی اس سنت میں جمعہ کی سنت اور اس کے علاوہ جیسے فوت شدہ (یعنی قضاء) نماز برابر ہے اس اعتبار سے کہ ۲رکعت سے زائد نہ ہو (یعنی ۲ سے زائد رکعت نہ پڑھے) مختصر سی ۲رکعت پڑھنے سے مراد: صرف واجبات کو اداء کرتے ہوئے ۲رکعت نماز پوری کرے، **و المراد بالتخفیف فیماذکر الاقتصار علی الواجبات** (نہایة ص ۳۲۲ ج۲)

(**وَیُنْدَبُ الْکَهْفُ وَالصَّلاۃُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ وَ یَوْمَهَا وَیُکْثِرُ فِی یَوْمِهَا الدُّعَاءَ رَجَاءَ سَاعَةِ الْاِجَابَةِ وَهِیَ مَابَیْنَ جُلُوْسِ الْاِمَامِ عَلَی الْمِنْبَرِ اِلَی فَرَاغِ الصَّلاۃِ** جمعہ کی رات اور دن میں) سورۂ (کہف) پڑھنا (اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا (مستحب ہے) احادیث میں ان کی فضیلت وارد ہے، سورۂ کہف دن میں پڑھنا مؤکد ہے (نہایة ص ۳۴۱ ج۲) (اور) روایت شیخین کی بنا پر (جمعہ کے دن میں کثرت سے دعا کرے ساعۃ اجابۃ) کے موافق ہونے (کی امید رکھتے ہوئے) ساعۃ اجابۃ: یعنی (جمعہ کے دن) ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس میں جو دعا مانگی جائے قبول ہو گی، عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ:

جمعہ کے دن "ساعۃ اجابۃ" ہے اس لئے کثرت سے دعامانگے تاکہ دعااس قبولیت کی گھڑی میں واقع ہو جائے (اور یہ) یعنی ساعۃ اجابۃ (امام کے ممبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز سے فارغ ہونے تک کے درمیان ہے) ابو موسی اشعریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ [یعنی ساعۃ اجابۃ] امام کے بیٹھنے سے لیکر نماز پوری ہونے تک کے درمیان ہے،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلاَۃِ الْعِیْدَیْنِ)

(عیدین کی نماز کا بیان)

عیدین سے مراد: عید الفطر اور عید الاضحی ہے، **عید عود** سے مشتق ہے ہر سال لوٹ کر آنے کی بنا پر، اور تحقیق علی عمدۃ میں ہے: **العید مأخوذ من العود لأن اللہ تعالی یعود علی عبادہ فیہ بالسرور کل عام** (ص۱۲۶) **عید عود** سے مأخوذ ہے اس لئے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر عید کے دن میں ہر سال خوشی کو لوٹاتے ہیں،

مشروعیت

نماز عیدین کی مشروعیت ۲ھ میں ہوئی (حاشیۂ قلیوبی ص ۳۰۴ ج ۱) سب سے پہلے آپ ﷺ نے ۲ھ میں عید الفطر کی نماز اداء کی (اقناع ص ۱۷۲ ج ۱)

خصوصیت

عیدین کی نماز اس امت کی خصوصیات میں سے ہے (حاشیۂ قلیوبی ص۳۰۴ ج ۱)

(**هِیَ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَيُنْدَبُ لَهَا الْجَمَاعَةُ وَوَقْتُهَا مِنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَيُنْدَبُ مِنْ اِرْتِفَاعِهَا قَدْرَ رُمْحٍ اِلَى الزَّوَالِ** عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے) اس لئے کہ اس پر آپ ﷺ نے مواظبت کی (اور نماز عیدین کے لئے جماعت مستحب ہے) اس لئے کہ یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے، مگر حاجی کے حق میں منی میں اشتغال اعمال کی بنا پر جماعت مطلوب نہیں ہے، یعنی تنہا پڑھنا ہے، (قلائد الخرائد ص۱۸۲ ج ۱) (اور اس کا) یعنی نماز عیدین کا (وقت سورج کے طلوع ہونے) کی ابتداء (سے) شروع ہوتا ہے، اس لئے کہ اس وقت سے صبح کا وقت نکل جاتا ہے اور (زوال تک) رہتا (ہے) اس لئے کہ مواقیت کا دارو مدار اس بنیاد پر ہے کہ جب کسی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے تو اس سے پہلی والی نماز کا وقت نکل جاتا ہے یا اس کے بر عکس یعنی کسی نماز کا وقت نکل جاتا ہے تو دوسری نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ زوال سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے تو نماز عید کا وقت نکل جاتا

ہے اور طلوع شمس سے صبح کا وقت نکل جاتا ہے تو نماز عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے(نہایۃ ص٣٨٧ ج ٢) (لیکن مستحب ہے) کہ اتباع حدیث کی بنا پر (ایک نیزہ کی مقدار سورج بلند ہونے سے) نماز پڑھنا شروع کرے، آخری وقت تو زوال تک ہے، اگر بلند ہونے سے پہلے پڑھے تو معتمد قول کے مطابق مکروہ نہیں ہے فلو فعلها لم تكره على المعتمد(حاشیۂ قلیو بی ص٣٠٥ ج ١) اگر پہلے پڑھے تو معتمد قول کے مطابق مکروہ نہیں ہے [خلاف اولی ہے] (وَ فِعْلُهَا فِي الْمَسْجِدِ اَفْضَلُ اِنَ اتَّسَعَ فَاِنْ ضَاقَ فَالصَّحْرَاءُ اَفْضَلُ اگر) مسجد میں (وسعت ہو تو نماز عید مسجد میں پڑھنا) اس کے شرف کے سبب (افضل ہے اور اگر) مسجد میں جگہ (تنگ ہو تو جنگل) یعنی عید گاہ (میں) پڑھنا (افضل ہے) اس لئے کہ مسجد میں جگہ تنگ ہونے کی بنا پر آپ ﷺ نے نماز عید صحراء میں اداء کی (وَيُنْدَبُ أَنْ لاَ يَأْكُلَ فِي الْأَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ وَ يَأْكُلَ فِي الْفِطْرِ قَبْلَ الصَّلاَةِ تَمَرَاتٍ وِتْرًا وَ يَغْتَسِلَ بَعْدَ الْفَجْرِ وَاِنْ لَمْ يُصَلِّ وَ يَجُوْزُ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ وَ يَتَطَيَّبَ وَ يَلْبَسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَ يُنْدَبُ حُضُوْرُ الصِّبْيَانِ بِزِيْنَتِهِمْ وَ مَنْ لاَ تُشْتَهٰى مِنَ النِّسَاءِ بِغَيْرِ طِيْبٍ وَلاَ زِيْنَةٍ وَيُكْرَهُ لِمُشْتَهَاةٍ وَ يُبَكِّرَ بَعْدَ الْفَجْرِ وَ مَاشِيًا وَيَرْجِعَ فِي غَيْرِ طَرِيْقِهِ وَيَتَأَخَّرَ الْإِمَامُ اِلَى وَقْتِ الصَّلاَةِ وَيُنَادٰى لَهَا وَ لِلْكُسُوْفِ وَ الْاِسْتِسْقَاءِ "أَلصَّلاَةُ جَامِعَة" اور مستحب ہے کہ عید الاُضحی میں) یعنی عید الاُضحی کی نماز سے پہلے کچھ (نہ کھائے یہاں تک کہ نماز پڑھے اور) مستحب ہیکہ (عید الفطر میں نماز سے پہلے طاق عدد) یعنی ٣ یا ٥ یا ٧ / اس طرح (کھجوریں کھائے) یہ تمام حدیث کی اتباع میں ہے (شرح محلی علی منهاج فی حاشیتان ص٣٠٧ ج ١) (اور) مستحب ہیکہ زینت کے لئے (طلوع فجر کے بعد غسل کرے اگر چہ نماز نہ پڑھے) یعنی نماز کا ارادہ نہ ہو تب بھی غسل کرے (اور نصف رات سے) غسل (جائز ہے اور) مستحب ہیکہ (خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے) اس لئے کہ یہ خوشی اور زینت کا دن ہے، سفید کپڑے افضل ہیں لیکن سفید کے علاوہ اچھے اور عمدہ ہوں تو یہ سفید سے بھی افضل ہیں

مگر جمعہ میں سفید ہی افضل ہے اس لئے کہ عید کے دن نعمتوں کے اظہار کا قصد کرنا ہے اور جمعہ کے دن تواضع کا اظہار کرنا ہے (اور) نماز عیدین کے لئے (بچوں کا زینت کر کے حاضر ہونا مستحب ہے) تا کہ ان کو خیر کی عادت ہو جائے (اور عورتوں میں سے وہ عورت) حاضر ہو جائے (جس سے شہوت نہ ابھرے) جیسے عمر رسیدہ وغیرہ لیکن حاضری (خوشبو استعمال کئے بغیر اور) کپڑے وغیرہ سے (زینت کئے بغیر) ہو (اور) مذکورہ عورتوں میں سے (اس عورت کے لئے جس سے شہوت ابھرے) حاضر ہونا (مکروہ ہے) اگر چہ بغیر زینت کے ہو، لیکن موجودہ پر فتن اور عریانیت کے دور میں فتنہ متحقق ہونے کے پیش نظر حاضری جائز نہیں ہے (اور) عید کی نماز پڑھنے والے کے لئے سنت ہیکہ (فجر کے بعد نکلے) تا کہ جگہ پا ئے اور نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے (اور) سنت ہیکہ (پیدل جائے) اس لئے کہ آپ ﷺ نماز عید اور جنازہ کے لئے کبھی سوار نہیں ہوئے، اگر چلنے سے عاجز ہو تو سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں (اور) سنت ہیکہ (جس راستہ سے مسجد میں جائے اس راستہ کے علاوہ سے لوٹے) یہ اتباع حدیث کی وجہ سے ہے (ابن ماجہ ص ۹۳) چاہے پیدل لو ٹے چاہے سوار ہو کر (اور) سنت ہیکہ (امام) مسجد میں حاضری کو (نماز کے وقت تک مؤخر کرے) روایت شیخین کی بنا پر (اور) سنت ہیکہ (نماز عیدین، کسوف اور استسقاء کے لئے "الصلاۃ جامعۃ") اس طرح (آواز لگائی جائے) حضرت عمرو ابن عاصؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: جب آپ ﷺ کے زمانہ میں سورج گہن ہوا تو "الصلاۃ جامعۃ" آواز لگائی گئی، اسی پر قیاس کیا گیا ہے اس کے علاوہ عیدین اور استسقاء کو۔

(وَهِيَ رَكْعَتَانِ وَيُكَبِّرَ فِي الْأُولَى بَعْدَ الْاِسْتِفْتَاحِ وَقَبْلَ التَّعَوُّذِ سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ وَفِي الثَّانِيَةِ قَبْلَ التَّعَوُّذِ خَمْسًا غَيْرَ تَكْبِيرَةِ الْقِيَامِ وَيَرْفَعُ فِيهَا الْيَدَيْنِ وَيَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالَى بَيْنَهُنَّ وَيَضَعُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى وَلَوْ تَرَكَ التَّكْبِيرَ أَوْ زَادَ فِيهِ لَمْ يَسْجُدْ لِلسَّهْوِ وَلَوْ نَسِيَهُ وَشَرَعَ فِي التَّعَوُّذِ فَاتَ وَيَقْرَأُ فِي الْأُولَى "ق" وَفِي الثَّانِيَةِ "اِقْتَرَبَتْ" وَاِنْ شَاءَ قَرَأَ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی وَالْغَاشِیَۃَ ثُمَّ یَخْطُبُ بَعْدَھَا خُطْبَتَیْنِ کَالْجُمُعَۃِ وَیَفْتَتِحُ الْأُوْلَی نَدْبًا بِتِسْعِ تَکْبِیْرَاتٍ وَالثَّانِیَۃَ بِسَبْعٍ وَلَوْ خَطَبَ قَاعِدًا جَازَ، عیدین کی نماز ۲ رکعت ہے پہلی) رکعت (میں استفتاح) یعنی توجیہ (کے بعد اور اعوذ با اللہ الخ) پڑھنے (سے پہلے) تکبیر تحریمہ کے علاوہ (۷ تکبیریں) ہیں (اور دوسری) رکعت (میں اعوذ با اللہ الخ سے پہلے قیام کی تکبیر کے علاوہ ۵ تکبیریں ہیں) یہ اتباع حدیث کی بنا پر ہے (اور) مستحب ہیکہ (ان تکبیرات میں رفع یدین کرے اور) سنت ہیکہ (ہر ۲ تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر کرے) یعنی اس طرح کہے: سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر (اور) سنت ہیکہ (دایاں) ہاتھ ہر ۲ تکبیروں کے درمیان میں بھی (بائیں) ہاتھ (پر رکھے اور اگر) سب یا بعض (تکبیرات کو چھوڑے یا ان تکبیرات میں) تکبیر کو (زیادہ کرے تو سجدۂ سہو نہ کرے) چاہے عمدا زیادہ کرے یا بھولے سے یا عمدا چھوڑے یا بھولے سے، مطلب یہ ہیکہ پھر بھی سجدۂ سہو نہ کرے، اس لئے کہ تکبیرات سنن ہیآت میں سے ہیں، لیکن اگر کرے تو یہ تفصیل ہے: فان فعلہ عامدا عالما بطلت صلاتہ أو جاھلا فلا (حاشیۃ فی نہایہ ص ۳۹۰ ج ۲) اگر جان بوجھکر اور (اس صورت میں سجدہ کرنا نماز کو باطل کرتا ہے اگر اس مسئلہ کو) جانتے ہوئے سجدۂ سہو کرے تو نماز باطل ہوگی اور اگر (مسئلہ کو) نہ جانتے ہوئے کرے تو نماز باطل نہ ہوگی، سب یا بعض تکبیرات کو چھوڑنا مکروہ ہے (ایضا) (اور اگر مصلی) سب یا بعض (تکبیرات بھول جائے اور اعوذ با اللہ شروع کرے تو) بھولے سے چھوٹی ہوئی تکبیرات (فوت ہوئیں) اس لئے کہ وقت فوت ہوا، اسی طرح اگر جان بوجھکر چھوڑے اور اعوذ با اللہ شروع کرے تو بھی یہ ہی حکم ہے [اس لئے کہ وقت فوت ہوا] (اور) سنت ہیکہ (پہلی) رکعت (میں) سورۂ (ق اور دوسری) رکعت (میں) سورۂ (اقتربت) جہرا (پڑھے اور اگر چاہے تو) پہلی رکعت میں (سبح اسم ربک الاعلی) آخر

تک پڑھے (اور) دوسری رکعت میں سورۂ (غاشیۃ پڑھے) یعنی اگر یہ سورتیں پڑھے تو بھی سنت ہے، روایت مسلم کی بنا پر، لیکن اذرعیؒ فرماتے ہیں: جس سنت پر شافعی اور اصحاب کا نص ہے وہ پہلی سنت ہے (مغنی ص۵۸۹ ج ۱) (پھر) سنت ہیکہ (امام نماز کے بعد جمعہ) کے ۲ خطبوں (کی طرح ۲ خطبے دے) یعنی عید کے خطبوں میں جمعہ کے خطبوں کے ارکان کی رعایت کرے نہ کہ شرائط کی، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ خطبہ سے پہلے نماز عید اداء کرتے تھے، خطبہ کی سنت جماعت کے لئے ہے نہ کہ منفرد کے لئے، عید کے لئے ۲ خطبے ہونے کی دلیل قیاس ہے خطبۂ جمعہ پر (پہلے) خطبہ (کی ابتداء ۹) تکبیرات (سے اور دوسرے) خطبہ (کی) ابتداء (۷ تکبیرات سے مستحب ہے) عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں یہ سنت میں سے ہے، آپ تابعی ہیں اور آپ کا قول حجت ہے (یفتتح الاولی بتسع تکبیرات الخ) قال عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود من التابعین ان ذلک من السنۃ رواہ الشافعی و البیہقی (قولہ من السنۃ الخ) ہو قول تابعی و احتج بہ لانہ لا مدخل للرأی فیہ فما فی المنہج مرجوح فراجعہ (منہاج مع شرح محلی و حاشیۂ قلیوبی ص۳۰٦ ج۱) یہ تکبیرات خطبات کے مقدمات ہیں نہ کہ خطبات میں سے (اور اگر بیٹھکر خطبے دے تو جائز ہے) اس لئے کہ یہ دونوں خطبے نماز نفل کی طرح سنت ہے اور نفل بیٹھکر صحیح ہے [لہذا ان خطبات کو بیٹھکر دینا جائز ہوا]

(وَالتَّكْبِيْرُ مُرْسَلٌ وَمُقَيَّدٌ فَالْمُرْسَلُ وَهُوَ مَا لَا يَتَقَيَّدُ بِحَالٍ بَلْ فِي الْمَسَاجِدِ وَالْمَنَازِلِ وَالطُّرُقِ، يُسَنُّ مِنْ غُرُوْبِ الشَّمْسِ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ إِلَى أَنْ يُحْرِمَ الْإِمَامُ بِصَلَاةِ الْعِيْدِ، وَالْمُقَيَّدُ هُوَ مَا يُؤْتَى بِهِ عَقِيْبَ الصَّلَوَاتِ، يُسَنُّ فِي النَّحْرِ فَقَطْ مِنْ صَلَاةِ ظُهْرِ النَّحْرِ إِلَى صَلَاةِ صُبْحِ آخِرِ التَّشْرِيْقِ وَهُوَ رَابِعُ الْعِيْدِ يُكَبِّرُ خَلْفَ الْفَرَائِضِ الْمُؤَدَّاةِ وَالْمَقْضِيَّةِ مِنَ الْمُدَّةِ وَقَبْلَهَا وَالْمَنْذُوْرَةِ وَالْجَنَازَةِ وَالنَّوَافِلِ وَلَوْ قَضَى فَوَائِتَ الْمُدَّةِ بَعْدَهَا لَمْ يُكَبِّرْ، وَصِيْغَتُهُ: أَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَإِنْ زَادَ مَا اعْتَادَهُ النَّاسُ فَحَسَن

وَھُوَ اَللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرَ ا اِلَی آخِرِہٖ وَلَوْ رَأَی فِی عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ شَیْئًا مِنَ الْأَنْعَامِ فَلْیُکَبِّرْ، تکبیر) کی ۲ قسمیں ہیں (مرسل اور مقید، تکبیر مرسل کہتے ہیں: جو کسی حال) اور وقت (کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ مسجدوں، گھروں) بازاروں (اور راستوں) وغیرہ (میں پڑھی جائے، عیدین کی راتوں کا سورج غروب ہونے سے لیکر امام کے نماز عید کی تکبیر تحریمہ کہنے تک) اس تکبیر کا کہنا (سنت ہے) عید الفطر میں تکبیر کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُو ا اللّٰہَ عَلَی مَا ھَدَا کُمْ (سورۂ بقرۃ ۱۸۵) اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ھدایت کی (ترجمۂ قرآن) اسی پر عید الاضحی کی تکبیر کو قیاس کیا گیا ہے اور تکبیر کے وقت آواز بلند کرنا سنت ہے تاکہ عید کا شعار ظاہر ہو (اور تکبیر مقید کہتے ہیں: جو فرض نمازوں) اور نوافل (کے بعد پڑھی جائے یہ) تکبیر (صرف عید الاضحی میں سنت ہے) اس کا وقت یہ ہے: (عید الاضحی کی نماز ظہر سے لیکر تشریق کی آخری نماز صبح تک اور وہ) یعنی تشریق کا آخری دن (عید کا چوتھا) دن (ہے) مطلب یہ ہیکہ اس دن کی نماز صبح تک، یہ ذکر کردہ وقت حاجی کے لئے ہے اور حاجی کے علاوہ کے لئے معتمد قول کے مطابق یہ وقت ہے: عرفہ کی فجر سے تشریق کے آخری روز کی عصر تک [مطلب یہ ہیکہ نماز عصر کے بعد آخری مرتبہ پڑھی جائے گی] حاکم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اسی طرح تکبیر کہی (تحقیق علی عمدۃص۱۲۸) عرفہ یعنی: ذی الحجہ کے مہینہ کی نویں تاریخ اور ایام تشریق یعنی: اسی مہینہ کی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخ۔

(فرائض) کے بعد تکبیر کہی جائے (چاہے اداء ہو یا قضاء) اس میں تفصیل ہے: (چاہے ایام تکبیر کی فوت شدہ نماز کی قضاء اسی ایام میں کر رہا ہو یا ان) ایام تکبیر (سے پہلے فوت شدہ نماز کی قضاء) ایام تکبیر میں (کر رہا ہو اور منذورہ، جنازہ اور نوافل) ان تمام نمازوں (کے بعد تکبیر کہی جائے) منذورہ کے بعد تکبیر اس لئے ہے کہ: اس کو شریعت کے واجب کے درجہ میں اتار دیا گیا ہے، مصنفؒ نے جنازہ کو نوافل پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ نوافل سے مؤکد ہے نوافل ایام تکبیر میں واقع ہونے کے اعتبار سے فرض کے مشابہ ہوئیں اس لئے ان کے

بعد بھی تکبیر کہنا ہے، تکبیر کی سنیت میں: مرد، عورت، مقیم، مسافر، منفرد اور جماعت سب برابر ہے (ایام تکبیر کی فوت شدہ نمازوں کی قضا اگر ایام تکبیر کے بعد کرے تو تکبیر نہ کہے) اس لئے کہ نماز فوت ہونے کے ساتھ ساتھ تکبیر کا وقت بھی فوت ہوا (تکبیر کے) مستحب (کلمات) یہ ہیں: (اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اگر) ان پر (لوگوں کے معتاد) یعنی مشہور کلمات (زیادہ کرے تو اچھا ہے اور وہ) یعنی معتاد کلمات (اللہ اکبر کبیرا آخر تک ہیں) اول تا آخر کلمات یہ ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّأَصِیْلًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ صَدَقَ وَعْدَہُ وَنَصَرَ عَبْدَہُ وَأَعَزَّ جُنْدَہُ وَھَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ، آپ ﷺ نے ان کلمات کو صفا پر پڑھا،

تکبیر مقید کے متعلق صاحب مغنی فرماتے ہیں: [و لا یسن لیلۃ الفطر عقب الصلوات فی الاصح] لعدم وروده و ھذا ما صححہ الرافعی و کذا المصنف فی اکثر کتبہ و ھو المعتمد (منهاج مع مغنی ص۵۹۳ ج۱) اصح قول کے مطابق عید الفطر کی رات میں نمازوں کے بعد [تکبیر مقید] سنت نہیں ہے، عدم ورود کی بنا پر اور اس کو امام رافعیؒ نے اور اسی طرح مصنفؒ نے اپنی اکثر کتابوں میں صحیح قرار دیا ہے اور یہ ہی قول معتمد ہے، لیکن اس تکبیر پر اکثر لوگوں کا عمل ہے اس لئے کہی جائے چنانچہ صاحب مغنی فرماتے ہیں: و علیہ عمل غالب الناس، و علی ھذا فیکبر لیلۃ الفطر عقب المغرب و العشاء و الصبح (مغنی ص۵۹۳ ج۱) اس پر اکثر لوگوں کا عمل ہے اور اسی بنیاد پر عید الفطر کی رات مغرب، عشاء اور صبح کی نماز کے بعد تکبیر کہی جائے (اور اگر ذی الحجہ کے عشرہ میں جانوروں میں سے کچھ) جیسے اونٹ، گائے وغیرہ (دیکھے تو) دیکھنے والے کو (چاہیئے کہ) خالق کی تعظیم کے پیش نظر (تکبیر) یعنی اللہ اکبر (کہے)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلاۃِ الْکُسُوْفِ)

لفظ کسوف کا سورج گہن اور چاند گہن دونوں پر اطلاق ہوتا ہے لہذا ترجمہ اس طرح ہوگا:

(سورج اور چاند گہن کی نماز کا بیان)

خصوصیت

یہ نماز اس امت کی خصوصیات میں سے ہے(حاشیۃالجمل ص۱۰۵ ج۲)

مشروعیت

سورج گہن کی نماز ۲ھ میں مشروع ہوئی اور چاند گہن کی نماز راجح قول کے مطابق ۵ھ جمادی الآخر میں مشروع ہوئی(ایضا)

(ھِیَ سُنَّۃ مُؤَ کَّدَۃ وَیُنْدَبُ لَھَا الْجَمَا عَۃُ فِی الْجَا مِعِ وَیَحْضُرُ ھَا مَنْ لاَ ھَیْئَۃَ لَھَا مِنَ النِّسَاءِ, کسوف) یعنی سورج گہن (اور خسوف) یعنی چاند گہن (کی نماز سنت مؤکدہ ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا اور نماز اداء کی (تحقیق علی عمدۃ ص ۱۲۹) (اور اس کے لئے جماعت جامع مسجد میں مستحب ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں جب سورج گہن ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور قیام کو طویل کیا (اور) مستحب ہیکہ (کسوف اور خسوف کی نماز کے لئے عورتوں میں سے وہ عورت حاضر ہو جائے جس میں حسن و جمال نہ ہو) جیسے بہت بوڑھی عورت [لیکن یہ فتنہ و فساد کا دور ہے لہذا احتیاط پر عمل کرتے ہوئے گھر میں پڑھے] حسن و جمال والی عورت کے لئے گھر میں پڑھنا مستحب ہے۔

(وَھِیَ رَکْعَتَانِ وَ أَقَلُّھَا أَنْ یُحرِمَ فَیَقْرَ أَ الْفَاتِحَۃَ ثُمَّ یَرْ کَعُ ثُمَّ یَرْ فَعُ فَیَقْرَ أُ الْفَاتِحَۃَ ثُمَّ یَرْ کَعُ ثُمَّ یَرْ فَعُ فَیَطْمَئِنَّ ثُمَّ یَسْجُدَ سَجْدَ تَیْنِ فَھَذِہِ رَکْعَۃ فِیْھَا قِیَا مَانِ وَ قِرَ اءَتَا نِ وَ رُکُوْعَانِ ثُمَّ یُصَلِّیَ الثَّانِیَۃَ کَذٰلِکَ، کسوف اور خسوف کی نماز ۲ رکعت ہے) لیکن یہ مجمل ہے اسی لئے

مصنفؒ نے فرمایا: (اور اس نماز کی کم سے کم مقدار یہ ہیکہ تکبیر تحریمہ کہکر) سورۂ (فاتحہ پڑھے پھر رکوع کرے پھر) رکوع سے (اٹھکر) اس اعتدال میں بھی (فاتحہ پڑھے پھر) فاتحہ کے بعد کچھ پڑھے بغیر دوبارہ (رکوع کرے پھر) اس رکوع سے (اٹھکر طمانینت حاصل کرے پھر ۲ سجدے کرے یہ ایک رکعت ہوئی اس میں ۲ قیام، ۲ قراءت اور ۲ رکوع ہیں پھر دوسری) رکعت (اسی طرح پڑھے) یہ اتباع حدیث کی بنا پر ہے، اگر مذکورہ طریقہ کے مطابق ۲ رکعت نہ پڑھے بلکہ ظہر کی سنت کی طرح ۲ رکعت پڑھے تو بھی کافی ہو گی، اس لئے کہ مذکورہ اقل نماز سنت ظہر کی طرح ہے،

(وَلَا يَجُوْزُ زِيَادَةُ قِيَامٍ وَرُكُوْعٍ لِتَمَادِي الْكُسُوْفِ وَلَا يَجُوْزُ النَّقْصُ لِتَجْلِيَةٍ گہن زیادہ دیر رہنے کی بنا پر) ایک ہی رکعت میں (قیام اور رکوع) ۲ سے (زیادہ کرنا جائز نہیں اور) گہن (کھل جانے کی بنا پر کم کرنا) بھی (جائز نہیں) جس طرح دوسری نمازوں میں کمی زیادتی جائز نہیں اسی طرح اس میں بھی جائز نہیں،

(وَأَكْمَلُهَا أَنْ يَقْرَأَ بَعْدَ الْإِفْتِتَاحِ وَالتَّعَوُّذِ وَالْفَاتِحَةِ الْبَقَرَةَ فِي الْقِيَامِ الْأَوَّلِ وَآلَ عِمْرَانَ فِي الثَّانِي وَالنِّسَاءَ فِي الثَّالِثِ وَالْمَائِدَةَ فِي الرَّابِعِ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ وَيُسَبِّحُ فِي الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ بِقَدْرِ مِائَةِ آيَةٍ مِنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِي بِقَدْرِ ثَمَانِيْنَ وَفِي الثَّالِثِ بِقَدْرِ سَبْعِيْنَ وَفِي الرَّابِعِ بِقَدْرِ خَمْسِيْنَ وَبَاقِيْهَا كَغَيْرِهَا مِنَ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَالْجُمُعَةِ، کسوف اور خسوف کی نماز کا اکمل طریقہ یہ ہیکہ پہلے قیام میں افتتاح) یعنی توجیہ (اعوذ باللہ الخ اور فاتحہ) پڑھنے (کے بعد) سورۂ (بقرۃ) پڑھے (دوسرے) قیام (میں) سورۂ (آل عمران) پڑھے (تیسرے) قیام (میں) سورۂ (نساء) پڑھے (اور چوتھے) قیام (میں مائدہ پڑھے یا اس کے بقدر) پڑھے، مطلب یہ ہیکہ سورۂ بقرہ یاد نہ ہو تو اس کے بقدر کسی اور جگہ سے پڑھے اسی طرح آل عمران، نساء اور مائدہ اگر یاد نہ ہو تو ان کے بقدر کسی اور جگہ سے پڑھے (پہلے رکوع میں بقرۃ کی ۱۰۰/ آیتوں کی مقدار) تسبیح پڑھے (دوسرے) رکوع

(میں) بقرہ ہی کی (۸۰) آیتوں (کی مقدار) تسبیح پڑھے پھر دوسری رکعت کے (تیسرے) رکوع (میں ۷۰) آیتوں (کی مقدار) تسبیح پڑھے (اور) دوسری رکعت کے (چوتھے) رکوع (میں ۵۰) آیتوں (کی مقدار تسبیح پڑھے اور اس نماز کے باقی ارکان) جیسے تشھد وغیرہ ان کا حکم (کسوف اور خسوف کی نماز کے علاوہ نمازوں) کے تشھد وغیرہ (کی طرح ہے) لھذا ان کو طویل نہ کرے (پھر امام) اتباع حدیث کی بنا پر (نهایه ص ۴۰۸ ج۲) (جمعہ کی طرح ۲ خطبے دے) مطلب یہ ہیکہ خطبات جمعہ کے ارکان و شروط کی ان خطبوں میں رعایت کرے، امام خطبہ میں لوگوں کو توبہ اور نیک کام جیسے صدقہ و غیرہ کرنے پر ابھارے، (ایضا) (فَإِنْ لَمْ يُصَلِّ حَتَّى تَجَلَّى الْجَمِيعُ أَوْ غَابَتْ كَاسِفَةً أَوْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ خَاسِفٌ لَمْ يُصَلِّ، اگر نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ مکمل) گہن (کھل گیا) تو اب نماز نہ پڑھے اس لئے کہ نماز سے جو مقصود ہوتا ہے وہ مقصود حاصل ہے (یا) نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ (گہن کی حالت میں ہی) سورج (غروب ہو گیا) تو نماز نہ پڑھے اس لئے کہ اس صورت میں غروب کی وجہ سے انتفاع نہ ہوگا (یا) چاند گہن کی نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ (سورج طلوع ہو اور چاند گہن ہی کی حالت میں ہو تو) مذکورہ تمام صورتوں میں (نماز نہ پڑھے) اس لئے کہ طلوع شمس کی صورت میں چاند کی روشنی سے انتفاع نہ ہوگا،

(وَلَوْ أَحْرَمَ فَتَجَلَّتْ أَوْ غَابَتْ كَاسِفَةً أَتَمَّهَا اور اگر مصلی) کسوف [یعنی سورج گہن کی نماز] کے لئے (تکبیر تحریمہ کہے پھر) گہن (کھل جائے یا) تکبیر تحریمہ کہے اور (گہن ہی کی حالت میں) سورج (غروب ہو جائے تو اس نماز کو پوری کرے) گہن کھل جانے یا گہن کی حالت میں غروب ہو جانے کی بنا پر نماز نہ توڑے بلکہ اس پر اللہ کا شکر اداء کرتے ہوئے نماز پوری کرے، اور اس لئے بھی کہ مصلی نے [مشروع اور] صحیح وقت میں تکبیر تحریمہ کہی تھی۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَلاۃِ الْاِسْتِسْقَاءِ)

(استسقاء کی نماز کا بیان)

استسقاء کی تعریف

لغوی تعریف: پانی طلب کرنا،

شرعی تعریف: ضرورت کے وقت بندوں کا اللہ تعالی سے بارش کا سوال کرنا،

مشروعیت

رمضان ۶ھ میں استسقاء کی نماز مشروع ہوئی (حاشۂ قلیوبی ص۳۱٤ ج۱)

خصوصیت

یہ نماز اس امت کی خصوصیات میں سے ہے (ایضا)

(هِيَ سُنَّة مُؤَكَّدَة وَيُنْدَبُ لَهَا الْجَمَاعَةُ فَإِذَا أَجْدَبَتِ الْأَرْضُ أَوِ انْقَطَعَتِ الْمِيَاهُ أَوْ قَلَّتْ وَعَظَ الْإِمَامُ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالتَّوْبَةِ وَالصَّدَقَةِ وَمُصَالَحَةِ الْأَعْدَاءِ وَصَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ فِي الرَّابِعِ إِلَى الصَّحْرَاءِ صِيَامًا فِي ثِيَابِ بِذْلَةٍ وَيَخْرُجُ غَيْرُ ذَوَاتِ الْهَيْئَةِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَهَائِمِ وَالشُّيُوْخِ وَالْعَجَائِزِ وَالْأَطْفَالِ وَالصِّغَارِ وَالصُّلَحَاءِ وَأَقَارِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَسْتَسْقُوْنَ بِهِمْ وَيَذْكُرُ كُلّ فِي نَفْسِهِ صَالِحَ عَمَلِهِ وَيَسْتَشْفِعُ بِهِ وَإِنْ خَرَجَ أَهْلُ الذِّمَّةِ لَمْ يُمْنَعُوْا لٰكِنْ لَا يَخْتَلِطُوْنَ بِنَا، استسقاء کی نماز سنت مؤکدہ ہے) حضرت عبد اللہ ابن زید سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عید گاہ کی طرف بارش مانگنے کے لئے گئے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے اپنی چادر کو پلٹا یا اور ۲ رکعت نماز اداء کی (اس کے لئے جماعت مستحب ہے) جیسا کہ اس کے علاوہ نماز کے لئے مستحب ہے (جب زمین خشک ہو) یعنی بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین سے (گھاس وغیرہ) اگنا بند ہو (یا پانی منقطع ہو) یعنی بالکل ہی بارش نہ ہو (یا کم ہو) جو ناکافی ہو یا پانی نمکین ہو (تو امام لوگوں کو نصیحت کرے اور ان کو توبہ کرنے، صدقہ اور دشمنوں سے صلح کرنے اور ۳

دن روزے رکھنے کا حکم دے) اس لئے کہ روزہ اجابۃ دعا [دعا قبول ہونے] کے لئے مؤثر ہے، حدیث میں ہے کہ صائم کی دعارد نہیں ہوتی، مذکورہ روزے مسلسل رکھنا ہے، صدقہ کا حکم بھی اسی لئے ہے کہ یہ اجابۃ دعا کے لئے مؤثر ہے، دشمنی غیر اللہ کی بنا پر ہو تو صلح کرنا ہے [اگر اللہ کے لئے ہو یعنی حقیقت میں دین کی بنیاد پر ہو تو دشمنی باقی رکھنے میں کوئی حرج نہیں، توبہ کا حکم اس لئے دینا ہے کہ توبہ مغفرت اور خوشحالی کا باعث بنتی ہے اور اللہ تعالی نے جا بجا اس کا حکم بھی فرمایا ہے] (پھر) اس کے بعد (چوتھے دن بحالت روزہ پرانے کپڑوں میں میدان کی طرف نکل پڑیں) اس روزہ کو ملا کر امام ۴ روزے رکھنے کا حکم دے اور یہ چاروں روزے مسلسل رکھنا ہے (اور) ان کے ساتھ (وہ عورت نکلے جو حسن و جمال والی نہ ہو) [لیکن اس فتنہ و فساد کے دور میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے نہ نکلے] جوان عورت کے لئے تو نکلنا منع ہے چاہے حسن و جمال والی ہو یا نہ ہو (اور) ان کے ساتھ (جانور، بوڑھے مرد، بوڑھی عورتیں) جن میں حسن و جمال نہ ہو، یہ لفظ مکرر ہے اس لئے کہ اس سے ماقبل والی عبارت: "غیر ذوات الهيئة من النساء" میں عجائز بھی شامل ہیں۔

(شیر خوار بچے) اطفال کے علاوہ (چھوٹے بچے، نیک لوگ اور آپ ﷺ کے رشتہ دار) یہ سب نکلیں اس لئے کہ سب کا نکلنا اجابۃ دعا کے لئے مؤثر ہے (نہایہ ص ۴۱۹ ج ۲) نکلنا استحباب کے درجہ میں ہے (ایضا) (اور آپ ﷺ کے رشتہ داروں) کی برکت (کے طفیل اللہ تعالی سے پانی طلب کریں) جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا تھا (اور ہر ایک اپنے نیک عمل کو یاد کرے اور نیک عمل سفارش کے طور پر پیش کرے) جیسا کہ غار والوں نے غار میں پھنسنے پر کیا تھا (اور اگر ذمی لوگ) ساتھ میں (نکلیں تو) انھیں (منع نہ کیا جائے) اس لئے کہ وہ بھی رزق کے طالب ہیں (لیکن وہ ہمارے ساتھ مخلوط نہ ہوں) بلکہ وہ ہم سے کسی علیحدہ جگہ میں رہیں، اس لئے کہ ان کے کفر کی وجہ سے عذاب میں کہیں ہم بھی شامل نہ ہو جائیں،

اللہ تعالی فرماتے ہیں : وَ اتَّقُوْا فِتْنَۃً لاَّ تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّۃً (سورۂ انفال ۲۵) اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خالص ظالموں ہی پر (ترجمۂ قرآن) حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے فساد (گناہ) سے بالخصوص بچنا چاہئیے جس کا خراب اثر گناہ کرنے والے کی ذات سے متعدی ہو کر دوسروں تک پہنچتا ہے (تفسیر عثمانی)

(وَهِیَ رَکْعَتَانِ کَالْعِیْدِ ثُمَّ یَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ کَالْعِیْدِ اِلاَّ اَنَّہٗ یَفْتَتِحُھُمَا بِالْاِسْتِغْفَارِ بَدَلَ التَّکْبِیْرِ وَیُکْثِرُ فِیْھِمَا مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ وَالصَّلاَۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالدُّعَاءِ وَمِنْ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا اَلْآیَاتُ وَیَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃَ فِی أَثْنَاءِ الْخُطْبَۃِ الثَّانِیَۃِ وَیُحَوِّلُ رِدَائَہٗ وَیَفْعَلُ النَّاسُ کَذٰلِکَ وَیُبَالِغُ فِی الدُّعَاءِ سِرًّا وَ جَھْرًا فَاِنْ صَلَّوْا وَلَمْ یُسْقَوْا أَعَادُوْھَا وَاِنْ تَأَھَّبُوْا فَسُقُوْا قَبْلَ الصَّلاَۃِ صَلَّوْا شُکْرًا وَ سَأَلُوْا الزِّیَادَۃَ نماز استسقاء کی عید کی طرح ۲ رکعت ہے) یعنی نماز عید کی طرح اس میں بھی زائد تکبیرات و غیرہ ہیں (پھر امام عید) کے ۲ خطبوں (کی طرح ۲ خطبے دے مگر) فرق (یہ) ہے (کہ) استسقاء کے (دونوں) خطبوں (کی ابتداء تکبیر کے بدلہ استغفار سے کرے اور دونوں) خطبوں (میں کثرت سے استغفار کرے) کثرت سے (نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے اور) کثرت سے (دعا کرے اور) اللہ تعالی کے (اس) قول (کی کثرت کرے: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا) (سورۂ نوح ۱۱/۱۰) (اور) سنت ہیکہ (امام دوسرے خطبہ کے دوران) یعنی ایک تہائی ہونے کے بعد (قبلہ کی طرف رخ کرے اور) امام (تحویل رداء کرے) یعنی چادر کے اس حصہ کو جو دائیں کندھے پر ہے اسے بائیں کندھے پر ڈالے اور اس حصہ کو جو بائیں کندھے پر ہے اسے دائیں کندھے پر ڈالے، یہ اتباع حدیث کی بنا پر ہے، تنکیس بھی سنت ہے، یعنی چادر کے بالائی حصہ کو نیچے کرنا اور نچلے حصہ کو اوپر کرنا (اور لوگ) بھی (اسی طرح) تحویل رداء یا تنکیس (کریں) تحویل اور

تنکیس کی حکمت: بدحالی سے خوشحالی کی طرف منتقل ہونا ہے (اور) سنت ہیکہ (دعا میں سرا وجہرا مبالغہ کرے) اللہ تعالی فرماتے ہیں: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (سورۂ اعراف ۵۵) دعا کیا کرو تذلل ظاہر کرکے بھی اور چپکے چپکے بھی (ترجمۂ قرآن) حاضرین دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلی کی پیٹھ آسمان کی طرف ہو، یہ اتباع حدیث کی بنا پر ہے، امام جب آہستہ دعا کرے تو حاضرین بھی آہستہ کریں اور امام جب جہرا دعا کرے تو حاضرین اس کی دعا پر آمین کہیں (نہایہ ص۴۲۳ ج ۲) (اگر لوگ استسقاء کی نماز پڑھیں اور پانی سے سیراب نہ ہوں) یعنی سیراب کن بارش نہ ہو (تو دوبارہ پڑھیں) اگر پھر بھی نہ ہو تو بار بار نماز پڑھیں یہاں تک کہ سیراب ہو جائیں (اور اگر لوگ) نماز کے لئے (جمع ہو جائیں اور نماز سے پہلے سیراب ہو جائیں) یعنی سیراب کن بارش برسے (تو اللہ تعالی کا شکر اداء کرتے ہوئے) استسقاء کی (نماز پڑھیں) یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے لیکن صاحب مغنی اسی کے قائل ہیں جو مصنفؒ نے ذکر کیا ہے چنانچہ عبارت ملاحظہ فرمائیں: [و یصلون] صلاۃ الاستسقاء المعروفة شکرا ایضا (علی الصحیح)۔۔ و الثانی لا یصلون لانها لم تفعل الا عند الحاجة و صححه ابن الصلاح، و ذکر الأذرعی أنه سبق قلم و قطع الجمهور بالأول و هو المنصوص کما قاله فی الروضه۔۔ و الأصح أنه یخطب بهم (منهاج مع مغنی ص۶۰۴ ج ۱) صحیح قول کے مطابق شکر کے طور پر بھی استسقاء کی نماز پڑھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہ پڑھے اس لئے کہ اس صورت میں نماز نہیں ہے مگر حاجت کے وقت، ابن صلاح نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اذرعی نے ذکر کیا ہے کہ ابن صلاح کا قلم سبقت کر گیا ہے اس لئے کہ قول اول پر جمہور کا فیصلہ ہے اور یہی منصوص ہے جیسا کہ اس کو روضہ میں کہا ہے۔ اور اصح قول کے مطابق امام لوگوں کو خطبہ بھی دے (اور) اگر مزید پانی کی ضرورت ہو تو (زیادہ کی دعا مانگیں) اللہ تعالی فرماتے ہیں: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْد (سورۂ ابراھیم ۷) اگر تم

شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے(ترجمۂ قرآن)(وَيُنْدَبُ لِأَهْلِ الْخِصْبِ أَنْ يَدْعُوْ الِأَهْلِ الْجَدْبِ خَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَ يُنْدَبُ أَنْ يَكْشِفَ بَعْضَ بَدَنِهِ لِيُصِيْبَهُ أَوَّلُ مَطَرٍ يَقَعُ فِي السَّنَةِ وَ يُسَبِّحُ لِلرَّعْدِ وَالْبَرْقِ وَإِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ وَخَشِيَ ضَرَرَهُ دَعَا بِرَفْعِهِ بِمَا وَرَدَ فِي السُّنَّةِ أَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا إِلَى آخِرِهِ سرسبز وشاداب زمین والوں کے لئے مستحب ہیکہ قحط میں مبتلا لوگوں کے لئے نمازوں کے بعد دعا کرے) یہ استسقاء کا متوسط طریقہ ہے، استسقاء کے ۳ طریقے ہیں: (۱)[نماز کے بغیر] دعا کرنا[چاہے انفرادی کرے یا اجتماعی](۲)متوسط طریقہ: وہ یہ ہے کہ نمازوں کے بعد دعا کرنا(۳)اکمل طریقہ: وہ یہ ہے کہ نماز پڑھے، ۲ خطبے دے اور نمازوں کے بعد بارش کے لئے دعا کرے (اور مستحب ہیکہ سال) یعنی بارش کے موسم (کی پہلی بارش گرتے وقت) ستر کے علاوہ (بدن کا بعض حصہ کھلا رکھے تاکہ وہ) حصہ پہلی بارش سے (تر ہو جائے) یہ روایت مسلم کی بنا پر ہے (اور) سنت ہیکہ (گرج اور بجلی چمکنے کے وقت تسبیح پڑھے) گرج کے وقت یہ تسبیح پڑھے: سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَ الْمَلاَئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهِ، رعد سے قیاس کیا گیا ہے برق کو، اس وقت یہ تسبیح پڑھے: سُبْحَانَ مَنْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفاً وَّ طَمَعاً، عبد اللہ ابن زبیر جب گرج کی آواز سنتے تو کلام ترک کرتے اور یہ (مذکورہ بالا) تسبیح پڑھتے،

(جب بارش کی کثرت ہو اور کثرت سے نقصان کا خوف ہو تو بارش دور ہونے کی وہ دعا کرے جو حدیث میں وارد ہے) وہ یہ: اللھم حوالینا و لا علینا آخر تک، اول تا آخر دعا اس طرح ہے: اللھم حوالینا و لا علینا اللھم علی الظراب و الآکام و بطون الأودیۃ و منابت الشجر، یہ دعا کرنا اولی ہے ورنہ جو بھی کرے کافی ہے،

و اللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(كِتَابُ الْجَنَائِزِ)

(جنازہ کا بیان)

جَنَائِز: صرف فتح کے ساتھ جنازہ کی جمع ہے، کسرہ اور فتح کے ساتھ: اس میت کا نام ہے جو جنازہ میں رکھا جاتا ہے،

(يُنْدَبُ لِكُلِّ أَحَدٍ أَنْ يُكْثِرَ ذِكْرَ الْمَوْتِ وَالْمَرِيْضُ آكَدُ وَيَسْتَعِدَّلَهُ بِالتَّوْبَةِ وَيَعُوْدَ الْمَرِيْضَ وَلَوْ مِنْ رَمَدٍ وَيَعُمَّ بِهَا الْعَدُوَّ وَالصَّدِيْقَ فَإِنْ كَانَ ذِمِّيًّا فَإِنِ اقْتَرَنَ بِهِ قَرَابَةٌ أَوْ جِوَارٌ نُدِبَتْ عِيَادَتُهُ وَإِلاَّ أُبِيْحَتْ) مکلفین میں سے (ہر ایک کے لئے مستحب ہیکہ کثرت سے موت کو یاد کرے) آپ ﷺ نے فرمایا: لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو (اور مریض کے لئے) موت کو کثرت سے یاد کرنا (مؤکد ہے اور) مستحب ہیکہ ہر ایک (موت کی) فورا (توبہ سے تیاری کرے) یہ استحباب اس صورت میں ہے جبکہ گناہ سرزد ہونے کا علم نہ ہو اگر ہو تو توبہ واجب ہے (اور) مستحب ہیکہ ہر ایک (مریض کی عیادت کرے اگرچہ) مرض (آنکھ کا درد ہو) مطلب یہ ہیکہ مریض کا مرض اگرچہ معمولی ہو عیادت کرے، حضرت زید ابن ارقمؓ فرماتے ہیں: میری آنکھ میں درد کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی (عیادت دشمن اور دوست سب کے لئے عام ہے) لہذا دشمن کی بھی عیادت کرنا مستحب ہے، اس استحباب کی برکت سے ان شاء اللہ دشمنی دوستی میں تبدیل ہو گی (اگر) مریض (ذمی ہو اور ذمی سے) معید یعنی عیادت کرنے والے کی (رشتہ داری ہو یا) ذمی معید کا (پڑوسی ہو تو اس) ذمی (کی عیادت مستحب ہے ورنہ) یعنی ذمی رشتہ دار یا پڑوسی نہ ہو تو (مباح) یعنی جائز، یہودی غلام جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی عیادت کی،

(وَيُكْرَهُ إِطَالَةُ الْقُعُوْدِ عِنْدَهُ مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنا مکروہ ہے) اس لئے کہ مریض کو اگر کچھ کرنا ہو تو معید کے بیٹھنے کی وجہ سے شرمندگی محسوس ہونے کے سبب کرنا ممکن نہ

ہو گا (وَ تُنْدَبُ غِبًّا اِلاَّ لِأَقَارِبِهِ وَ نَحْوِهِمْ مِمَّا يَأْنَسُ أَوْ يَتَبَرَّكُ بِهِ فَكُلَّ وَقْتٍ مَا لَمْ يَنْهَهُ فَإِنْ طَمِعَ فِي حَيَاتِهِ دَعَا لَهُ وَ انْصَرَفَ وَ اِلاَّ رَغَّبَهُ فِي التَّوْبَةِ وَ الْوَصِيَّةِ وَ اِنْ رَآهُ مَنْزُوْلاً بِهِ أَطْمَعَهُ فِي رَحْمَةِ اللّٰهِ وَ وَجَّهَهُ اِلَى الْقِبْلَةِ عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ فَإِنْ تَعَذَّرَ فَالْأَيْسَرِ فَإِنْ تَعَذَّرَ فَقَفَاهُ وَ لَقَّنَهُ قَوْلَ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ لِيَسْمَعَهَا فَيَقُوْلَ لَهَا بِلاَ اِلْحَاحٍ وَ لاَ يَقُلْ قُلْ فَإِذَا قَالَهَا تُرِكَ حَتَّى يَتَكَلَّمَ بِغَيْرِهَا وَ أَنْ يَكُوْنَ الْمُلَقِّنُ غَيْرَ مُتَّهَمٍ بِإِرْثٍ وَ عَدَاوَةٍ فَإِذَا مَاتَ نُدِبَ لِأَرْفَقِ مَحَارِمِهِ تَغْمِيْضُهُ وَ شَدُّ لَحْيَيْهِ وَ تَلْيِيْنُ مَفَاصِلِهِ وَ نَزْعُ ثِيَابِهِ ثُمَّ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ خَفِيْفٍ وَ يُجْعَلُ عَلَى بَطْنِهِ شَيْئٌ ثَقِيْلٌ وَ يُبَادِرُ اِلَى قَضَاءِ دَيْنِهِ أَوْ اِبْرَائِهِ مِنْهُ وَ تَنْفِيْذِ وَصِيَّتِهِ وَ تَجْهِيْزِهِ فَإِذَا مَاتَ فَجْأَةً تُرِكَ لِيُتَيَقَّنَ مَوْتُهُ اور ایک دن آڑ) عیادت کرنا (مستحب ہے) نہ کہ روزانہ، بلکہ روزانہ عیادت کرنے سے مریض اور اس کے گھر والوں کو معید سے کراہت ہو گی، آپ ﷺ نے فرمایا غِبًّا [یعنی ایک دن آڑ] عیادت کرنا محبت کو بڑھاتا ہے (مگر مریض سے رشتہ رکھنے والے اور ان کے مانند وہ جس سے مریض کو انس حاصل ہو) جیسے دوست (یا وہ جس سے) مریض کو (تبرک حاصل ہو) جیسے متقی آدمی (ان سب کے لئے ہر وقت) عیادت (مستحب ہے جب تک کہ مریض ہر وقت عیادت سے منع نہ کرے) یا جب تک مریض سے کراہت محسوس نہیں ہوتی تب تک ہر وقت عیادت مستحب ہے (اگر معید کو) خفیف مرض کے سبب (مریض کے حیات و زندگی کی امید ہو تو معید مریض کے لئے دعا کرے اور لوٹ جائے ورنہ) یعنی موت کی علامات ظاہر ہونے کے سبب حیات کی امید نہ ہو تو (اسے توبہ اور وصیت کرنے کی ترغیب دے) یعنی اس سے اس طرح کہے: توبہ کو چمٹ جاؤ اور اس کو تھام لو تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت عطا کرے اور وصیت کر لو، زندہ آدمی کے لئے وصیت کرنا اور وصیت پر مرنا مناسب ہے اس لئے کہ ہر آدمی کو مرنا ہے (اور اگر معید مریض کو سکرات میں دیکھے تو اسے اللہ کے رحمت کی امید دلائے اور دائیں کروٹ پر) لٹاتے ہوئے، فرمان رسول ﷺ کی بنا پر (اس کا چہرہ قبلہ رخ

کرے، اگر) یہ (دشوار ہو تو بائیں کروٹ پر) لٹائے (اور اگر) یہ بھی (دشوار ہو تو گدی کے بل) چت لٹائے اور پیر کے تلوے قبلہ رخ کرے، قفا کا معنی ہے: سر کا پچھلا حصہ، گدی، ج: أقفيه (بیا ن اللسان ص۶۵۹)

(اس کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرے) یعنی سکرات میں مبتلا شخص کے پاس اس کلمہ کا ذکر کرے، سنت ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اپنے مردوں [یعنی جس کی موت کا وقت قریب آچکا ہو اس] کو "لا الہ الا اللہ" کی تلقین کرو (تا کہ وہ اس) کلمہ (کو سنے اور پھر پڑھے لیکن اس کے سامنے کلمہ کو بار بار نہ پڑھے اور اس سے نہ کہے کہ) یہ کلمہ (پڑھ پھر جب وہ پڑھے تو تلقین چھوڑ دی جائے یہاں تک کہ کوئی اور بات کرے) پھر دوبارہ کلمہ کی تلقین کرے تا کہ اس کا آخری کلام "لا الہ الا اللہ" ہو، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس کا آخری کلام "لا الہ الا اللہ" ہو وہ جنت میں داخل ہو گا (اور یہ) مستحب ہے (کہ تلقین کرنے والا ورا ثت اور دشمنی کے اعتبار سے متہم نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ ملقَّن کی وراثت اور عداوت سے متعلق لوگوں میں ملقِّن متہم نہ ہو، تا کہ اس کی تلقین سے اسے تکلیف نہ ہو (پھر جب وہ مر جائے تو اس کے محارم میں سے جو سب سے زیادہ اس پر مہربان ہو اس کے لئے مستحب ہیکہ نرمی سے اس کی آنکھیں بند کرے) اس طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد ان کی آنکھیں بند کر دیں (اس کے جبڑوں کو باندھے، جوڑوں کو نرم کرے) تا کہ غسل اور کفن کے وقت سہولت ہو، اس طرح نرم کرے کہ کلائی کو بازو تک، پنڈلی کو ران تک اور ران کو پیٹ تک لے جائے اور پھر اصلی حالت پر لے آئے (اور) مستحب ہیکہ اس کے (کپڑوں کو نکال دے پھر پتلے کپڑے) یعنی چادر وغیرہ (سے اسے ڈھانکے) اس طرح کہ کپڑہ کے ایک کنارہ کو سر کے نیچے اور دوسرے کنارہ کو پاؤں کے نیچے دبائے تا کہ بدن دکھائی نہ دے (اور) مستحب (یہ) ہے (کہ اس کے پیٹ پر) قرآن کے علاوہ (وزنی

چیز رکھے) جیسے آئینہ یا اس کے مانند لوہے کی قسم کی معمولی وزنی چیز رکھے، تاکہ پیٹ پھول نہ جائے، احترام قرآن کے پیش نظر اس کا استثناء کیا گیا (قرض کی ادائیگی میں جلدی کرے یا قرض کا مالک میت سے قرض کو ساقط کرے، اس کی وصیت کو) جلدی (نافذ کرے اور) مستحب ہیکہ اس کی (تجہیز) میں جلدی (کرے، اگر یکایک کسی کی موت ہو جائے تو رہنے دے یہاں تک کہ موت کا یقین ہو جائے) مطلب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سکتہ ہو موت نہ ہو یعنی ہم کو لگ رہا ہے کہ یہ آدمی مر گیا لیکن کبھی کبھی سکتا بھی ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے اس کو بھی سکتہ ہو (وَ غُسْلُهُ وَتَكْفِيْنُهُ وَالصَّلاةُ عَلَيْهِ وَحَمْلُهُ وَدَفْنُهُ فُرُوْضُ كِفَايَةٍ، میت کو غسل دینا، کفن پہنانا، اس پر نماز پڑھنا، اس کو لے جانا اور دفن کرنا) ان میں سے ہر ایک (فرض کفایہ ہے)(اس کی تعریف جلد اول میں ملا حظہ فر مائیں)

(فَصْل)

(غسل کے بیان میں)

(ثُمَّ يُغَسَّلُ فَإِذَا كَانَ رَجُلاً فَالأَوْلَى بِغُسْلِهِ الْأَبُ ثُمَّ الْجَدُّ ثُمَّ الْإِبْنُ ثَمَّ الْأَخُ ثُمَّ الْعَمُّ ثُمَّ ابْنُهُ عَلَى تَرْتِيْبِ الْعَصَبَاتِ ثُمَّ الرِّجَالُ الْأَقَارِبُ ثُمَّ الْأَجَانِبُ ثُمَّ الزَّوْجَةُ ثُمَّ النِّسَاءُ الْمَحَارِمُ وَإِنْ كَانَ امْرَأَةً غَسَّلَهَا النِّسَاءُ الْأَقَارِبُ ثُمَّ الْأَجَانِبُ ثُمَّ الزَّوْجُ ثُمَّ الرِّجَالُ الْمَحَارِمُ وَإِنْ كَانَ كَافِرًا فَأَقَارِبُهُ الْكُفَّارُ أَحَقُّ پھر) روایت شیخین کی بنا پر میت کو (غسل دیا جائے) آگے مصنف ؒ تفصیل بتلا رہے ہیں کہ: (اگر) میت (مرد ہو تو میت کو غسل دینے کا) سب سے پہلے (حقدار) میت کا (باپ) یہ نہ ہو تو (پھر دادا) اگر چہ اوپر تک ہو (پھر بیٹا) یہ نہ ہو تو پوتا اگر چہ نیچے تک ہو، پوتا نہ ہو تو (پھر) حقیقی (بھائی) یا علاتی بھائی یہ نہ ہو تو حقیقی یا علاتی بھتیجا یہ بھی نہ ہو تو (پھر چچا) مطلق یعنی حقیقی ہو یا علاتی، یہ نہ ہو تو (پھر حقیقی یا علاتی چچا کا بیٹا) اس طرح آگے (عصبات کی ترتیب کے مطابق) مقدم غسل کا حقدار ہو گا (پھر) مذکورہ لوگوں میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام میں سے جو (رشتہ دار مرد) قریب ہوں سب

سے پہلے وہ پھر ان کے بعد والے رشتہ دار حقدار ہوں گے (پھر) اگر ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تو (اجنبی مرد) یہ نہ ہو تو (پھر بیوی) اگر متعدد بیویاں ہوں تو ان میں قرعہ اندازی کرے اور پھر اس کے مطابق فیصلہ کرے، بیوی نہ ہو تو (پھر محرم عورتیں) جیسے میت کی بیٹی، بہن وغیرہ (اور اگر) میت (عورت ہو تو اس کو) اس کی محرم عورتوں میں سے سب سے پہلے وہ (قریبی عورتیں غسل دیں) جن کا اس میت عورت سے محرمیت کا رشتہ بہ نسبت دوسروں کے قریب ہو، اس لئے کہ عورت کے لئے سب سے پہلے عورت بہ نسبت مرد کے لائق و مناسب ہے اسی طرح مرد کے لئے سب سے پہلے مرد بہ نسبت عورت کے لائق و مناسب ہے، محارم میں سے کوئی نہ ہو تو (پھر اجنبی عورتیں) یہ نہ ہو تو (پھر شوہر) یہ بھی نہ ہو تو (پھر محرم مرد) یعنی ان محارم میں ترتیب کے مطابق محرم غسل کا حقدار ہو گا، محارم کی قید سے وہ رشتہ دار مرد نکل گئے جو محرم نہیں ہے لہذا ان کا حکم اجنبی مرد کی طرح ہے (اور اگر) میت (کافر ہو) چاہے کافر ذمی ہو یا حربی (تو اس کے کافر رشتہ دار) غسل کے (حقدار ہیں) اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (سورۂ انفال ۷۳) اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں (ترجمۂ قرآن)

(وَيُنْدَبُ كَوْنُ الْغَاسِلِ أَمِيْنًا اور غاسل کا امانت دار ہونا مستحب ہے) تاکہ غسل کی تکمیل وغیرہ کے اعتبار سے اس پر بھروسہ کیا جائے، غسل کے وقت میت میں کوئی اچھی بات دیکھے تو لوگوں کے سامنے اسے بیان کرنا سنت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مردوں کی اچھائیاں بیان کرو اور برائیاں بیان کرنے سے رکو، اگر میت میں کوئی بری چیز دیکھے تو بیان کرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ غیبت ہے اور مذکورہ حدیث میں ممانعت بھی ہے، لیکن بیان کرنے میں کوئی مصلحت ہو تو حرج نہیں، جیسے میت بدعتی کا ہو تو بیان کرے تاکہ دوسرے لوگ بدعت سے رک جائیں،

(وَيُسْتَرُ الْمَيِّتُ فِي الْغُسْلِ اور) غاسل پر واجب ہیکہ (غسل کے وقت میت کا ستر چھپائے، وَلاَ يَحْضُرُ سِوَى الْغَاسِلِ وَمُعِيْنِهِ وَيُبَخِّرُ مِنْ أَوَّلِ غُسْلِهِ اِلَى آخِرِهِ وَالْأَوْلَى تَحْتَ سَقْفٍ وَبِمَاءٍ بَارِدٍ اِلاَّلِحَاجَةٍ اور) سنت ہیکہ غسل کے وقت وہاں (غاسل اور غاسل کے معین) یعنی ہاتھ بٹانے والے (کے علاوہ کوئی حاضر نہ رہے) لیکن ولی کے لئے ان کے ساتھ حاضر رہنا سنت ہے اگر چہ غسل نہ دے، نبی کریم ﷺ کو حضرت علیؓ، اسامہ ابن زیدؓ، اور فضل ابن عباسؓ نے غسل دیا اور عباسؓ وہاں حاضر تھے، اور آپ ولی تھے (اور) سنت ہیکہ (غسل میت کے شروع سے لیکر آخر تک خوشبو دار چیز جلائے) تا کہ اس وقت جو بدبو کا اثر ظاہر رہتا ہے وہ اس خوشبو دار چیز سے چلا جائے (اور اولی ہے) کہ (چھت کے نیچے) غسل دے اس لئے کہ چھت استر یعنی زیادہ چھپانے والی ہے (اور) اولی ہے کہ (ٹھنڈے پانی سے) غسل دے (مگر حاجت کی بنا پر) جیسے سخت سردی ہو یا جسم میت کے میل کچیل کا ازالہ ٹھنڈے پانی سے نہ ہو تو گرم پانی سے غسل دے، اس لئے کہ زندہ کی طرح میت کو بھی تکلیف پہنچتی ہے،

(وَيَحْرُمُ نَظَرُ عَوْرَتِهِ وَمَسُّهَا اِلاَّ بِخِرْقَةٍ) غاسل اور اس کے معین پر (حرام ہے میت کا ستر دیکھنا اور) حرام ہے (اس کو چھونا مگر کپڑے سے) چھونا حرام نہیں، مطلب یہ ہے کہ بلا حائل چھونا حرام ہے اور حائل سے چھونا حرام نہیں (وَيُنْدَبُ أَنْ لاَيَنْظُرَ اِلَى غَيْرِهَا وَلاَيَمَسَّهُ اِلاَّ بِخِرْقَةٍ وَيُخْرِجُ مَا فِي بَطْنِهِ مِنَ الْفَضَلاَتِ وَيَسْتَنْجِيَهُ وَيُوَضِّئَهُ وَيَنْوِي غُسْلَهُ وَيَغْسِلَ رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ وَجَسَدَهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ثَلاَثًا وَيَتَعَهَّدُ كُلَّ مَرَّةٍ اِمْرَارَ الْيَدِ عَلَى الْبَطْنِ فَاِنْ لَمْ يَنْظُفْ زَادَ وِتْرًا وَيَجْعَلُ فِي الْمَاءِ قَلِيْلَ كَافُوْرٍ وَفِي الْأَخِيْرَةِ آكَدُ اور مستحب ہیکہ) غاسل میت کے (ستر کے علاوہ حصہ کی طرف نہ دیکھے اور) مستحب ہیکہ (نہ اس کو چھوئے مگر کپڑے سے) مطلب یہ ہیکہ حائل سے چھوئے تو ایسی صورت میں کراہت نہیں ہے (اور) مستحب ہیکہ غاسل (میت کے پیٹ سے فضلات) یعنی گندگی (نکالے) اس طرح

کہ اس کے پیٹ کو نرمی سے دبائے تاکہ تکلیف نہ ہو اور فضلات نکل جائیں (اور) مستحب ہیکہ (دبر) یعنی پچھلی شرمگاہ (کی جگہ کو صاف کرے) اگر دبر سے کسی چیز کا نکلنا یقینی نہ ہو تو ورنہ صاف کرنا واجب (اور) مستحب ہیکہ زندہ کی طرح (اس کو وضوء کرائے) مضمضہ اور استنشاق کے وقت سر کو تھوڑا مائل کرے تاکہ پانی اندر نہ چلا جائے (اور) مستحب ہیکہ غاسل (غسل میت کی نیت کرے) تاکہ اس کے اختلاف سے نکل جائے جس نے نیت کو غاسل پر واجب قرار دیا ہے، صحیح قول کے مطابق واجب نہیں ہے، اس لئے کہ غسل سے مقصود جو نظافت ہے وہ نیت کے بغیر حاصل ہوتی ہے (اور) سنت ہیکہ (اس کے سر، داڑھی اور جسم) ان میں سے ہر ایک (کو پانی اور بیری کے پتوں سے) تین (تین مرتبہ دھوئے) مطلب یہ ہیکہ ایسے پانی سے دھوئے جس میں بیری کے پتے ملائے ہوئے ہوں (اور) ۳ مرتبہ میں سے (ہر ایک مرتبہ پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرے) تاکہ اندر سے فضلات نکل جائیں، مطلب یہ ہے کہ ہر ایک مرتبہ میں پیٹ پر ہاتھ رکھے اور نرمی سے دبائے تاکہ تکلیف نہ ہو (اگر) میت ۳ مرتبہ دھونے سے (صاف نہ ہو تو) ۳ مرتبہ سے (زائد طاق عدد میں دھوئے) اگر جفت عدد میں صاف ہو تو سنت ہیکہ طاق عدد پورا کرے اگر طاق عدد میں ہی صاف ہو جائے تو اب اس سے زائد مرتبہ نہ دھوئے اس لئے کہ طاق عدد حاصل ہے (اور) سنت ہیکہ (پانی میں تھوڑا کافور ملائے لیکن اخیر میں) یعنی آخری مرتبہ میں ملانا (مؤکد ہے) کافور تھوڑا ملائے تاکہ پانی تبدیل نہ ہو اور صفت طھوریہ سلب نہ ہو، آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کو غسل دینے والی حضرت ام عطیہؓ سے فرمایا تم اسے ایسے پانی سے جس میں بیری کے پتے ملائے ہوئے ہوں ۳ یا ۵ مرتبہ اگر اس سے زائد کی ضرورت ہو تو زائد عدد میں غسل دو اور آخر میں کافور ملاؤ،

(وَوَاجِبُهُ تَعْمِيمُ الْبَدَنِ بِالْمَاءِ ثُمَّ يُنَشَّفُ بِثَوْبٍ فَإِنْ خَرَجَ مِنْهُ شَيْئٌ بَعْدَ الْغُسْلِ كَفَاهُ غَسْلُ الْمَحَلِّ اور) زندہ آدمی کے واجب غسل کی طرح (غسل میت کے وقت اس کے

سارے بدن کو پانی سے تر کرنا واجب ہے) اگر نجاست نہ ہو تو ورنہ اسے بھی دور کرنا واجب ہے (پھر) واجب اور مندوب غسل سے فراغت کے بعد مستحب ہیکہ (کپڑے سے) اس کے جسم کو (پونچھے) یہاں تک کہ تری کا اثر باقی نہ رہے تا کہ کفن خراب نہ ہو (اگر) میت کو (غسل) دینے (کے بعد میت) کے پیٹ وغیرہ (سے کوئی چیز نکل جائے تو) وہ چیز جس جگہ لگی ہو صرف (اسی جگہ کو دھونا کافی ہے) اس میں اگلی یا پچھلی شرمگاہ سے بھی کسی چیز کا نکلنا داخل ہے، مطلب یہ ہیکہ پھر بھی صرف اسی جگہ کو دھونا کافی ہے، غسل اور وضوء کی ضرورت نہیں اگرچہ کفن پہنانے سے پہلے نکلے یا بعد،

(فَصْل)

(کفن کے بیان میں)

(ثُمَّ یُکَفَّنُ فَاِنْ کَانَ رَجُلاً نُدِبَ لَہٗ ثَلاَثُ لَفَائِفَ بِیْضٍ مَغْسُوْلَۃٍ کُلُّ وَاحِدَۃٍ تَسْتُرُ کُلَّ الْبَدَنِ لاَ قَمِیْصَ فِیْھَا وَلاَ عِمَامَۃَ فَاِنْ زَادَ عَلَیْھَا قَمِیْصًا وَعِمَامَۃً جَازَ پھر) غسل سے فراغت کے بعد میت کو (کفن پہنایا جائے اگر) میت (مرد ہو تو اس کے لئے ۳ کپڑے مستحب ہیں جو سفید ہوں مغسول ہوں) یعنی دھوئے ہوئے اور ان میں سے (ہر ایک) میت کے سارے بدن کو چھپا سکتا ہو رجل سے مراد: مذکر ہے بالغ ہو یا نہ ہو، لفافۃ کا ایک معنی ہے: کپڑا جس میں مردہ کو لپیٹا جاتا ہے، ج: لفائف (بیان اللسان ص۷۰۲) (ان) کپڑوں (میں قمیص اور عمامہ نہیں ہے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: آپ ﷺ کو ۳ یمنی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا (اگر ۳ کپڑوں پر قمیص اور عمامہ کو زیادہ کرے تو جائز ہے) اس صورت میں سب سے پہلے قمیص اور عمامہ پہنائے پھر مذکورہ ۳ کپڑے، اس طرح ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے کے لئے کیا،

(وَیَحْرُمُ الْحَرِیْرُ) مرد کی حالت حیات پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لئے (ریشم) کا کفن (حرام ہے وَلِلْمَرْأَۃِ اِزَارٌ وَخِمَارٌ وَقَمِیْصٌ وَلِفَافَتَانِ سَابِغَتَانِ اور عورت کے لئے)

مستحب ہے (ازار، اوڑھنی، قمیص اور) مستحب ہے ان پر ایسے (٢ کپڑے) زیادہ کرنا (جو سارے بدن کو چھپا سکے) مطلب یہ ہیکہ ٢ کپڑوں میں سے ہر ایک سارے بدن کو چھپا سکے، آپ ﷺ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کو ٥ کپڑوں میں کفن دینے کا حکم فرمایا، ٥ سے زائد کپڑے استعمال کرنا مرد اور عورت کے لئے مکروہ ہے، ازار، خمار اور قمیص ان کی تعریف جلد اول "باب ستر العورۃ" میں ملاحظہ فرمائیں،

(وَيُكْرَهُ لَهَا حَرِيْرٌ وَمُزَعْفَرٌ وَمُعَصْفَرٌ اور عورت کے لئے ریشم) کا کفن مکروہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں مال کو ضائع اور کفن میں تکلف کرنا ہے جو مکروہ ہے (زعفرانی اور زرد رنگ کا کفن مکروہ ہے) یہاں تک کفن سے متعلق مستحبات کا ذکر ہوا اب آگے مصنفؒ کفن کی مقدار واجبہ کو بیان فرمارہے ہیں: (وَالْوَاجِبُ فِي الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مَا يَسْتُرُ الْعَوْرَةَ، مرد اور عورت) کے کفن (میں) کپڑے کی وہ مقدار (جو ستر کو چھپا سکے واجب ہے) یعنی مرد کے لئے اس مقدار میں کپڑا ہونا واجب ہے جو اس کے ستر کو چھپا سکے اور عورت کے لئے اس مقدار میں کپڑا ہونا واجب ہے جو اس کے ستر کو چھپا سکے (وَيُبَخَّرُ الْكَفَنُ وَيُذَرُّ عَلَيْهِ الْحَنُوْطُ وَالْكَافُوْرُ وَيَجْعَلُ قُطْنًا بِحَنُوْطٍ عَلَى مَنَافِذِهِ وَمَوَاضِعِ السُّجُوْدِ وَلَوْ طَيَّبَ جَمِيْعَ بَدَنِهِ فَحَسَنٌ اور) مستحب ہیکہ (کفن کو دھونی دی جائے اور) مستحب ہیکہ اس کے بعد (اس پر حنوط اور کافور چھڑکا جائے) کیونکہ یہ چیزیں میت سے کیڑے مکوڑوں کو دفع کرتی ہیں،

حنوط: مختلف خوشبودار چیزوں سے ملکر جو خوشبو بنائی جائے اسے "حنوط" کہتے ہیں،

(اور) سنت ہیکہ غاسل (حنوط) خوشبو (سے مخلوط روئی میت کے منافذ) پر جیسے آنکھ، ناک، کان اور منہ (اور سجدہ کی جگہوں پر رکھے) یعنی ان اعضاء پر جو سجدہ میں زمین پر لگتے ہیں، مواضع سجود پر رکھنا اکرام میت کے پیش نظر ہے (اور اگر میت کے تمام بدن کو) چاہے (خوشبو) کی جو بھی قسم ہو (لگائے تو اچھا ہے) اس لئے کہ یہ قبر میں کیڑے مکوڑوں کو

دفع کرتی ہے (فَاِنْ مَاتَ مُحرِمًا حَرُمَ الطِّیبُ وَ الْمَخِیطُ وَتَغْطِیَةُ رَأْسِ الرَّجُلِ وَوَجْهِ الْمَرْأَةِ، اگر احرام کی حالت میں مر جائے تو) اس پر (خوشبو) رکھنا اور اس کو (سلایا ہوا کپڑا) پہنانا اور میت (مرد) ہو تو اس (کا سر اور) اگر (عورت) ہو تو اس (کا چہرہ ڈھانکنا) یہ سب (حرام ہے) اثر احرام کو باقی رکھتے ہوئے (نهایه ص٤٦٤ ج۲) (وَلَایُنْدَبُ أَنْ یُعِدَّ لِنَفْسِهِ کَفَنًا اِلاَّ أَنْ یَقْطَعَ بِحِلِّهِ أَوْ مِنْ أَثَرِ أَهْلِ الْخَیْرِ، اور مستحب نہیں اپنے لئے کفن تیار کرنا مگر یہ کہ کفن حلال) کمائی سے (ہونے کا یقین ہو یا نیک لوگوں سے ملا ہو) تو ان صورتوں میں محفوظ رکھنا مستحب ہے، آپ ﷺ کے بدن مبارک پر ایک چادر تھی ایک آدمی نے طلب کی تو آپ ﷺ نے دیدی، صحابہ نے ان سے کہا: آپ نے کیسی مانگی رسول اللہ ﷺ سے اس بات کو جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ سائل کو دئے بغیر لوٹاتے نہیں تو اس آدمی نے کہا میں نے پہننے کے لئے نہیں مانگی میں نے تو کفن کے لئے مانگی ہے سہل بن سعد فرماتے ہیں: وہ چادر اس کا کفن بنی۔

(فَصْل)

(نماز جنازہ کے بیان میں)

(ثُمَّ یُصَلّٰی عَلَیْهِ پھر) کفن سے فراغت کے بعد (میت پر نماز پڑھی جائے) نماز جنازہ مدینہ میں ۱ھ میں فرض ہوئی، آپ ﷺ نے سب سے پہلے اسعد ابن زرارہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سب سے پہلے غائبانہ نماز جنازہ نجاشی کی پڑھی (حاشیه الجمل ص١٦٨ ج۲)

(وَیَسْقُطُ الْفَرْضُ بِذَکَرٍ وَاحِدٍ دُوْنَ النِّسَاءِ اِنْ حَضَرَهُنَّ رَجل فَاِنْ لَمْ یُوْجَدْ غَیْرَهُنَّ لَزِمَهُنَّ وَیَسْقُطُ الْفَرْضُ بِهِنَّ اور فرض ایک مذکر مرد) کے نماز (سے) بھی (ساقط ہو گا) اس لئے کہ مرد بہ نسبت دوسرے کے اکمل ہے اور اس کی دعا اقرب الی الاجابہ ہے (عورتوں سے) فرض ساقط (نہ ہو گا اگر ایک بھی مرد حاضر ہو)

فرض سے مراد: فرض کفایہ ہے رجل میں ممیز بچہ بھی شامل ہے،

(اگر عورتوں کے علاوہ) یعنی مرد (موجود نہ ہوں تو عورتوں پر) نماز جنازہ (لازم ہے اور) اس صورت میں (ان) کے نماز پڑھنے (سے فرض ساقط ہو گا) [کیونکہ اس صورت میں خاص ان پر لازم تھی لہذا ان کی ادائیگی سے فرض ساقط ہوا] (وَتُنْدَبُ فِيهَا الْجَمَاعَةُ، اور نماز جنازہ کے لئے جماعت مستحب ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان مرتا ہے اور اس پر مسلمانوں کی ۳ صفیں نماز اداء کرتی ہیں تو اس کی مغفرت کی جاتی ہے (وَتُكْرَهُ فِي الْمَقْبَرَةِ، اور قبرستان میں) نماز پڑھنا (مکروہ ہے) مسجد میں مستحب ہے، آپ ﷺ نے سہل ابن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں اداء کی (وَأَوْلَى النَّاسِ بِالصَّلَاةِ أَوْلَاهُمْ بِالْغُسْلِ مِنْ أَقَارِبِهِ إِلَّا النِّسَاءَ فَلَا حَقَّ لَهُنَّ وَيُقَدَّمُ الْوَلِيُّ عَلَى السُّلْطَانِ وَالْأَسَنُّ عَلَى الْأَفْقَهِ وَغَيْرِهِ فَإِنِ اسْتَوَوْا فِي السِّنِّ رُتِّبُوا كَبَاقِي الصَّلَاةِ وَلَوْ أَوْصَى أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ أَجْنَبِيٌّ قُدِّمَ الْوَلِيُّ عَلَيْهِ، اور لوگوں میں) سب سے پہلے (نماز) پڑھانے (کا حقدار وہ ہے جو ان میں میت کے رشتہ داروں میں سے) سب سے پہلے (غسل کا حقدار ہے مگر) عورتیں بھی اقارب میں شامل ہیں اس لئے ان کا استثناء کر رہے ہیں کہ: (عورتیں ان کے لئے) نماز کا (حق نہیں ہے) اس لئے کہ ان میں امامت کی اہلیت نہیں ہے (اور) میت کا (ولی) یعنی رشتہ دار (بادشاہ پر) مقدم ہو گا، اسی طرح مسجد کے امام پر بھی، اس لئے کہ یہ ولایت ہے اور ولایت میں ترتیب ہے لہذا ولی مقدم ہو گا (اور اسن) فی الاسلام یعنی جو اسلام میں عمر کے لحاظ سے بڑا ہو وہ (أفقہ) پر (اور افقہ کے علاوہ) جیسے اقرأ (پر) بھی (مقدم ہو گا) اس لئے کہ یہاں غرض دعا ہے اور اسن کی دعا اقرب الی الاجابہ ہے (اگر رشتہ دار عمر میں برابر ہوں تو بقیہ نمازوں کی) ترتیب کی (طرح) یہاں بھی (ترتیب ہو گی) یعنی ان میں پہلے افقہ مقدم ہو گا پھر اقرأ اور پھر اورع مقدم ہو گا (اگر کوئی وصیت کرے کہ اس کی نماز جنازہ اجنبی مرد پڑھائے گا تو اس) اجنبی مرد (پر ولی کو مقدم کیا جائے گا) اس لئے کہ یہ ولی کا حق ہے لہذا اس کی وصیت ولی کا حق ساقط کرنے میں نافذ نہ ہو گی، اور جو قول اس کے خلاف وارد ہے اس کو

محمول کیا گیا ہے ولی کے وصیت کو جائز قرار دینے پر، یعنی ولی اپنا حق چھوڑ کر اسے اجازت دے اور پھر وہ نماز پڑھائے،

(وَيَقِفُ الْإِمَامُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَعَجِيْزَةِ الْمَرْأَةِ امام) کے لئے مستحب ہیکہ نماز پڑھاتے وقت (مرد کے سر کے پاس اور عورت کی سرین) کے پاس (کھڑا رہے) اس طرح حضرت انس ؓ نے نماز پڑھائی تو آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ اس طرح کرتے تھے تو آپ نے کہا جی ہاں، اگر مرد کی سرین کے پاس اور عورت کے سر کے پاس کھڑا رہے تب بھی نماز تو صحیح ہو گی لیکن خلاف سنت (فَاِنِ اجْتَمَعَ جَنَائِزُ فَالْأَفْضَلُ اِفْرَادُ كُلِّ وَاحِدٍ بِصَلَاةٍ وَيَجُوْزُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ دَفْعَةً وَاحِدَةً وَيَضَعَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ بَعْضُهُمْ خَلْفَ بَعْضٍ هٰكَذَا وَيَلِيهِ الرَّجُلُ ثُمَّ الصَّبِيُّ ثُمَّ الْمَرْأَةُ ثُمَّ الْأَفْضَلُ فَالْأَفْضَلُ وَلَا اعْتِبَارَ بِالرِّقِّ وَالْحُرِّيَّةِ وَلَوْ جَاءَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ قُدِّمَ اِلَى الْإِمَامِ الْأَسْبَقُ وَلَوْ مَفْضُوْلًا أَوْ صَبِيًّا اِلَّا الْمَرْأَةَ فَتُؤَخَّرُ لِلذَّكَرِ الْمُتَأَخِّرِ مَجِيْئُهُ ثُمَّ يَنْوِيْ وَيَجِبُ التَّعَرُّضُ لِلْفَرِيْضَةِ دُوْنَ فَرْضِ الْكِفَايَةِ وَلَوْ صَلَّى عَلَى غَائِبٍ خَلْفَ مَنْ يُصَلِّيَ عَلَى حَاضِرٍ صَحَّ اگر ایک سے زائد جنازے جمع ہو جائیں تو افضل ہے ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھنا) اس لئے کہ یہ عمل زیادہ ہونے کی وجہ سے اس میں قبولیت کی امید زیادہ ہے (اور جائز ہے کہ سب پر بیک وقت) ایک ہی (نماز پڑھے) اس لئے کہ غرض نماز سے دعا ہے اور دعا کو جمع کرنا ممکن ہے (اور جنازوں کو ایک کے پیچھے ایک اس طرح) قبلہ کی جانب (رکھے اور) اگر ان میں بچے، خنثی مشکل اور عورتوں کے بھی جنازے ہوں تو سب سے پہلے (امام سے متصل مرد کا جنازہ) رکھے (پھر بچہ کا) جنازہ پھر خنثی مشکل کا (پھر عورت کا) جنازہ رکھے، امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی ترتیب پر اس ترتیب کو قیاس کیا گیا ہے (پھر) اگر سب جنازے صرف مرد کے ہوں یا صرف بچے یا صرف عورتوں کے ہوں تو (افضل فالافضل کا) جنازہ (رکھے) یعنی ان میں جو زیادہ افضل ہو پہلے اس کا جنازہ امام سے متصل رکھے اور پھر اس کے بعد والے افضل کا، اس طرح ترتیب ہو گی،

افضل سے مراد: وہ شخص ہے جس میں تقوی، پرہیز گاری اور اوصاف محمودہ ہوں، افضلیت میں: (غلامی اور آزادی کا اعتبار نہیں ہے) اس لئے کہ غلامی موت سے منقطع ہو جاتی ہے (اور اگر یکے بعد دیگرے) جنازہ (آئے تو) جس کا جنازہ (پہلے) آیا ہو اس (کو امام سے قریب رکھا جائے گا اگرچہ) یہ (مفضول ہو) اور بعد میں آنے والا فاضل ہو (یا بچہ ہو) یعنی مرد کی وجہ سے بچہ کے جنازہ کو مؤخر نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ بچہ کے لئے صف میں موقف ہے، یہ مذکورہ ترتیب اس صورت میں ہے جبکہ جنازے صرف مرد کے ہوں یا صرف عورتوں کے،، اگر مرد اور عورتوں کے جنازے مختلف ہوں اور پھر اس صورت میں عورت کا جنازہ پہلے آئے تو مصنفؒ کی عبارت:''قدم الی الامام الأسبق'' کے تحت اس کے جنازہ کو بھی امام سے قریب رکھنا ہے اس لئے کہ مذکورہ عبارت مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے لیکن مصنفؒ آگے اس کا استثناء کر رہے ہیں: (مگر عورت کے جنازہ کو اس سے متأخر آنے والے مرد کے جنازہ کی بنا پر مؤخر کیا جائے گا) یہ ہی حکم ہو گا متأخر آنے والے بچہ کے جنازہ کا (پھر) واجب ہیکہ نماز جنازہ کی (نیت کرے اور) منوی پر (فرض کی نیت کرنا واجب ہے نہ کہ فرض کفایہ کی) مطلب یہ ہیکہ نیت میں فرض کفایہ کا ذکر ضروری نہیں بلکہ فرض کا ذکر ضروری ہے، لہذا اگر اس طرح نیت کرے: جنازہ کی فرض نماز پڑھتا ہوں چار تکبیروں کے ساتھ امام کے پیچھے قبلہ رخ ہو کر اللہ کے واسطے، تو کافی ہو گی (اگر امام میتِ حاضر پر نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے کوئی مقتدی کسی اور میت پر جو وہاں حاضر نہ ہو نماز پڑھے تو جائز ہے) جیسے عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے،

(وَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا رَافِعًا يَدَيْهِ وَيَضَعُ يُمْنَاهُ عَلَى يُسْرَاهُ بَيْنَ كُلِّ تَكْبِيرَتَيْنِ فَإِنْ كَبَّرَ خَمْسًا وَلَوْ عَمَدًا لَمْ تَبْطُلْ لَكِنْ لَا يُتَابِعُهُ الْمَأْمُومُ فِي الْخَامِسَةِ بَلْ يَنْتَظِرُهُ لِيُسَلِّمَ مَعَهُ وَيَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ بَعْدَ الْأُولَى وَيَنْدَبُ التَّعَوُّذُ وَالتَّأْمِينُ دُونَ الْاِسْتِفْتَاحِ وَالسُّوْرَةِ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الثَّانِيَةِ ثُمَّ يَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ يَدْعُوْ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ الثَّالِثَةِ

فَیَقُوْلُ اللّٰھُمَّ ھَذا عَبدُکَ وَ ابنُ عَبدَیکَ خَرَجَ مِنْ رُوْحِ الدُّنیا وَسعَتِھا وَ مَحبُوْبُہُ وَأَحِبَّاؤُہُ فِیھَا اِلَی ظُلْمَۃِالْقَبْرِ وَمَاھُوَ لاَ قِیْہِ کَا نَ یَشْھَدُ أَن لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ أَنْتَ وَ حْدَکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ وَأَنَّ مُحمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِہِ مِنَّا أَللّٰھُمَّ اِنَّہُ نَزَلَ بِکَ وَأَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہِ وَأَصْبَحَ فَقِیْرًا اِلَی رَحْمَتِکَ وَأَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِہِ وَقَدْ جِئْنَاکَ رَاغِبِیْنَ اِلَیکَ شُفَعَاءَ لَہُ أَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحسِنًا فَزِدْ فِی اِحْسَانِہِ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ وَلَقِّہِ بِرَحْمَتِکَ رِضَاکَ وَقِہِ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ وَعَذَابَہُ وَافْسَحْ لَہُ فِی قَبْرِہِ وَجَافِ الْأَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ وَلَقِّہِ بِرَحْمَتِکَ الْأَمْنَ مِنْ عَذَابِکَ حَتَّی تَبْعَثَہُ اٰمِنًا اِلَی جَنَّتِکَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ حَسُنَ أَنْ یُقَدِّمَ عَلَیْہِ أَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَأُنْثَانَا أَللّٰھُمَّ مَنْ أَحْیَیْتَہُ مِنَّا فَأَحْیِہِ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہُ مِنَّا فَتَوَفَّہُ عَلَی الْاِیْمَانِ وَیَقُوْلُ فِی الصَّلاَۃِ عَلَی الطِّفْلِ مَعَ ھَذَا الثَّانِیْ أَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ فَرَطًا لِأَبَوَیْہِ وَسَلَفًا وَ ذُخْرًا وَعِظَۃً وَاعْتِبَارًا وَشَفِیْعًا وَثَقِّلْ بِہِ مَوَازِیْنَھُمَا وَأَفْرِغِ الصَّبْرَ عَلَی قُلُوْبِھِمَا وَیَقُوْلُ بَعْدَ الرَّابِعَۃِ أَللّٰھُمَّ لاَ تَحْرِمْنَا أَجْرَہُ وَلاَ تَفْتِنَّا بَعْدَہُ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہُ ثُمَّ یُسَلِّمُ تَسْلِیْمَتَیْنِ اور) مصلی (اپنے دونوں ہاتھوں کو) کندھوں کے مقابل (اٹھاتے ہوئے) روایت شیخین کی بنا پر (۴ تکبیریں کہے اور ہر ۲ تکبیروں کے درمیان دائیں) ہاتھ (کو بائیں) ہاتھ (پر رکھے) اس میں ۴ تکبیریں واجب ہیں، رفع یدین اور ہاتھوں کو اس طرح رکھنا مستحب ہے (اگر ۵ تکبیریں کہے اگرچہ جان بوجھکر تو) مصلی کی (نماز باطل نہ ہو گی) اس لئے کہ یہ ایسا زائد ذکر ہے جو نماز کے لئے مخل نہیں ہوتا، اور اس صورت میں سجدۂ سہو بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس نماز میں نہ رکوع ہے اور نہ سجدہ (لیکن پانچویں) تکبیر (میں مقتدی امام کی اتباع نہ کرے) یعنی پانچویں میں اتباع کرنا سنت نہیں ہے اس لئے کہ یہ امام کے لئے سنت نہیں ہے (بلکہ امام کا انتظار کرے تاکہ اس کے ساتھ سلام پھیرے) یا یہ کہ انتظار نہ کرے بلکہ [امام سے مفارقت یعنی الگ ہونے کی نیت کر کے] سلام پھیرے لیکن پہلی صورت تاکیدِ متابعت کی بنا پر افضل ہے (اور) واجب ہیکہ (پہلی) تکبیر (کے بعد) سورۂ (فاتحہ پڑھے) حضرت جابرؓ سے مروی ہے: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میت پر ۴ تکبیریں کہیں

اور پہلی تکبیر کے بعد ام القرآن[یعنی سورۂ فاتحہ]پڑھی(شرح محلی فی حاشیتان ص ۳۳۱ ج ۱) (اور) فاتحہ پڑھنے سے پہلے (اعوذ باالله الخ) پڑھنا (اور) فاتحہ کے بعد (آمین کہنا مستحب ہے) لیکن (توجیہ اور) سورۂ فاتحہ کے بعد کسی (سورت) کا پڑھنا مستحب (نہیں ہے) اس لئے کہ نماز جنازہ تخفیف پر مبنی ہے اور توجیہ اور سورت ان میں سے ہر ایک کے لئے طویل وقت درکار ہے جو تخفیف کے منافی ہے اس کے برخلاف اعوذ باالله پڑھنے اور آمین کہنے کا وقت مختصر ہے جو تخفیف کے منافی نہیں ہے اس لئے ان کو مستحب قرار دیا گیا (اور) واجب ہیکہ (دوسری) تکبیر (کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے) اصحاب نبی ﷺ نے حضرت ابو امامہؓ کو خبر دی کہ نماز جنازہ میں آپ ﷺ پر درود پڑھنا آپ ﷺ کی سنت ہے، یعنی طریقۂ واجبہ ہے، دوسری تکبیر کے بعد پڑھنا سلف و خلف کی اتباع میں ہے، درود کی کم سے کم مقدار: ''أللهم صلی علی محمد'' ہے اور آپ ﷺ کے آل پر درود پڑھنا سنت ہے (پھر) درود کے بعد مستحب ہیکہ (مؤمنین) اور مؤمنات (کے لئے دعا کرے) اس کی کم سے کم مقدار یہ ہے: جیسے کہے: ''اِغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتْ،'' اور آپ ﷺ پر درود سے پہلے اللہ تعالی کی حمد بیان کرنا جیسے ''الحمد لله'' کہنا سنت ہے (پھر) واجب ہیکہ (تیسری) تکبیر (کے بعد میت کے لئے دعا کرے) دعا کا آخرت سے متعلق ہونا اور کم سے کم اتنی ہونا ضروری ہے جسے دعا کہا جاسکے جیسے: ''أَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ'' یا ''أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ'' وغیرہ، (منہاج مع شرح محلی ص ۳۳۲ ج ۱) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لئے دعا کرو [تیسری تکبیر کے بعد پڑھنا سلف و خلف کی اتباع میں ہے] (اور پھر) مستحب ہیکہ (کہے: ''أللهم هذا عبدک و ابن عبدیک الخ، اے اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے ۲ بندوں کا بیٹا ہے) اصل لفظ ابن عبدک و امتک ہے تغلیبا عبدیک ذکر کیا گیا ہے جیسے اصل شمس و قمر ہے اور تغلیبا قمرین کہتے ہیں (یہ دنیا میں اپنے محبوب و دوستوں کو چھوڑ کر دنیا کی راحت اور وسعت سے قبر کی تاریکی

اور جو کچھ قبر میں پیش آنے والا ہے اس کی طرف چلا آیا یہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں اور تو اسے ہم سے زیادہ جاننے والا ہے، اے اللہ یہ تیرا مہمان ہوا اور تو بہترین مہمان نواز ہے یہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کے عذاب سے بے نیاز ہے اور ہم تیری طرف اس میت کے لئے سفارش کی امیدیں لیکر آئے ہیں اے اللہ اگر وہ نیک ہے تو تو اس کی نیکی میں زیادتی کر اور اگر وہ برا ہے تو تو اس سے) بُرائیوں کو (در گزر فرما اور اپنی رحمت سے اسے تیری رضا عطا فرما، قبر کے فتنہ اور عذاب سے حفاظت فرما اور اس کی قبر کو کشادہ فرما اور زمین کو اس کے پہلوؤں سے دور فرما اور اپنی رحمت کے ذریعہ تیرے عذاب سے اسے امن عطا فرما یہاں تک کہ تو اسے امن کے ساتھ جنت میں پہنچا دے اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے) اگر میت مؤنث ہو تو ضمیریں مؤنث لائے جیسے کہے ''أَللّٰهُمَّ هَذِهِ أَمَتُکَ الخ لیکن اگر ضمیریں مؤنث نہ لائے تب بھی کوئی حرج نہیں(شرح محلی فی حا شیتان ص٣٣٢ج١) (اور مستحب ہیکہ اس دعا) أللهم هذا عبدک و ابن عبدیک الخ (پر مقدم کرے ''أللهم اغفر لحینا الخ) اس دعا (کو اے اللہ ہمارے زندہ و مردہ کی حاضر و غائب کی چھوٹے و بڑے کی اور مذکر و مؤنث کی مغفرت فرما اے اللہ تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو موت دے اسے ایمان کی حالت میں موت دے اور) مستحب ہیکہ (نماز میں اس دوسری) دعا یعنی ''أللهم اغفر لحینا و میتنا الخ (کے ساتھ بچہ) یعنی نابالغ کی میت (پر) یہ دعا (پڑھے) اس لئے کہ یہ وقت کے مناسب ہے(نہایه ص٤٧٩ج٢) (أللهم اجعله فرطا الخ) اس کے بعد یہ الفاظ زیادہ کرنا بھی سنت ہے:''وَلاَ تَفْتِنْهُمَا بَعْدَهُ وَلاَ تَحْرِمْهُمَا أَجْرَهُ'' (اے اللہ اس بچہ کو اس کے والدین کے لئے آگے جانے والا سامان بنا اور ذخیرہ، نصیحت، عبرت اور شفیع بنا اور اس کے ذریعہ ان کے ترازو کو وزنی بنا اور ان کے قلوب پر صبر کو کامل فرما) اور

اس کے بعد ان کو فتنہ میں مبتلا نہ فرما اور اس کے اجر سے انھیں محروم نہ فرما (اور) مستحب ہیکہ (چوتھی) تکبیر (کے بعد) یہ دعا (پڑھے) اس لئے کہ یہ وقت کے مناسب ہے: (أللهم لا تحرمنا أجره الخ اے اللہ اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ فرما) یعنی میت پر نماز پڑھنے کے اجر سے یا میت کی مصیبت کے اجر سے محروم نہ فرما، اس لئے کہ تمام مسلمان مصیبت میں ایک ہی چیز کی طرح ہے (اور اس) میت (کے بعد ہمیں آزمائش میں مبتلا نہ فرما اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما) اس تکبیر کے بعد طویل دعا کرنا سنت ہے اور یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے (نہایہ ص ٤٨٠ ج ٢) (پھر ٢ سلام پھیرے) ان میں پہلا واجب اور دوسرا سنت ہے، نبی کریم ﷺ دوسری نماز کی طرح جنازہ پر سلام پھیرتے تھے،

(وَوَاجِبَاتُهَا سَبْعَة: أَلنِيَّةُ وَالْقِيَامُ وَأَرْبعُ تَكْبِيرَاتٍ وَالْفَاتِحَةُ وَالصَّلاَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَدْنَى الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ وَهُوَ أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهَذَاالْمَيِّتِ وَالتَّسْلِيْمَةُ الْأُوْلَى، نماز جنازہ کے واجبات ۷ ہیں): (١) (نیت کرنا) (٢) (کھڑا ہونا) [تشریح جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں] (٣) (۴ تکبیریں) کہنا (۴) سورۂ (فاتحہ) پڑھنا (۵) (نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا) (٦) (میت کے لئے کم سے کم دعا کرنا) یعنی دعا کم سے کم اتنی ہو کہ اسے دعا کہا جاسکے (اور وہ) مقدار (یہ ہے: أللهم اغفر لهذا الميت اور) (۷) (پہلا سلام) (وَشَرْطُهَا كَغَيْرِهَا وَيَزِيْدُ تَقْدِيْمَ الْغُسْلِ وَأَنْ لاَ يَتَقَدَّمَ عَلَى الْجَنَازَةِ، اور نماز جنازہ کی شرطیں اور نمازوں) کی شرطوں (کی طرح ہیں) یعنی جو شرطیں دوسری نمازوں کی ہیں وہی شرطیں نماز جنازہ کی ہیں [تفصیل جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں] (لیکن) یہاں (غسل کی تقدیم) کی شرط (زائد ہے) مطلب یہ ہے کہ نماز سے پہلے میت کا غسل ہو چکا ہو اس سے پہلے نماز صحیح نہ ہوگی (اور یہ) شرط بھی یہاں زائد ہے (کہ) مصلی (جنازہ کے آگے کھڑا نہ رہے) چاہے وہ امام ہو یا مقتدی، یعنی: جنازہ پیچھے رکھکر مصلی آگے کھڑا نہ رہے، اس کے بر خلاف اس کے علاوہ نمازوں میں مقتدی کے حق میں شرط ہے کہ امام سے آگے کھڑا نہ

رہے (وَتُكْرَهُ قَبْلَ الْكَفْنِ، اور کفن پہنانے سے پہلے) نماز جنازہ پڑھنا (مکروہ ہے) اس لئے کہ اس میں میت کی تحقیر ہے (فَإِنْ مَاتَ فِي بِئْرٍ أَوْ تَحْتَ هَدْمٍ وَتَعَذَّرَ إِخْرَاجُهُ وَغُسْلُهُ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ اگر کوئی کنویں میں مر جائے یا کسی چیز کے گرنے سے دب کر) مر جائے (اور اس کو نکالنا اور غسل دینا دشوار ہو تو) مذکورہ شرط فوت ہونے کی بنا پر (اس پر نماز نہ پڑھے، وَمَنْ سَبَقَهُ الْإِمَامُ بِبَعْضِ التَّكْبِيرَاتِ أَحْرَمَ وَقَرَأَ وَرَاعَى فِي الذِّكْرِ تَرْتِيبَ نَفْسِهِ فَإِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ كَبَّرَ مَا بَقِيَ وَيَأْتِي بِذِكْرِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَيُنْدَبُ أَنْ لَا تُرْفَعَ الْجَنَازَةُ حَتَّى يُتِمَّ الْمَسْبُوْقُ صَلَاتَهُ فَلَوْ كَبَّرَ الْإِمَامُ عَقِيْبَ تَكْبِيْرَتِهِ الْأُوْلَى كَبَّرَ مَعَهُ وَحَصَلَتَا وَسَقَطَ عَنْهُ الْقِرَائَةُ وَلَوْ كَبَّرَ وَهُوَ فِي الْفَاتِحَةِ قَطَعَهَا وَتَابَعَ وَلَوْ كَبَّرَ الْإِمَامُ تَكْبِيْرَةً فَلَمْ يُكَبِّرْهَا الْمَأْمُوْمُ حَتَّى كَبَّرَ الْإِمَامُ بَعْدَهَا بَطَلَتْ صَلَاتُهُ اور جس شخص سے امام بعض تکبیرات میں سبقت کر جائے) یعنی مسبوق کی بعض تکبیریں چھوٹ جائیں (تو مسبوق) امام کے ساتھ (تکبیر تحریمہ کہے اور) سورۂ فاتحہ (پڑھے اور) مطلوب (ذکر میں خود اپنی ترتیب کی رعایت کرے) لہذا پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے، دوسری کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے اور تیسری کے بعد میت کے لئے دعا کرے (پھر جب امام) ٤ تکبیرات سے فارغ ہونے کے بعد (سلام پھیرے تو مسبوق بقیہ) یعنی چھوٹی ہوئی (تکبیر کہے اور) اس کے بعد (ذکر کو لے آئے) مثلاً اگر دوسری تکبیر باقی ہو تو کہکر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے، اگر تیسری باقی ہو تو تیسری تکبیر کہکر میت کے لئے دعا کرے اور اگر چوتھی باقی ہو تو یہ کہکر دعا کرے، مستحب ہے (پھر) بقیہ تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد (سلام پھیرے اور مستحب ہیکہ جنازہ نہ اٹھایا جائے یہاں تک کہ مسبوق کی نماز پوری ہو جائے) اگر نماز پوری ہونے سے پہلے اٹھائے تو کوئی حرج نہیں اس سے نماز باطل نہ ہو گی اگرچہ جنازہ قبلہ کی جانب سے ہٹایا گیا ہو (اگر امام) دوسری (تکبیر کہے مسبوق کی پہلی تکبیر کے بعد) یعنی مسبوق کے پہلی تکبیر سے فارغ ہوتے ہی امام دوسری تکبیر کہے (تو مسبوق امام کے ساتھ تکبیر کہے پھر)

اس صورت میں (یہ دونوں) تکبیریں مسبوق کو (حاصل ہو گئیں اور مسبوق سے قرأت ساقط ہو گئی) جیسا کہ دوسری نمازوں میں بھی ہوتی ہے (اور اگر امام تکبیر کہے درانحالیکہ مسبوق فاتحہ پڑھ رہا ہو تو) مسبوق (اپنی قرأت کو موقوف کرے اور امام کی اتباع کرے) قرأت مکمل کرنے کے لئے پیچھے نہ رہے اس لئے کہ امام کی متابعت زیادہ مؤکد ہے (اور اگر امام تکبیر کہے لیکن مقتدی تکبیر نہ کہے) یعنی اس تکبیر میں امام کی اتباع نہ کرے (یہاں تک کہ امام اس) تکبیر (کے بعد دوسری تکبیر کہے تو مقتدی کی نماز باطل ہو گی) اس لئے کہ یہ مخالفت فاحشہ ہے، مقتدی اگر امام سے ایک تکبیر میں عذر کی وجہ سے پیچھے رہے جیسے بھول ہو تو نماز باطل نہ ہو گی، اور اگر بلا عذر پیچھے رہے تو نقصان دہ ہو گا [یعنی نماز باطل ہو گی] لیکن ۲ تکبیروں میں پیچھے رہے تو ہر صورت میں نماز باطل ہو گی یعنی چاہے عذر کی وجہ سے پیچھے رہا ہو یا بلا عذر۔

(وَمَنْ صَلَّى يُنْدَبُ لَهُ أَنْ لاَ يُعِيْدَ اور جو شخص) جنازہ کی (نماز پڑھ چکا ہو اس کے لئے مستحب ہیکہ اعادہ نہ کرے) یعنی دوبارہ نہ پڑھے، اگر پڑھے تو نفل واقع ہو گی (وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَّى عَلَى الْقَبْرِ اِنْ كَانَ يَوْمَ مَوْتِهِ بَالِغًا عَاقِلاً وَ اِلاَّ فَلاَ، جس کی نماز جنازہ فوت ہو) اور میت کی تدفین ہو چکی ہو تو (وہ مصلی قبر پر نماز پڑھے) اگر قبر نبی کی نہ ہو تو اور اگر ہو تو پڑھنا جائز نہیں (اگر وہ) مصلی (میت کی موت کے دن بالغ، عاقل تھا تو) کیونکہ پھر اس صورت میں وہ اہل فرض میں سے شمار ہو گا (ورنہ) یعنی موت کے دن بالغ، عاقل نہیں تھا بلکہ بچہ یا مجنون تھا تو (نماز نہ پڑھے) جائز نہیں، اس لئے کہ اہل فرض میں سے ہونے کی شرط فوت ہو ئی (وَيَجُوْزُ عَلَى الْغَائِبِ عَنِ الْبَلَدِ وَاِنْ قَرُبَتْ مَسَافَتُهُ وَلاَ يَجُوْزُ عَلَى غَائِبٍ فِي الْبَلَدِ اور جائز ہے) کہ غائبانہ نماز پڑھے (شہر سے غائب) میت (پر اگرچہ اس کی مسافت قریب ہو) یعنی مسافت قصر سے کم فاصلہ پر غائب میت ہو تب بھی نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ مصلی

میں مذکورہ بالا شرط موجود ہو (لیکن شہر میں غائب) میت (پر) نماز پڑھنا (جائز نہیں ہے) اگر چہ شہر بڑا ہو (وَلَوْ وُجِدَ بَعْضٌ مَنْ تُيُقِّنَ مَوْتُهُ غُسِلَ وَكُفِّنَ وَصُلِّي عَلَيْهِ اور اگر جس کے موت کا یقین ہو اس کا جزء) یعنی ہاتھ یا پاؤں، ناخن یا بال وغیرہ (پایا جائے تو اسے غسل دیا جائے، کفن پہنایا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے) اور اسے دفن کیا جائے یہ سب وا جب ہے، حضرت عبد الرحمن ابن عتاب ابن اسید کے انتقال کے بعد ان کے ہاتھ پر صحابہء کرام نے نماز جنازہ پڑھی، (نہایہ ص ٤٩٤ ج ٢) یہاں تک شہید کے علاوہ میت کے احکام کا ذکر ہوا اب آگے مصنف رحؒ شہید کے احکام کو بیان فرمارہے ہیں: (وَيَحْرُمُ غَسْلُ الشَّهِيْدِ وَالصَّلَاةُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَنْ مَاتَ فِي مَعْرَكَةِ الْكُفَّارِ بِسَبَبِ قِتَالِهِمْ فَتُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُ الْحَرْبِ ثُمَّ الْأَفْضَلُ أَنْ يُدْفَنَ بِبَقِيَّةِ ثِيَابِهِ الْمُلَطَّخَةِ بِالدَّمِ وَلِلْوَلِيِّ نَزْعُهَا وَتَكْفِيْنُهُ اور شہید کو غسل دینا) اگر چہ جنبی ہو (اور اس پر نماز پڑھنا حرام ہے) آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے احد کے شہیدوں کے بارے میں فرمایا: کہ انھیں ان کے خون کے ساتھ دفن کیا جائے، انھیں نہ غسل دیا گیا اور نہ ان پر نماز پڑھی گئی،

شہید مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، سب کے لئے یہ ہی حکم ہے (اور جو شخص جنگ کے میدان میں کفار کے ساتھ جنگ کے سبب مارا جائے وہ شہید ہے) یعنی اسے کافر نے قتل کیا ہو یا غلطی سے مسلمان کا ہتھیار لگ کر یا خود کا ہی ہتھیار لوٹ کر آنے سے مر گیا ہو تب بھی اسے شہید ہی کہا جائے گا (پھر) مستحب ہیکہ (جنگ کے کپڑے) یعنی جنگ کے وقت استعمال کئے جانے والے کپڑے جیسے درع اور اس کے مانند جو عموما پہنے جاتے ہیں جیسے موزہ وغیرہ (شہید) کے جسم (سے نکال دئے جائیں لیکن افضل ہیکہ اس کے بقیہ خون سے لت پت کپڑوں میں اسے دفن کیا جائے) اس لئے کہ یہ عبادت کا اثر ہے (اور ولی کے لئے جائز ہے شہید کے کپڑے نکالنا) اگر چہ ملطخہ ہو (اور اسے کفن پہنانا)

(وَالسِّقْطُ اِنْ بَكٰى أَوِ اخْتَلَجَ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْكَبِيْرِ وَاِلاَّ فَاِنْ بَلَغَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ غُسِّلَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ وَاِلاَّ وَجَبَ دَفْنُهُ فَقَطْ وَلْيُبَادِرْ بِالدَّفْنِ بَعْدَ الصَّلاةِ وَلاَ يُنْتَظَرُ اِلاَّ لِوَلِيٍّ اِنْ قَرُبَ وَلَمْ يُخْشَ تَغَيُّرَ الْمَيِّتِ اور ناتمام بچہ) یعنی ایسا حمل جو ٦ مہینے پورے ہونے سے پہلے گر جائے (اگر روئے یا چیخے) یا حرکت کرے مطلب یہ ہیکہ زندگی کی کوئی علامت پائی جائے (تو اس کا حکم) ایسا ہے جیسے (بڑے کا حکم ہے) یعنی بڑے میت کی طرح اس کو بھی غسل دینا، کفن پہنانا، اس پر نماز پڑھنا اور اسے دفن کرنا واجب ہے،، اس لئے کہ ولادت کے بعد زندگی کا یقین ہوا اور پھر مر گیا (ورنہ) یعنی اس میں زندگی کی کوئی علامت نہ پائی جا ئے تو اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ: (اگر وہ ٤ ماہ کا ہو تو اسے غسل دیا جائے گا) کفن پہنایا جا ئے گا اور دفن کیا جائے گا (لیکن اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی ورنہ) یعنی اگر وہ ٤ ماہ کا نہ ہو تو (اس کی صرف تدفین واجب ہے) اور شارحؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح: اسے غسل دینا اور کفن پہنانا بھی واجب ہے اگر اس میں آدمی کی خلقت ظاہر ہو تو ورنہ کوئی چیز واجب نہیں بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا سنت ہے،

سقط کے احوال ہیں: حاصل یہ ہیکہ اگر اس میں آدمی کی خلقت ظاہر نہ ہو تو کوئی چیز واجب نہیں ہاں مگر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا سنت ہے، اور اگر خلقت ظاہر ہو لیکن زندگی کی علامت ظاہر نہ ہو تو نماز کے سوا بقیہ تینوں چیزیں واجب ہیں اور اگر زندگی کی علامت بھی ظاہر ہو تو چاروں چیزیں واجب ہیں (اور نماز کے بعد تدفین میں جلدی کرے) کسی کا (انتظار نہ کرے) یعنی کسی کے انتظار کی بنا پر میت کی تدفین میں تاخیر نہ کرے (مگر ولی کا) انتظار کرے (اگر وہ قریب ہو) یعنی ولی اور میت کے درمیان مسافتِ بعیدہ نہ ہو، مسافت بعیدہ: یعنی زیادہ فاصلہ اس کا اعتبار عرف کے مطابق ہو گا (اور) انتظار کے سبب (میت کے تغیر کا اندیشہ نہ ہو)

(وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَحْمِلَ الْجَنَازَةَ تَارَةً أَرْبَعَةٌ مِنْ قَوَائِمِهَا وَتَارَةً خَمْسَةٌ وَالْخَامِسُ يَكُوْنُ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ اور افضل ہیکہ کبھی ۴ آدمی جنازہ کو اس کے)۴(ستونوں سے اٹھائیں) جنازہ کے ۴ ستونوں میں سے ۲ آگے ہیں اور ۲ پیچھے، اٹھانے کا طریقہ یہ ہیکہ آگے کی طرف ۲ آدمی رہیں ان میں سے ایک دائیں ستون کو بائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں ستون کو دائیں کندھے پر اٹھائے، اور پیچھے کے ستونوں کو بھی اسی طرح ۲ آدمی اٹھائیں (اور کبھی ۵ آدمی) اٹھائیں (اور پانچواں) آدمی (آگے کے ۲ ستونوں کے درمیان) کھڑا (رہے) شارحؒ فرماتے ہیں: پہلا طریقہ دوسرے سے افضل ہے، اور تیسرا طریقہ ان دونوں سے افضل ہے وہ یہ: آگے کے ۲ ستونوں کو ایک آدمی اپنے ۲ کندھوں پر اٹھائے اور پیچھے کے ۲ ستونوں کو ۲ آدمی اٹھائیں اس طرح کہ ان میں سے ایک دائیں اور دوسرا بائیں جانب اٹھا ئے، بیہقی نے روایت نقل کی ہیکہ سعد ابن معاذ کے جنازہ کو عمودین کے بیچ سے اٹھایا گیا (وَيُنْدَبُ الْإِسْرَاعُ فَوْقَ الْعَادَةِ دُوْنَ الْخَبَبِ اِنْ لَمْ يَضُرَّ الْمَيِّتَ وَاِنْ خِيْفَ انْفِجَارُهُ زِيْدَ عَلَى الْإِسْرَاعِ اور مستحب ہے) جنازہ (عادت سے) کچھ (تیز لے چلنا نہ کہ زیادہ تیز اگر میت کو نقصان نہ ہو تو) مطلب یہ ہیکہ اگر میت میں تغیر پیدا ہونے کا خوف نہ ہو تو جنازہ لے جاتے وقت عادۃً جو چال ہے اس سے کچھ تیز چال کرے زیادہ تیز نہ کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے چلو اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو اچھی چیز ہے جس کی طرف تم لے جا رہے ہو اور اگر وہ اس کے علاوہ ہے تو بری چیز ہے جس کو تم اپنے کندھوں سے اتار دوگے (اور اگر میت میں تغیر کا خوف ہو تو زیادہ تیز لے چلے) تاکہ تغیر سے حفاظت ہو (وَيُنْدَبُ لِلرِّجَالِ اِتِّبَاعُهَا اِلَى الدَّفْنِ بِقُرْبِهَا بِحَيْثُ يُنْسَبُ اِلَيْهَا، اور مردوں کے لئے مستحب ہے جنازہ کے ساتھ تدفین تک چلنا درانحالیکہ وہ) چلتے وقت (جنازہ سے اتنے قریب رہیں کہ جنا زہ کی طرف منسوب ہوں) یعنی جنازہ کے ساتھ چلنا معلوم ہو، اگر دور رہنے کی بنا پر جنازہ کی

طرف منسوب نہ ہوں تو متابعت [یعنی جنازہ کے ساتھ چلنے] کی فضیلت حاصل نہ ہو گی، حضرت براءؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے کا حکم فرمایا، عورتوں کے لئے جانا مکروہ ہے [لیکن اس دور میں فتنہ کا ہونا متحقق ہے لہذا جانا حرام ہے] حدیث کی اتباع میں (تحفة ص ۱۳۰ ج ۳) جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے، چاہے سوار ہو یا پیدل، اور اگر پیچھے چلے تو متابعت کی فضیلت حاصل ہو گی لیکن کمالِ درجہ فوت ہو گا، اتباع حدیث کی بنا پر پیدل چلنا افضل ہے بہ نسبت سوار ہو کر چلنے کے (منہاج مع تحفة ص ۱۳۰ ج ۳) اور بلا عذر سوار ہو کر چلنا مکروہ ہے اور اگر عذر جیسے بیمار یا کمزور وغیرہ ہو تو مکروہ نہیں ہے (وَيُكْرَهُ اتِّبَاعُهَا بِنَارٍ وَالْبُخُورِ فِي الْمَجْمَرَةِ وَكَذَا عِنْدَ الدَّفْنِ اور مکروہ ہے جنازہ کے ساتھ آگ لے جانا اور) اسی طرح مکروہ ہے جنازہ کے ساتھ (انگیٹھی) وغیرہ (میں بخور) لے جانا، بخور یعنی: وہ چیز جس کی خوشبو کے لئے دھونی دی جائے، ج: بخورات (بیان اللسان ص ۱۱٤) انگیٹھی یعنی: وہ چیز جس میں بخور رکھ کر وہ [انگیٹھی] سلگائی جائے (اور اسی طرح) مکروہ ہے مذکورہ چیزوں کا (دفن کے وقت) ہونا، عمرو ابن عاصؓ فرماتے ہیں: جب مجھے موت آجائے تو میرے ساتھ نہ آگ جائے، نہ نوحہ کرنے والی اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے بدفالی لی جاتی ہے،

(فَصْلٌ)

(دفن کے بیان میں)

(ثُمَّ يُدْفَنُ وَفِي الْمَقْبَرَةِ أَفْضَلُ پھر) نماز کے بعد میت کو (دفن کیا جائے) یہ بالاجماع فرض کفایہ ہے اس لئے کہ میت کو زمین پر چھوڑ دینے میں اس کی بے حرمتی ہے اور لوگوں کے لئے باعث تکلیف ہے (اور قبرستان میں) دفن کرنا (افضل ہے) اس کے علاوہ جگہ میں دفن کرنے سے، اس لئے کہ اس صورت میں زائرین کی دعا حاصل ہو گی (وَلاَ

يُدْفَنُ مَيِّت عَلَى مَيِّتٍ اِلاَّ أَنْ يَبْلَى الْأَوَّلُ كُلُّهُ وَلاَ مَيِّتَا نِ فِي قَبْرِوَا حِدٍ اِلاَّ لِضَرُوْرَةٍ كَكَثْرَةِ الْقَتْلِ وَ الْفَنَاءِ وَيُجْعَلُ بَيْنَهُمَا حَائِل مِنْ تُرَابٍ وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَ الرَّجُلِ آكَدُ سِيَّمَا الْأَجْنَبِيَّيْنِ اور) ایک (میت کو) دوسری (میت پر دفن نہ کیا جائے) یعنی میتِ اول کی قبر کھود کر دوسری میت کو اس پر دفن نہ کرے حرام ہے اگرچہ ہم جنس ہو جیسے ۲ مرد یا ۲ عورتیں یا محرمیت کی نسبت ہو، اس لئے کہ اس میں میت کی بے حرمتی ہے [قوله ويحرم أيضا اد خا ل ميت على آ خر] علاوہ بهتک حر مته (حاشيۀ عبادی فی تحفة ص۱۷۳ ج۳) (مگر یہ کہ میتِ اول مکمل بوسیدہ ہو چکی ہو) اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا ہو تو پھر حرام نہیں (اور ۲ میت ایک قبر میں دفن نہ کئے جائیں مگر ضرورت کی بنا پر) حرج نہیں (جیسے قتل اور وباء کی کثرت ہو) یعنی قتلِ عام اور وباءِ عام کی وجہ سے اموات کی کثرت ہوں تو ایک قبر میں ۲ میت کی تدفین جائز ہے (اور) اس صورت میں (دونوں) میت (کے درمیان مٹی) بطور (حائل رکھی جائے) تا کہ اختلاط سے مانع ہو (اور عورت) کی میت (اور مرد) کی میت (کے درمیان) مٹی رکھنے کی زیادہ (تاکید ہے) اس لئے کہ اس صورت میں جنس مختلف ہے (خصوصا) اس وقت جبکہ (دونوں اجنبی ہوں) یعنی اجنبیہ عورت اور مرد کی میت ہو (وَلَوْ مَا تَ فِي سَفِيْنَةٍ وَلَمْ يُمْكِنْ دَفْنُهُ فِي الْبَرِّ جُعِلَ بَيْنَ لَوْ حَيْنِ وَ أُلْقِيَ فِي الْبَحْرِ، اور اگر کوئی کشتی میں مر جائے اور خشکی میں اسے دفن کرنا ممکن نہ ہو) یعنی کنارہ سے دوری کے سبب میت میں تغیر کا اندیشہ ہو (تو) غسل دے کر، کفن پہنا کر نماز پڑھی جا ئے اور اسے (۲ تختوں کے درمیان) مضبوط رسی سے باندھکر (رکھ دیا جائے اور سمندر میں ڈال دیا جائے) تا کہ کنارہ پہنچکر کوئی اٹھالے اور دفن کردے، اور اگر وزنی ۲ پتھروں سے باندھکر سمندر میں ڈال دیا جائے تا کہ تہ تک پہنچ جائے تو اس طرح کرنا بھی جائز ہے (وَأَقَلُّ الْقَبْرِ مَا يَكْتُمُ الرَّا ئِحَةَ وَيَمْنَعُ السِّبَا عَ اور قبر) کھودنے (کی کم سے کم مقدار وہ ہے جو)

میت کی (بُو کو چھپائے) یعنی بو باہر ظاہر نہ ہو تا کہ زندہ کو تکلیف نہ ہو (اور مانع بنے درندوں کو) تا کہ درندے قبر کھود کر میت کو نہ کھائے ورنہ میت کی بے حرمتی ہو گی،

(وَیُنْدَبُ تَوْ سِیعُهُ وَ تَعْمِیقُهُ قَامةً وَ بَسطَةً قبر کو) لمبائی اور چوڑائی کے اعتبار سے (کشادہ کرنا اور معتدل آدمی کا اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر کی طرف پھیلاتے ہوئے کھڑا ہونے کی مقدار گہرا کرنا مستحب ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: قبر وسیع اور گہری کھودو، اور اس لئے بھی کہ اتنی مقدار کھودنے میں میت کا اکرام ہے اور اس کے ساتھ نرمی ہے (وَاللَّحدُ أَفْضَلُ مِنَ الشَّقِّ اِلاَّ اَنْ تَكُوْنَ الْأَرْضُ رِخْوَةً فَيُنْدَبُ الشَّقُّ اور لحد) میں دفن کرنا (افضل ہے شق) میں دفن کرنے (سے)۔

لحد: قبر کے نچلے حصہ میں قبلہ کی جانب اتنا کھودے کہ اس میں میت سما سکے اسے لحد کہتے ہیں، شق: قبر کے درمیان نہر کے مانند کھودنے کو شق کہتے ہیں (مگر یہ کہ زمین نرم ہو تو شق مستحب ہے) تا کہ قبر دھنس نہ جائے (وَيُكْرَهُ فِي تَابُوْتٍ اِلاَّ اَنْ تَكُوْنَ الْأَرْضُ رِخْوَةً أَوْ نَدِيَّةً، اور تابوت میں) دفن کرنا (مکروہ ہے) اس لئے کہ یہ آپ ﷺ سے اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں ہے،

تابوت: یعنی صندوق اور صندوق یعنی: بکس [یا بکس کے مانند چیز] صندوق کی جمع: صنادیق (بیان اللسان ص۱۲۷ص۴۳۷) (مگر یہ کہ زمین نرم) ہو (یا) پانی کی کثرت ہونے کی بنا پر دفن کی جگہ (تر ہو) تو تابوت میں دفن کرنا مکروہ نہیں ہے (وَيَتَوَلاَّهُ الرِّجَالُ وَلَوْ لِامْرَأَةٍ وَأَوْلاَهُمُ الزَّوْجُ اِنْ صَلَحَ لِلدَّفْنِ ثُمَّ أَوْلاَهُمْ بِالصَّلاَةِ لٰكِنِ الْأَفْقَهُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْأَسَنِّ عَكْسُ الصَّلاَةِ اور مرد میت کو دفن کرے اگر چہ عورت کی) میت (ہو) آپ ﷺ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی قبر میں حضرت ابو طلحہؓ کو اترنے کا حکم فرمایا، مجموع میں حضرت ام کلثومؓ کے بجائے حضرت رقیہؓ کا اسم گرامی مذکور ہے (اور) عورت کی تدفین کے لئے (مردوں

میں سب سے زیادہ حقدار شوہر ہے) اگرچہ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار سب سے پہلے شوہر نہیں ہے، اس لئے کہ شوہر عورت کے بدن کا زیادہ حصہ دیکھ سکتا ہے،

(اگر دفن کرنے کی صلاحیت ہو تو) یعنی عاقل و بالغ ہو اور احکام سے واقف ہو (پھر) شوہر کے بعد (ان) مردوں (میں) دفن کرنے کا (حقدار) سب سے پہلے (وہ ہے جو) میت کی (نماز) پڑھانے (کا زیادہ حقدار ہو، لیکن نماز کے برعکس) مطلب یہ ہیکہ نماز پڑھانے کے حقدار لوگوں میں اسن افقہ پر مقدم ہے لیکن یہاں (افقہ اسن پر مقدم ہو گا) اس لئے کہ نماز کے مسئلہ میں غرض دعا ہے اور اسن کی دعا اقرب الی الاجابۃ [یعنی جلدی قبول] ہوتی ہے، لہذا اس مسئلہ میں اسن مقدم ہے اور یہاں غرض احکام تدفین کی جانکاری ہے اور افقہ بہ نسبت دوسرے کے احکام زیادہ جانتا ہے اس لئے یہاں افقہ مقدم ہو گا (وَيُنْدَبُ أَنْ يَكُوْنُوْا وِتْرًا وَيُغَطَّى بِثَوْبٍ عِنْدَ الدَّفْنِ وَيُوْضَعَ رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلِ الْقَبْرِ وَيسَلَّ مِنْ جِهَةِ رَأْسِهِ وَيَقُوْلَ الدَّافِنُ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَدْعُو لَهُ وَيُوَسِّدُهُ لَبِنَةً وَيُفْضِي بِخَدِّهِ إِلَى الْأَرْضِ وَيُوْضَعَ عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ نَدْبًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتْمًا وَيُنْصَبُ عَلَيْهِ اللَّبِنُ وَيَحْثُوْ مَنْ دَنَا ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ يُهَالَ بِالْمَسَاحِيْ وَيَمْكُثُ سَاعَةً بَعْدَ الدَّفْنِ يُلَقِّنُهُ وَيَدْعُو لَهُ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ وَيُرْفَعَ الْقَبْرُ شِبْرًا إِلَّا فِي بِلَادِ الْحَرْبِ وَتَسْطِيْحُهُ أَفْضَلُ وَلَا يَزَادُ فِيْهِ عَلَى تُرَابِهِ وَيَرُشَّ عَلَيْهِ الْمَاءُ وَيُوْضَعَ عَلَيْهِ حَصًا، اور مستحب ہیکہ) دفن کرنے والے (طاق عدد میں ہوں) یعنی اگر ۲ کی ضرورت ہو تو تیسرا بھی قبر میں اترے تا کہ طاق عدد ہو اور اگر ۳ کی ضرورت ہو تو طاق عدد حاصل ہی ہے، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو دفن کرنے والے ۳ صحابہؓ کرام تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ ۵ تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ ۴ تھے، ۳ میں: علیؓ، عباسؓ، اور فضل ابن عباسؓ تھے اور ۵ والے قول میں: ان کے ساتھ: قثم اور شقران اور ۴ والے قول میں: علیؓ، فضل ابن عباسؓ، اسامہؓ اور عبد الرحمن ابن عوفؓ تھے،

(اور) مستحب ہیکہ (دفن کے وقت کپڑے سے) قبر پر (پردہ کیا جائے) اور یہ عورت کی میت ہو تو مؤکد ہے (اور) مستحب ہیکہ میت کو قبرستان لانے کے بعد (اس کے سر کو قبر کی پائنتی کے پاس رکھدیا جائے اور) مستحب ہیکہ اس کو (جنازہ سے) آہستہ (سر کی طرف سے نکال دیا جائے) اور قبر میں اسی طرح اتار دیا جائے، حضرت عبد اللہ بن یزید الخطمیؓ نے حضرت حارثؓ کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر آپ کو قبر کی پائنتی کی جانب سے قبر میں اتارا اور فرمایا کہ یہ سنت ہے (اور) مستحب ہیکہ میت کو قبر میں (اتارنے والا کہے: بسم اللہ الخ، اللہ کے نام سے اور اللہ کے رسول ﷺ کی ملت پر) آپ ﷺ میت کو قبر میں اتارتے وقت یہ کہتے تھے (اور) مستحب ہیکہ اتارنے والا (میت کے لئے) مغفرت کی (دعا کرے اور) مستحب ہیکہ (اس کے سر کے نیچے کچی اینٹ) یا اس کے مانند چیز (رکھے اور) سنت ہے کہ (اس کے) دائیں (رخسار) سے کفن ہٹا کر اس (کو زمین سے لگا دے) اس لئے کہ یہ طریقہ اظہار عاجزی کے لئے ابلغ ہے (اور مستحب ہے) کہ (میت کو دائیں کروٹ پر رکھدیا جائے اور ضروری ہے) کہ رکھتے وقت (رخ قبلہ کی طرف کر دیا جائے) اس لئے کہ یہ آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے اور اس کو سلف نے خلف سے نقل کیا ہے (اور کھلی قبر کے دروازہ پر اینٹ) یا اس کے مانند چیز جیسے پتھر، لکڑی وغیرہ (رکھی جائے، اور جو شخص قبر کے قریب ہو وہ) اپنے دونوں ہاتھوں سے (۳ مٹھی مٹی ڈالے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے ۳ مٹھی مٹی ڈالی (پھر) اس کے بعد (مساحی سے) قبر پر مٹی (ڈالدے) اس لئے کہ اس سے تدفین کی تکمیل جلدی ہوگی، (مغنی ص ۳۹ ج ۲)

مساحی: مسحاۃ کی جمع ہے، لوہے کے جس آلہ سے مٹی کو کھینچا جاتا ہے اسے مسحاۃ کہتے ہیں، جیسے پھاوڑا، اس کے علاوہ وہ آلہ جس میں یہ صفت موجود ہو اسے مسحاۃ کہا جائے گا،

دونوں ہاتھوں سے ایک بار مٹی ڈالنا ایک مٹھی ہے اس طرح ۳ بار ڈالے، اور سنت ہے کہ پہلی بار ڈالتے وقت: "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ" اور دوسری بار: "وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ" اور تیسری بار ڈالتے وقت: "وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى" کہے،

اور سنت ہے کہ قبر کھودتے وقت جتنی مٹی نکلی ہے اس سے زائد مٹی قبر پر نہ ڈالے، تاکہ قبر کا حجم بڑا نہ ہو لیکن مسنون طریقہ کے مطابق قبر بنانے کے لئے وہ مٹی ناکافی ہو تو زائد مٹی [ضرورت کی مقدار] ڈالدے، (مغنی ص٣٩ ج٢) (اور) مستحب ہے کہ دفن کرنے والا (دفن کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر تلقین پڑھے اور میت کے لئے) ثابت قدمی کی (دعا کرے) یعنی کہے: ''أَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ'' اے اللہ اسے ثابت قدمی عطا فرما، اور تلقین قبر کے سرہانے پڑھی جائے اس کے الفاظ یہ ہیں: يا فُلاَنَ بْنَ فُلا أُذْكُرُ الْعَهْدَ الَّذِىْ خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَن لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَشَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لاَّ رَيْبَ فِيْهَا وَأَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ قُلْ رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلاَمِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّ بِالْقُرْآنِ اِمَامًا وَبِالْمُسْلِمِيْنَ اِخْوَانًا رَبِّىَ اللهُ لاَاِلٰهَ اِلاَّ هُوَ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (كتاب الاذكار ص١٤٨) اے فلاں کے بیٹے فلاں یاد کر اس عھد کو جس پر تو دنیا سے نکلا وہ گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور قیامت یقینا آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ دوبارہ اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں تو کہہ میں اللہ سے راضی ہوا رب ہونے کے اعتبار سے اور اسلام سے دین ہونے کے اعتبار سے اور محمد ﷺ سے نبی ہونے کے اعتبار سے اور کعبہ کو قبلہ مان کر اور قرآن کو رہبر سمجھکر اور مسلمانوں کو بھائی جان کر، میرا رب اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے، تلقین پڑھنا اور میت کے لئے دعا کرنا اتباع حدیث کی بناپر ہے، بچہ کی میت ہو تو تلقین نہ پڑھے اس لئے کہ یہ مکلف نہیں ہے،

(اور مغفرت طلب کرے اور) سنت ہے کہ (قبر ایک بالشت کی مقدار اونچی بنائی جائے) اس لئے کہ آپ ﷺ کی قبر ایک بالشت کی مقدار اونچی بنائی گئی، اس سے زیادہ اونچی بنانا مکروہ ہے، فلو زاد عليه كان مكروها (حاشية شروانى فى تحفة ص٢٣ ج٣) (مگر

دارالحرب میں) اونچی نہ بنائی جائے بلکہ مخفی رکھے تاکہ مسلمانوں کے وہاں سے ہٹ جانے کے بعد کافر اس قبر کی بے حرمتی نہ کرے (اور قبر کو مسطح بنانا) اونٹ کے کوہان کی طرح بنا نے سے (افضل ہے) جیسا کہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے ۲ ساتھی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی قبر کو اس طرح کیا گیا،

مسطح یعنی: چاروں طرف سے برابر (اور قبر کو مسطح بنانے کی صورت میں قبر کی) نکلی ہوئی (مٹی سے زائد) مٹی قبر پر (نہ ڈالے) [تشریح ماقبل میں مذکور ہے] (اور) مستحب ہے کہ (قبر پر پانی چھڑکے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے سعد ابن معاذؓ کی قبر پر اس طرح کیا (اور) سنت ہے کہ (قبر پر) چھوٹی چھوٹی (کنکریاں ڈالی جائیں) اس لئے کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراھیم کی قبر پر اس طرح کیا (وَيُكْرَهُ تَجْصِيص وَبِنَاء وَخَلُوْق وَمَاء وَرْدٍ وَكِتَابَة وَمِخَدَّة وَمِضْرَبَة تَحْتَهُ اور مکروہ ہے) قبر کو (چونہ لگانا) اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے (اور) مکروہ ہے اس پر (عمارت بنانا) اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ: جب لاش کے بوسیدہ اور مٹی ہو جانے کا گمان غالب ہو اور میت کی ہڈی وغیرہ کا کوئی اثر باقی نہ ہو اور قبرستان کسی شخص کا ذاتی ہو تو ایسی صورت میں عمارت [یعنی گھر وغیرہ] بنانا جائز ہے، کیونکہ ملکیت کی وجہ سے مالک کو تصرف کا حق حاصل ہے، **يجوز نبش القبر اذا بلى الميت و صار ترابا و حينئذ يجوز دفن غيره فيه و يجوز زرع تلك الأرض و بنائها و سائر وجوه الانتفاع و هذا كله اذا لم يبق للميت أثر من عظم و غيره** (المجموع ص۳۰۳ ج۵) جب لاش بوسیدہ اور مٹی ہو جائے تو قبر کھودنا، اس میں دوسرے مردہ کو دفن کرنا، اس جگہ بیج بونا، اس پر عمارت بنانا اور تمام منافع حاصل کرنا جائز ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ میت کی ہڈی وغیرہ کا کوئی اثر باقی نہ ہو،

اگر قبرستان کی جگہ وقف شدہ ہو تو عمارت وغیرہ بنانا اس کی ذات میں تصرف کرنا ہے جس کی اجازت نہیں ہے،

شرعا:۔۔ حبس مال یمکن الا نتفا ع بہ مع بقاء عینہ بقطع التصرف فی ر قبتہ (اقناع ص۱۸ ج۲)
شرعا: وقف کہتے ہیں کسی ایسی چیز کو روکے رکھنا جس سے عین بقاء کے ساتھ فائدہ حاصل کر نا ممکن ہو اس کی ذات میں تصرف نہ کرتے ہوئے،
(اور) مکروہ ہے قبر پر (خوشبو ڈالنا) اس لئے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ مال کو ضائع کرنا ہے،
خلوق کا معنی: ایک قسم کی خوشبو جس کا جزو اعظم زعفران ہوتا ہے (بیان اللسان ص۲٦۲)
(اور) مکروہ ہے (گلاب کا پانی چھڑکنا) اس لئے کہ اس میں بھی مال کو ضائع کرنا ہے (اور) مکروہ ہے (لکھنا) اس لئے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا (اور) مکروہ ہے قبر میں میت کے سر کے نیچے (تکیہ رکھنا اور) مکروہ ہے اس کے لئے (بستر بچھانا) [اس لئے کہ ان صورتوں میں کار آمد چیزوں کو ضائع کرنا ہے] (وَيُنْدَبُ لِلرِّجَالِ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ وَلاَ بَأْسَ بِمَشْيِهِ فِي النَّعْلِ وَيَدْنُوَ مِنْهُ كَحَيَاتِهِ وَيَقُوْلُ اِذَا زَارَ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لاَحِقُوْنَ وَيَقْرَأُ وَيَدْعُوْ لَهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ وَتُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ، اور مردوں کے لئے) مسلمانوں کے (قبروں کی زیارت مستحب ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا لیکن اب زیارت کرو، کافر کے قبر کی زیارت جائز ہے (اور) زیارت کے وقت قبروں کے سامنے (چپل پہنکر چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے) یعنی بلا کراہت جائز ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کی تدفین کرنے والے ابھی اتنے دور پہنچتے ہیں کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتے ہیں اور فرشتے آجاتے ہیں (اور) کوئی حرج نہیں ہے کہ (زائر) یعنی زیارت کرنے والا مزور یعنی جس کی زیارت کی جارہی ہے اس کی (قبر سے) اتنا (قریب ہو جائے جیسا کہ اس کی زندگی میں) اس سے قریب ہوتا تھا (اور

زائر جب زیارت کرے تو کہے: **سلام علیکم الخ**، اے مومن قوم کے گھر میں رہنے والو تم پر سلامتی ہو بے شک ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اور) سنت ہے کہ قرآن میں سے جو یاد ہو اسے (پڑھے اور ان) قبرستان والوں (کے لئے) قبلہ کی طرف رخ کر کے (مغفرت کی دعا کرے) اس لئے کہ دعا میت کو نفع پہنچائے گی، اور قرأت کے بعد دعا اقرب الی الاجابۃ [یعنی جلدی قبول] ہوتی ہے (اور عورتوں کے لئے) قبروں کی زیارت (مکروہ ہے) اس لئے کہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں اور ان میں برداشت کی قوت کم ہوتی ہے،

(فَصل)

(تعزیت کے بیان میں)

تعزیت کی تعریف

لغت میں: تسلی دینے کو تعزیت کہتے ہیں،

اصطلاح میں: صبر کا حکم دینا، اجر کے وعدہ کو یاد دلا کر صبر کی ترغیب دینا، جزع وفزع سے ڈرانا، میت کے لئے مغفرت کی اور مصیبت زدہ آدمی کے لئے مصیبت کے جبر و تدارک کی دعا کرنا تعزیت کہلاتا ہے (مغنی ص ۱۴ ج ۲) (**یُندَبُ تَعْزِیَۃُ کُلِّ أَقَارِبِ الْمَیِّتِ اِلاَّ الشَّابَّۃَ الأَجْنَبِیَّۃَ مِنَ الْمَوْتِ اِلَی ثَلاثَۃِأَیَّامٍ تَقْرِیبًا وِبَعْدَ الدَّفْنِ أَوْلَی**، موت سے تقریبا ۳ دن تک میت کے سبھی رشتہ داروں کی تعزیت مستحب ہے) چاہے بڑا ہو یا چھوٹا مرد ہو یا عورت (مگر اجنبیہ جوان عورت کی) تعزیت صرف اس کے محرم رشتہ دار ہی کریں، آپ ﷺ کا ایک ایسی عورت کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے بچہ [کے انتقال] پر رو رہی تھی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو اللہ سے ڈر اور صبر کر پھر فرمایا: صبر تو صدمۂ اولی کے وقت ہے [یعنی معتبر صبر وہ ہے جو تکلیف پہنچتے ہی کیا جائے، مطلب یہ ہیکہ ثواب کا مستحق

شروع میں صبر کرنے سے ہوتا ہے ورنہ بعد میں تو آہستہ آہستہ صبر کرہی لے گا کیونکہ پھر صبر کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے]

تعزیت کی فضیلت

جو مسلمان اپنے بھائی کی مصیبت کے وقت تعزیت کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالی اسے شرافت کا لباس پہنائیں گے (مغنی ص ٤١ ج ٢)

تعزیت کرنے کا وقت موت سے لیکر ۳ دن تک ہے، اس کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس سے غرض تسکین قلب ہے اور ۳ دن کے بعد غالبا تسکین ہو جاتی ہے لہذا اب اگر تعزیت کی جائے تو غم تازہ ہوگا، لیکن یہ مدت حاضر شخص کے لئے ہے، غائب کا حکم آگے آرہاہے (اور) تعزیت (دفن کے بعد اولی ہے) اس لئے کہ دفن سے پہلے میت کے گھر والے تکفین وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں لیکن گھر والے زیادہ جزع وفزع کر رہے ہوں تو پھر دفن سے پہلے تعزیت بہتر ہے تاکہ انھیں صبر دلائے (وَیُکْرَہُ الْجُلُوْسُ لَهَا، اور تعزیت کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے) یعنی بدعت ہے، مطلب یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کا کسی کمرہ [یا ایک جگہ] میں اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ آکر ان کی تعزیت کریں، بدعت ہے، اس لئے کہ اس طرح نہ آپ ﷺ نے کیا اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی نے کیا (فَلَوْ کَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ بَعْدَمُدَّةٍعَزَّاهُ اگر) معزِّی یعنی تعزیت کرنے والا یا معزّٰی یعنی جس کی تعزیت کی جائے وہ (غائب تھا اور) تعزیت کی (مدت) ۳ دن گزرنے (کے بعد) معزی یا معزی (آگیا تو پھر اس کی تعزیت کرے) ایسی صورت میں کراہت نہ ہوگی (وَیَقُوْلُ فِی تَعْزِیَةِ الْمُسْلِمِ بِالْمُسْلِمِ أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَکَ وَأَحْسَنَ عَزَائَکَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِکَ وَ فِی الْمُسْلِمِ بِالْکَافِرِ أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَکَ وَأَحْسَنَ عَزَائَکَ وَفِی الْکَافِرِ بِالْمُسْلِمِ أَحْسَنَ اللّٰهُ عَزَائَکَ وَغفر لمیتک وَفِی الْکَافِرِ بِالْکَافِرِ أَخْلَفَ اللّٰهُ عَلَیْکَ وَلَا نَقَصَ عَدَدَکَ وَ یَنْوِیْ بِهِ تَکْثِیْرَ الْجِزْیَةِ، اور کسی مسلم کے مرنے پر مسلم کی تعزیت کے وقت معزّی) یہ

الفاظ (کہے: أعظم الله أجرک و أحسن عزائک و غفر لمیتک، اللہ تعالی آپ کو اجر عظیم اور صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے میت کی مغفرت فرمائے اور کافر کے مرنے پر مسلم کی تعزیت کے وقت) معزی یہ الفاظ کہے:(أعظم الله أجرک و أحسن عزائک، اللہ تعالی آپ کو اجر عظیم اور صبر جمیل عطا فرمائے اور مسلم کے مرنے پر کافر کی تعزیت کے وقت) معزی یہ الفاظ کہے:(أحسن الله عزائک و غفر لمیتک، اللہ تعالی آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے میت کی مغفرت فرمائے اور کافر کے مرنے پر کافر کی تعزیت کے وقت) معزی یہ الفاظ کہے:(أخلف الله علیک و لا نقص عددک، اللہ تعالی تم کو اس کا بدلہ عطا فرمائے اور تمہاری تعداد کو کم نہ کرے اور اس سے کثرتِ جزیہ کی نیت کرے) مطلب یہ ہے کہ:"أخلف الله علیک و لا نقص عددک" پڑھتے وقت یہ نیت کرے کہ حکومت کو ان سے جزیہ[ٹیکس] زیادہ موصول ہو،

جزیہ کا معنی: زمین کا محصول[ٹیکس] حفاظت جان و مال کا محصول جو کہ ذمی سے لیا جائے،ج: جِزیً، جزاء(بیا ن ا للسان ص ۲۰۵)

امام نوویؒ مجموع میں فرماتے ہیں: کہ "أخلف الله علیک و لا نقص عددک" اس میں تو کفر کے بقاء اور استمرار کی دعا ہے لہذا مختار قول کے مطابق ان الفاظ کو ترک کرنا ہے، لیکن مصنف نے نکت میں نووی کے قول مذکور کو رد کیا ہے، اور کہا ہے کہ مذکورہ کلمات کے ذریعہ دعا کرنا بقاء کفر اور استمرار کفر کا تقاضا کرتا ہے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے (وَالْبُكَاءُ قَبْلَ الْمَوْتِ جَائِزٌ وَبَعْدَهُ خِلَافُ الْأَوْلَى اور موت سے پہلے) یعنی نزع کے وقت (رونا جائز ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ اپنے بیٹے حضرت ابراھیمؓ پر موت سے پہلے روئے (اور موت کے بعد خلاف اولی) اس لئے کہ اس وقت رونا فوت شدہ چیز پر غمگین ہونے کے مشابہ ہے (وَيَحْرُمُ النَّدْبُ وَالنِّيَاحَةُ وَاللَّطْمُ وَشَقُّ الثَّوْبِ وَنَشْرُ الشَّعْرِ، مردہ کی خوبیوں کا ذکر کر

کے رونا) جیسے کہنا واجبلاہ یعنی: ہائے میرا سہارا تو تو میرے لئے پہاڑ جیسا تھا وغیرہ (اس) یعنی ندب کے (وقت آواز بلند کرنا، چہرہ پیٹنا، کپڑے پھاڑنا اور بال بکھیرنا حرام ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص چہرہ پیٹے، کپڑے پھاڑے اور جاہلیت کی چیخ و پکار پر عمل کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے (وَيُنْدَبُ لِأَقَارِبِ الْمَيِّتِ الْبُعَدَاءِ وَجِيرَانِهِ أَنْ يُصْلِحُوا طَعَامًا لِأَهْلِ الْمَيِّتِ الْأَقْرَبِينَ يَكْفِيهِمْ يَوْمَهُمْ وَلَيْلَتَهُمْ وَيُلَحَّ عَلَيْهِمْ لِيَأْكُلُوا میت کے دور کے رشتہ داروں اور اس) میت (کے پڑوسیوں کے لئے مستحب ہے کہ یہ لوگ میت کے قریبی رشتہ داروں کے لئے) اتنا (کھانا تیار کریں جو ان کو ایک دن اور رات کے لئے کافی ہو اور اصرار کریں تاکہ وہ) یعنی میت کے قریبی رشتہ دار (کھائیں) جب حضرت جعفر کے شہادت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو اس لئے کہ ان کو ایسی خبر ملی ہے جس کی بناپر [کھانے کی طرف] ان کی توجہ نہیں رہے گی (مغنی ص ۶۰ ج ۲) (وَمَا يَفْعَلُهُ أَهْلُ الْمَيِّتِ مِنْ اِصْلَاحِ طَعَامٍ وَجَمْعِ النَّاسِ عَلَيْهِ بِدْعَةٌ غَيْرُ حَسَنَةٍ، اور اہل میت کا کھانا تیار کرنا اور اس پر لوگوں کو جمع کرنا بدعت غیر حسنہ ہے) مطلب یہ ہے کہ بدعت محرمہ ہے یعنی ایسی بدعت ہے جو حرام ہے، حدیث میں ہے کہ ہم [صحابہ] اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور کھانے کے انتظام کو نوحہ کے سلسلہ کی رسم سمجھتے تھے،

نوحہ: یعنی چلا کر رونا اور پیٹنا وغیرہ، اس کا حکم ماقبل میں ذکر ہوا کہ یہ حرام ہے،

بدعت کی قسمیں: (۱) بدعتِ واجبہ (۲) بدعت محرمہ (۳) بدعت مندوبہ (۴) بدعت مکروھہ (۵) بدعت مباحہ،

کافر کی میت کو جلانے کی رسم میں مسلمان کی شرکت کا حکم

کافر کی میت کو جلانے کی رسم میں مسلمان کا شریک ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:''من تشبه بقوم فهو منهم''(مشکوۃشریف) جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہے،اور''من كثر سواد قوم فهو منهم''کا مصداق ہے اگرچہ خود کوئی فعل انجام نہ دیتا ہو،علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:رسوماتِ کفار اور شرکیہ اعمال کی مجلس میں شرکت ایک مستقل گناہ ہے اور شریک مجلس بھی شریک کار سمجھا جاتا ہے لیکن ایسے اشخاص جو در حقیقت مصالح مسلمین کے لئے ممبران پارلیمنٹ منتخب ہو کر جاتے ہیں یا کسی سرکاری منصب پر خدمتِ قوم کی غرض سے فائز ہوتے ہیں ان کو سرکاری طور پر ایسے مواقع پیش آجائیں کہ غیر مسلموں کی سمادھی پر حاضری کے بغیر کوئی مفر یعنی بچنے کا راستہ نہ ہو تو مصالح عامہ اور ان کی مجبوری اور ضرورت کے پیش نظر صرف شرکت ظاہری دل میں نفرت کے ساتھ جائز ہوگی''الضرورات تبيح المحظورات''یعنی ناجائز امور ضرورت کے وقت جائز ہوتے ہیں،اور''الأمور بمقاصدها''کے تحت بھی گنجائش رہے گی(الاشباہ والنظائر)

واللہ تعالی اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(كِتَابُ الزَّكَاةِ)

(زکات کا بیان)

زکات کی تعریف

لغت میں: زکات کا ایک معنی ہے تطھیر [پاک وصاف کرنا] اور دوسرا معنی ہے: نماء [بڑھنا]
شرعا: مخصوص طریقہ پر مال یا بدن کی طرف سے نکالی جانے والی چیز کو زکات کہتے ہیں،

زکات کی فرضیت

زکات ۲ھ میں زکات الفطر کے بعد فرض ہوئی۔

محدثین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ: زکات ماہِ شعبان میں زکات الفطر کے ساتھ ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئی۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (سورۂ بقرۃ آیت ۱۱۰) اور نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور زکات دئے جاؤ (ترجمۂ قرآن)

زکات کی حکمت

یہ ہے کہ اس میں زکات لینے والے کا نفع ہے اور دینے والا بخل سے پاک ہوتا ہے،

زکات کی فضیلت

حضرت ابی کبشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں ۳ چیزوں پر قسم کھاتا ہوں اور تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو: ایک یہ کہ صدقہ [زکات] سے مال میں کمی نہیں آتی، دوسری یہ کہ کسی پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالی اس پر عزت کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور تیسری یہ کہ جو شخص بھیک مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالی اس پر تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتے ہیں (ترمذی)

زکات نہ دینے پر وعید

حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور پھر اس نے اس مال کی زکات اداء نہیں کی تو قیامت کے روز اس کا یہ ہی مال ایک ایسے گنجے اژدھے کی صورت میں اس کے سامنے آئے گا جس کی آنکھوں کے اوپر ۲ سیاہ[خوفناک] دھبے ہوں گے پھر وہ اسے اپنے دونوں جبڑوں سے پکڑ لے گا اور اس سے کہے گا:"میں ہی تیرا مال ہوں" پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرَ الَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّ قُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (سورۂ آل عمران ۱۸۰)(بخاری ومسلم) جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لئے اچھی ہے، نہیں: یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے جو کچھ وہ کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہ قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا(ترجمۂ قرآن)

(تَجِبُ الزَّکَاۃُ عَلَی کُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ تَمَّ مِلْکُہُ عَلَی نِصَابٍ حَوْلاً، زکات ہر آزاد، مسلمان پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت سال گزرنے کے اعتبار سے نصاب پر تام ہو) یعنی مکمل سال مالک نصاب رہے، مثلا آدمی نصاب کا مالک ۱/ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ کو ہو جانے کے بعد اس پر سال گزر جائے یعنی ۱ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ تک نصاب مکمل رہے تو اس پر زکات واجب ہو گی بشرطیکہ وہ آزاد مسلمان ہو (فَلاَ تَلْزَمُ الْمُکَاتَبَ وَلاَ الْکَافِرَ وَأَمَّا الْمُرْتَدُّ فَاِنْ رَجَعَ اِلَی الْاِسْلاَمِ لَزِمَہُ لِمَا مَضٰی وَاِنْ مَاتَ مُرْتَدًّا فَلاَ، لہذا مکاتب) پر زکات لازم نہیں ہے اس لئے کہ حریت [آزادی] کی شرط مفقود ہے (اور کافر پر زکات لازم نہیں ہے) اس لئے کہ اسلام کی شرط مفقود ہے (اور بہر حال مرتد) اس میں تفصیل ہے کہ: (اگر وہ اسلام کی طرف رجوع کرے تو گزشتہ کی زکات اس پر لازم ہے اور اگر ارتداد کی حالت میں

مر جائے تو) اس پر (لازم نہیں) اس لئے کہ ظاہر ہو گیا کہ یہ مال اس کا نہیں ہے بلکہ مسلما نوں کے حق میں فئ ہے (وَيَلْزَمُ الْوَلِيَّ اِخْرَاجُهَا مِنْ مَالِ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ فَاِنْ لَمْ يُخْرِجْ عَصَى وَيَلْزَمُ الصَّبِيَّ وَالْمَجْنُوْنَ اِذَا صَارَا مُكَلَّفَيْنِ اِخْرَاجُ مَا أَهْمَلَهُ الْوَلِيُّ، بچہ اور مجنون کے مال کی زکات نکالنا ولی پر لازم ہے) بشرطیکہ دونوں میں سے ہر ایک نصاب کا مالک ہو (اگر نہ نکالے تو گنہگار ہو گا) [اس لئے کہ لازمی حکم کو ترک کر دیا] (اور بچہ اور مجنون جب دونوں) یعنی بچہ بلوغ کی وجہ سے اور مجنون افاقہ کی وجہ سے (مکلف ہو جائیں تو ان پر زکات کی اتنی مقدار نکالنا لازم ہے جس) مقدار (کو ولی نے) مدت ماضیہ میں ان کے مکلف ہونے سے پہلے (ترک کر دیا تھا) اس صورت میں زکات ساقط نہ ہو گی اس لئے کہ ان کے مکلف ہونے کی وجہ سے اب احکام ان پر لاگو ہو گئے البتہ تاخیر کی وجہ سے ولی گنہگار ہو گا،

(وَلَوْ غُصِبَ مَالُهُ أَوْ سُرِقَ أَوْ ضَاعَ أَوْ وَقَعَ فِي الْبَحْرِ أَوْ كَانَ لَهُ دَيْن عَلَى مُمَاطِلٍ فَاِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ لَزِمَهُ زَكَاةُ مَا مَضَى وَاِلاَّ فَلاَ اور اگر مزکی) یعنی زکات نکالنے والے (کا مال غصب) ہو جائے (یا چوڑی) ہو جائے (یا تلف ہو جائے یا سمندر میں گر جائے یا) مزکی کا مال (ایسے شخص کے ذمہ) بطور (قرض ہو جو ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے والا ہو تو) اس میں تفصیل ہے کہ: (اگر مزکی کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد مزکی اس) مال (پر قادر ہو جائے تو مدت ماضیہ کی زکات اس پر لازم ہو گی) یعنی مثلاً ۲ سال کے بعد مال پر قادر ہو گیا تو ۲ سال کی بقیہ زکات لازم ہو گی بشرطیکہ مال نصاب کی مقدار سے کم نہ ہوا ہو اس لئے کہ اس صورت میں قادر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوا کہ مال اس کی ملکیت میں باقی ہے اور اگر نصاب کی مقدار سے کم ہوا ہو تو لازم نہ ہو گی (ورنہ) یعنی قادر نہ ہو تو لازم (نہیں)

(وَلَوْ آجَرَ دَارًا سَنَتَيْنِ بِأَرْبَعِيْنَ دِيْنَارًا وَقَبَضَهَا وَبَقِيَتْ فِي مِلْكِهِ اِلَى آخِرِ السَّنَتَيْنِ فَاِذَا حَالَ الْحَوْلُ الْأَوَّلُ زَكَّى عِشْرِيْنَ فَقَطْ وَاِذَا حَالَ الْحَوْلُ الثَّانِي زَكَّى الْعِشْرِيْنَ

الَّتِیْ زَکَّاھَا لِسَنَۃٍ وَزَکّی الْعِشْرِیْنَ الَّتِی لَمْ یُزَکِّھَا لِسَنَتَیْنِ، اگر گھر ۴۰ دینار کے بدلے کرایہ پر دیا ۲ سال کے لئے اور دیناروں پر قبضہ کر لیا اور دوسرے سال کے اخیر تک اس کے ملک میں رہے تو ایک سال گزرنے پر فقط ۲۰ کی زکات دے گا، اور دوسرے سال کے گزرنے پر جن ۲۰ کی زکات دی تھی ان کی ایک سال کی زکات دے اور جن ۲۰ کی زکات نہیں دی تھی ۲ سال کی زکات دے)

(وَلَوْ مَلَکَ نِصَابًا فَقَطْ وَعَلَیْہِ مِنَ الدَّیْنِ مِثْلُہُ لَزِمَہُ زَکَاۃُ مَا بِیَدِہِ وَالدَّیْنُ لاَیَمْنَعُ الْوُجُوْبَ اور اگر کوئی شخص صرف نصاب کا مالک ہو اور نصاب) کی مقدار (کے مانند اس پر قرضہ ہو تو) بھی (مالک پر مافی الید کی) یعنی اس کے پاس نصاب کی مقدار جو مال ہے اس کی (زکات لازم ہو گی اور دین) زکات کے (وجوب کے لئے مانع نہ ہو گا) اس لئے کہ وجوب زکات کے دلائل مطلق ہے (وَلاَ تَجِبُ الزَّکَاۃُ اِلاَّ فِی الْمَوَاشِی وَالنَّبَاتِ وَالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَعُرُوْضِ التِّجَارَۃِ وَمَا یُوْجَدُ مِنَ الْمَعْدِنِ وَالرِّکَازِ اور زکات واجب ہوتی ہے) صرف (مواشی) یعنی اونٹ وغیرہ میں اور (زمینی پیداوار) یعنی اناج وغیرہ میں اور (سونے) میں اور (چاندی) میں اور (سامان تجارت) میں (اور اس چیز میں جو کان اور دفینہ سے حاصل ہو)

دفینہ: جو زمانہء جاہلیت میں مدفون ہو اسے دفینہ کہتے ہیں،

(وَتَجِبُ الزَّکَاۃُ فِی عَیْنِ الْمَالِ لٰکِنْ لَوْ أَخْرَجَ مِنْ غَیْرِہٖ جَازَ فَبِمُجَرَّدِ حَوْلاَنِ الْحَوْلِ یَمْلِکُ الْفُقَرَاءُ مِنَ الْمَالِ قَدْرَ الْفَرْضِ حَتّٰی لَوْ مَلَکَ مِائَتَیْ دِرْھَمٍ فَقَطْ وَلَمْ یُزَکِّھَا أَحْوَالاً لَزِمَہُ الزَّکَاۃُ لِلسَّنَۃِ الْأُوْلٰی فَقَطْ، اور زکات واجب ہوتی ہے عین مال میں لیکن اگر اس کے علاوہ سے نکالے تو جائز ہے لہذا سال کے گزرتے ہی فقراء مقدار فرض کے مالک ہو جائیں گے حتی کہ اگر مزکی فقط ۲۰۰ درھم کا مالک ہو اور کئی سالوں تک زکات نہ دے تو فقط پہلے سال کی زکات لازم ہو گی) اس لئے کہ پہلے سال کے گزرنے پر فقراء ۵ درھم کے

مالک ہو گئے اور ۱۹۵ میں زکات لازم نہیں ہوتی، نصاب کے تام نہ ہونے کی وجہ سے (وَلَوْ تَلِفَ مَالُهُ كُلُّهُ بَعْدَ الحَوْلِ وَقَبْلَ التَّمَكُّنِ مِنَ الْإِخْرَاجِ سَقَطَتِ الزَّكَاةُ وَإِنْ تَلِفَ بَعْضُهُ بِحَيْثُ نَقَصَ عَنِ النِّصَابِ لَزِمَهُ بِقِسْطِ الْبَاقِي وَسَقَطَ بِقِسْطِ التَّالِفِ وَإِنْ تَلِفَ مَالُهُ كُلُّهُ أَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ الْحَوْلِ وَالتَّمَكُّنِ لَزِمَهُ زَكَاةُ الْبَاقِي وَالتَّالِفِ وَلَوْ زَالَ مِلْكُهُ فِي الْحَوْلِ وَلَوْ لَحْظَةً ثُمَّ عَادَ إِلَى مِلْكِهِ فِي الْحَوْلِ أَوْ لَمْ يَعُدْ أَوْ مَاتَ فِي أَثْنَاءِ الْحَوْلِ سَقَطَتِ الزَّكَاةُ وَيَبْتَدِءُ الْمُشْتَرِى وَالْوَارِثُ الْحَوْلَ مِنْ حِيْنِ مِلْكِ الْمَالِ لٰكِنْ لَوْ أَزَالَ مِلْكَهُ فِي الْحَوْلِ فِرَارًا مِنَ الزَّكَاةِ فَإِنَّهُ يُكْرَهُ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ حَرَامٌ وَيَصِحُّ الْبَيْعُ وَلَوْ بَاعَ بَعْدَ الْحَوْلِ وَقَبْلَ الْإِخْرَاجِ بَطَلَ فِي قَدْرِ الزَّكَاةِ وَصَحَّ فِي الْبَاقِي اگر مزکی کا پورا مال سال گزرنے کے بعد اور) مالِ زکات کی (ادائیگی پر قدرت سے پہلے) آفت سماوی جیسے سیلاب اور زلزلہ وغیرہ سے (ضائع ہو جائے تو مزکی سے زکات ساقط ہو گی) اس لئے کہ اس میں مزکی کا قصور نہیں ہے (اور اگر) سال گزرنے کے بعد آفت سماوی سے (اتنا) مال (ضائع ہو جائے کہ) باقی مال (نصاب سے کم ہو تو مزکی پر بقیہ حصہ کی) زکات (لازم ہو گی اور ضائع ہونے والے حصہ کی ساقط ہو گی اور اگر پورا یا بعض مال سال گزرنے اور) زکات کی ادائیگی پر (قدرت کے بعد ضائع ہو جائے تو بقیہ اور ضائع ہونے والے مال کی) بھی (زکات لازم ہو گی) اس لئے کہ اس صورت میں مزکی کی کوتاہی ہے (اور اگر مزکی کی ملکیت دوران سال ختم ہو جائے اگر چہ) ایک (لحظہ) یعنی ملکیت دوران سال اگر چہ ایک لحظہ کے لئے ختم ہو گئی ہو (پھر دوران سال) ہی (ملکیت مزکی کی طرف لوٹے) ھبہ یا مبیع کے واپس آنے کی وجہ سے وغیرہ، تو زکات ساقط ہو گی اس لئے کہ مکمل نصاب کا مالک ہونا یہاں تک کہ اس پر سال گزر جائے وجوب زکات کے لئے شرط ہے اور اس صورت میں ملکیت دوران سال ختم ہونے کی وجہ سے وجوب زکات کی شرط فوت ہوئی اور دوران سال جس وقت ملکیت لوٹ آئی اس وقت سے سال کی ابتداء شمار ہو گی، اس لئے کہ یہ دوسری ملکیت ہے، یہ ایک

صورت ہوئی دوسری یہ:(یانہ لوٹے)توزکات ساقط ہوگی اس لئے کہ ملکیت ختم ہوگئی،اور تیسری صورت یہ:(یا) یہ کہ لوٹے لیکن (مزکی دوران سال مرجائے تو) مذکورہ تینوں صورتوں میں (زکات ساقط ہوگی) تیسری صورت میں اس وجہ سے کہ مزکی کی موت واقع ہوئی (اور مشتری) یعنی خریدنے والے کے (اور وارث کے سال کی ابتداء مال کے مالک ہونے کے وقت سے) شمار ہوگی (لیکن اگر مالک دوران سال اپنی ملکیت کو) مثلا عقد یعنی لین دین کے ذریعہ (زکات سے بچنے کے لئے ختم کرے تو یہ مکروہ ہے لیکن اصح قول کے مطابق حرام ہے) اس لئے کہ مالک کے اس طرح کرنے سے زکات کی حکمت فوت ہوگی (اور) اس صورت میں (عقدِ بیع) اور ہر وہ عقد جو ملکیت کو ختم کرے حرمت کے باوجود (صحیح ہوگا) اس لئے کہ عقد کی شرطیں موجود ہیں[لہذا مذکورہ حرمت مانع نہ ہوگی] (اور اگر مالک سال گزرنے کے بعد اور) زکات (نکالنے سے پہلے) ایسی چیز (بیچے) جس کے عین میں زکات واجب ہوتی ہے (تو) یہ عقد بیع (زکات کی مقدار) مال (میں باطل ہوگا) اس لئے کہ یہ دوسرے کا مال ہے اور دوسرے کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر بیچنا صحیح نہیں ہے (اور بقیہ) مال (میں صحیح ہوگا) اس لئے کہ یہ مالک کا مال ہے [اور مالک کو بیچنے کا اختیار حاصل ہے] مثلا ۴۰ بکریاں تھیں تو ۳۹ کا سودہ ہوگا اور ایک کانہ ہوگا،

واللہ تعالی اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ صَدَقَةِ الْمَوَاشِي)

(مواشی کی زکات کا بیان)

مواشی: ماشیہ کی جمع ہے اور ماشیہ نام ہے: ہر چوپایہ کا لیکن یہاں ماشیہ سے مراد: اونٹ، گائے اور بکری ہے، دوسرے جانور جیسے گھوڑے میں زکات واجب نہیں ہے اسی طرح جو جانور زکات والے اور غیر زکات والے جانور کی جفتی سے پیدا ہو اس میں بھی زکات واجب نہیں ہے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکات نہیں ہے،

(لاَ تَجِبُ الزَّكَاةُ اِلاَّ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ فَمَتٰى مَلَكَ مِنْهَا نِصَابًا حَوْلاً كَامِلاً وَأَسَامَهُ كُلَّ الْحَوْلِ لَزِمَتْهُ الزَّكَاةُ اِلاَّ أَنْ تَكُوْنَ مَا شِيَتُهُ عَامِلَةً مِثْلَ أَنْ تَكُوْنَ مُعَدَّةً لِلْحِرَاثَةِ أَوِ الْحَمْلِ فَلاَ زَكَاةَ فِيهَا وَالْمُرَادُ بِالْإِسَامَةِ أَنْ تَرْعٰى مِنَ الْكَلَإِ الْمُبَاحِ فَلَوْ عَلَفَهَا زَمَانًا لاَتَعِيْشُ دُوْنَهُ لَوْ تَرَكَتِ الْأَكْلَ سَقَطَتِ الزَّكَاةُ وَاِنْ كَانَ أَقَلَّ فَلاَ يُؤَثِّرُ، زکات واجب نہیں مگر اونٹ، گائے اور غنم) یعنی بھیڑ اور بکریوں (میں، پس جب نصاب کا سال بھر مالک ہو اور سال بھر مباح چارہ چرائے تو زکات لازم ہو گی، ہاں البتہ چوپائے عامل ہوں یعنی کھیتی میں کام کے لئے ہوں یا بار برداری کے لئے ہوں تو اس میں زکات نہیں، اسامہ سے مراد مباح چارہ چرانا ہے، اگر مالک چارہ دے اتنی مدت کہ کھائے بغیر اتنی مدت زندہ نہ رہے تو زکات ساقط ہو جائے گی اگر مدت کم ہو اس سے تو سقوط کے لئے مؤثر نہیں) یعنی زکات ساقط نہ ہو گی،

اونٹ کی زکات کا نصاب

(وَأَوَّلُ نِصَابِ الْإِبِلِ خَمْس فَتَجِبُ فِيهَا شَاةٌ مِنْ غَنَمِ الْبَلَدِ وَهِيَ جَذَعَةٌ مِنَ الضَّأْنِ وَهِيَ مَا لَهَا سَنَةٌ أَوْ ثَنِيَّةٌ مِنَ الْمَعْزِ وَهِيَ مَا لَهَا سَنَتَانِ وَيُجْزِءُ الذَّكَرُ وَلَوْ كَانَتِ الْإِبِلُ اِنَاثًا وَفِي عَشْرٍ شَاتَانِ وَفِي خَمْسَةَ عَشَرَ ثَلاَثُ شِيَاهٍ وَفِي عِشْرِيْنَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ، اونٹ کا نصاب ۵ سے شروع ہوتا ہے) یہ اجماع سے ثابت ہے (۵/ اونٹ میں) مزکی کے (شہر کی) ایک

(بکری واجب ہوتی ہے) یہ روایت بخاری کی بنا پر ہے، شہر کے علاوہ کی بکری صحیح نہیں ہوتی ہاں اگر شہر کی بکری سے باعتبار قیمت بہتر ہو یا برابر ہو تو شہر کے علاوہ کی بکری زکات میں دیدے،

(واجب ہونے والی چیز جذعة من الضأن یعنی ایک سالہ بھیڑ ہو یا ثنية من المعز یعنی ۲ سالہ بکری ہو اور) زکات میں جذع ضأن یا ثنی معز (مذکر) دے تو بھی (کافی ہے اگرچہ اونٹ مؤنث ہوں) کیونکہ اسم شاۃ کا اطلاق مذکر پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں "تاء" وحدت کے لئے ہے نہ کہ تانیث کے لئے (اور ۱۰) اونٹ (میں ۲ بکریاں اور ۱۵ میں ۳ بکریاں اور ۲۰ میں ۴ بکریاں) واجب ہیں،

(فَإِنْ أَخْرَجَ عَنِ الْعِشْرِيْنَ فَمَادُوْنَهَا بَعِيْرًا يُجْزِءُ عَنْ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ قُبِلَ مِنْهُ، اگر ۲۰ یا ۲۰ سے کم میں ایسا اونٹ نکالے جو ۲۵ / اونٹ کی طرف سے کافی ہوتا ہے تو قبول کرلیا جائے گا) اس لئے کہ جب یہ ۲۵ کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے تو کم سے تو بدرجۂ اولی اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ زکات مال مزکی کی جنس سے ہو، جنس سے عدول تو مالک پر سہولت اور نرمی کی وجہ سے ہے (وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ بِنْتُ مَخَاضٍ وَهِيَ الَّتِيْ لَهَا سَنَةٌ وَدَخَلَتْ فِي الثَّانِيَةِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي إِبِلِهِ بِنْتُ مَخَاضٍ أَوْ كَانَتْ وَهِيَ مَعِيْبَةٌ قُبِلَ مِنْهُ ابْنُ لَبُوْنٍ ذَكَرًا أَوْ خُنْثَى وَهُوَ مَالَهُ سَنَتَانِ وَدَخَلَ فِي الثَّالِثَةِ وَلَوْ مَلَكَ بِنْتَ مَخَاضٍ كَرِيْمَةً لَمْ يُكَلَّفْ إِخْرَاجَهَا لٰكِنْ لَيْسَ لَهُ الْعُدُوْلُ إِلَى ابْنِ لَبُوْنٍ فَيَلْزِمُهُ تَحْصِيْلُ بِنْتِ مَخَاضٍ أَوْ يَسْمَحُ بِالْكَرِيْمَةِ إِنْ شَاءَ، اور ۲۵) اونٹ (میں بنت مخاض یعنی) وہ (اونٹنی) واجب ہے (جس کو ایک سال مکمل ہو کر دوسرا) سال (شروع ہوا ہو) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب ۲۵ سے ۳۵ تک پہنچے تو اس میں بنت مخاض [واجب] ہے (اگر مزکی کے اونٹ میں بنت مخاض نہ ہو یا) یہ کہ (ہو لیکن وہ عیب دار ہو تو) بنت مخاض کے بدلہ (ابن لبون) زکات میں (نکالا جائے مذکر ہو یا خنثی) یہ اتباع حدیث کی وجہ سے ہے، اور اس لئے بھی

کہ: بنت مخاض کو مؤنث ہونے کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے، اور ابن لبون کو ایک سال زیادہ ہونے کی وجہ سے لہذا دونوں ایک دوسرے کے مقابلہ میں فضیلت کے اعتبار سے یکساں ہو گئے اس لئے بنت مخاض کے بدلہ ابن لبون کو زکات میں دینا صحیح قرار دیا گیا، اور خنثی ابن لبون یا بنت مخاض ہونے سے خارج نہیں ہے لہذا خنثی ہونے کو بھی صحیح قرار دیا گیا (اور ابن لبون یعنی) وہ (اونٹ جس کو ۲ سال مکمل ہو کر تیسرا) سال (شروع ہوا ہو، اگر ۲۵ والے کی ملکیت میں عمدہ اور اعلی درجہ کی بنت مخاض ہو تو اس کو اعلی دینے کا مکلف نہیں کیا جائے گا) اس لئے کہ زکات میں وسط [درمیانی] لازم ہوتا ہے (لیکن اس صورت میں ابن لبون کی طرف عدول کی گنجائش نہیں ہو گی) یعنی ابن لبون دینا جائز نہیں، کیونکہ عدول بنت مخاض نہ ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور یہاں بنت مخاض موجود ہے لہذا عدول کی گنجائش نہیں (بلکہ بنت مخاض کی تحصیل) یعنی لانا (لازم ہو گا یا پھر فیاضی کر کے عمدہ دیدے اگر چاہے)

(وَفِي سِتٍّ وَثَلاَثِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَفِي سِتٍّ وَأَرْبَعِيْنَ حِقَّة وَهِيَ الَّتِي لَهَا ثَلاَثُ سِنِيْنَ وَدَخَلَتْ فِي الرَّابِعَةِ وَفِي اِحْدَى وَسِتِّيْنَ جَذَعَة وَهِيَ الَّتِي لَهَا أَرْبَعُ سِنِيْنَ وَدَخَلَتْ فِي الْخَامِسَةِ وَفِي سِتٍّ وَسَبْعِيْنَ بِنْتَا لَبُوْنٍ وَفِي اِحْدَى وَتِسْعِيْنَ حِقَّتَانِ وَفِي مِائَةٍ وَاِحْدَى وَعِشْرِيْنَ ثَلاَثُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ فَاِنْ زَادَتْ اِبِلُهُ عَلَى ذٰلِكَ وَجَبَ فِي كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّة فَفِي مِائَةٍ وَثَلاَثِيْنَ حِقَّة وَبِنْتَا لَبُوْنٍ وَفِي مِائَةٍ وَأَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَحِقَّتَانِ وَفِي مِائَةٍ وَخَمْسِيْنَ ثَلاَثُ حِقَاقٍ وَفِي مِائَتَيْنِ أَرْبَعُ حِقَاقٍ خَمْسِيْنَاتٍ أَوْ خَمْسُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ أَرْبَعِيْنَاتٍ اور ۳۶) اونٹ (میں بنت لبون) یعنی ۲ سالہ اونٹنی واجب ہے (اور ۴۶ میں حقہ) واجب ہے (یعنی) وہ (اونٹنی جس کو ۳ سال مکمل ہو کر چوتھا) سال (شروع ہوا ہو اور ۶۱) اونٹ (میں جذعۃ) واجب ہے (یعنی) وہ (اونٹنی جس کو ۴ سال مکمل ہو کر پانچواں) سال (شروع ہوا ہو اور ۷۶) اونٹ (میں ۲ بنت لبون) واجب ہے (اور ۹۱

میں ۲ حقے) واجب ہے (اور ۱۲۱ میں ۳ بنت لبون پھر اگر اس عدد سے زائد اونٹ ہوں) یعنی ۹ اور اس کے بعد پھر ۱۰ / اونٹ زائد ہوں (تو) واجب میں فرق ہو گا وہ اس طرح کہ: (ہر ۴۰ میں بنت لبون اور ہر ۵۰ میں حقہ واجب ہے) یہ اتباع حدیث کی وجہ سے ہے (پھر ۱۳۰ میں حقہ اور ۲ بنت لبون) واجب ہے، اس میں حقہ خمسین کی وجہ سے اور ۲ بنت لبون ثمانین کی وجہ سے واجب ہوئیں،

حقہ: اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اونٹنی سواری اور بار برداری کے قابل ہوتی ہے،

جذعۃ: اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اگلے دانت گرے ہوئے ہوتے ہیں،

(اور ۱۴۰ میں) [ایک] (بنت لبون اور ۲ حقے) واجب ہیں، اس لئے کہ یہ مرکب ہے خمسین سے ۲ مرتبہ اور اربعین سے ایک مرتبہ (اور ۱۵۰ میں ۳ حقے) واجب ہیں، اس لئے کہ اس میں خمسین ۳ بار مکرر ہے اور ہر خمسین میں ایک حقہ کے اعتبار سے ۱۵۰ میں ۳ حقے ہوئے (اور ۲۰۰ میں ۴ حقے) واجب ہیں، ۴ (خمسین کے حساب سے) یعنی ایک خمسین میں ایک حقہ تو ۴ خمسین میں ۴ حقے ہوئے (یا) ۲۰۰ میں (۵ بنت لبون) واجب ہیں، ۵ (اربعین کے حساب سے) یعنی ۱ / اربعین میں ایک بنت لبون تو ۵ / اربعین میں ۵ بنت لبون ہوئیں،

(فَاِنْ كَانَ فِي مِلْكِهِ خَمْسُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ وَأَرْبَعُ حِقَاقٍ لَزِمَهُ الْأَغْبَطُ لِلْفُقَرَاءِ فَاِنْ فَقَدَهُمَا حَصَّلَ مَا شَاءَ مِنْهُمَا وَاِنْ كَانَ فِي مِلْكِهِ أَحَدُ الصِّنْفَيْنِ دُوْنَ الْآخَرِ دَفَعَهُ وَمَنْ لَزِمَهُ سِنٌّ وَلَيْسَ عِنْدَهُ صَعِدَ دَرَجَةً وَاحِدَةً وَأَخَذَ شَاتَيْنِ تُجْزِيَانِ فِي عَشْرٍ مِنَ الْإِبِلِ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ نَزَلَ دَرَجَةً وَدَفَعَ شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَلَوْ أَرَادَ أَنْ يَنْزِلَ أَوْ يَصْعَدَ دَرَجَتَيْنِ فَجُبْرَانَيْنِ فَاِنْ فَقَدَ أَيْضًا الدَّرَجَةَ الْقُرْبٰى جَازَ وَاِنْ وَجَدَهَا فَلَا وَالْاِخْتِيَارُ فِي الصُّعُوْدِ وَالنُّزُوْلِ لِلْمُزَكِّي وَفِي الْغَنَمِ وَالدَّرَاهِمِ لِمَنْ أَعْطَاهُ وَلَا يَدْخُلُ الْجُبْرَانُ فِي الْغَنَمِ وَالْبَقَرِ اگر اس کی ملکیت میں ۵ بنت لبون اور ۴ حقے ہوں تو فقراء کو جو پسند ہوں لازم ہوں گے، اگر دونوں نہ ہوں تو جو چاہے حاصل کرے، اگر دونوں میں سے ایک ہو دوسرا نہ ہو تو

جو ہے دیدے، اور جس پر کسی سن کا لازم ہو اور اس سن کا نہ ہو تو اس سے ایک درجہ زیادہ سن کا دے اور ایسی ۲ بکریاں لے جو ۱۰/ اونٹ میں کافی ہو، یا ۲۰ درھم لے یا کم سن لے اور ۲ بکریاں یا ۲۰ درھم دے اور اگر ساعی ۲ درجہ اترنا یا چڑھنا) یعنی ۲ درجہ کم یا ۲ درجہ زیادہ (چاہے ۲ جبر) یعنی تدارک (کے ساتھ) یعنی مثلاً حقہ کے بدلہ بنت مخاض یا اس کے بر عکس (تو اگر قریبی درجہ نہ ہو تو جائز ہے) یعنی بنت لبون نہ ہو تو جائز ہے (اور اگر قریبی درجہ ہو تو جائز نہیں، اور صعود و نزول) یعنی زیادہ سن اور کم سن دینے (میں اختیار مزکی کو ہے، اور بکریاں اور دراھم دینے میں اختیار دینے والے کو ہے، اور گائے، بکریوں میں جبران کو دخل نہیں) اس لئے کہ جبران فقط اونٹ میں وارد ہے اور قیاس ممتنع ہے،

گائے (یا بیل) کی زکات کا نصاب

(وَأَوَّلُ نِصابِ الْبَقَرِ ثَلاثُوْنَ فَيَجِبُ فِيْهَا تَبِيْع وَهُوَ مَا لَهُ سَنَة وَدَخَلَ فِي الثَّانِيَةِ وَفِي أَرْبَعِيْنَ مُسِنَّة وَهِيَ مَا لَهَا سَنَتَانِ وَدَخَلَتْ فِي الثَّالِثَهِ وَفِي سِتِّيْنَ تَبِيْعَانِ وَعَلَى هَذَا أَبَدًا فِي كُلِّ ثَلاثِيْنَ تَبِيْع وَفِي كُلِّ أَرْبَعِيْنَ مُسِنَّة، اور گائے) یا بیل کی زکات (کا نصاب شروع ہوتا ہے ۳۰ سے ۳۰ میں تبیع واجب ہے تبیع یعنی) وہ (گائے) یا بیل (جس کو ایک سال مکمل ہو کر دوسرا) سال (شروع ہوا ہو)

تبیع: وہ چراگاہ میں ماں کے پیچھے جاتا ہے اس لئے اسے تبیع کہتے ہیں (اور ۴۰ میں مسنۃ) واجب ہے مسنۃ (یعنی) وہ (گائے) یا بیل (جس کو ۲ سال مکمل ہو کر تیسرا) سال (شروع ہوا ہو)

مسنۃ: اس کے دانت کامل ہونے کی بنا پر اس کو مسنۃ کہتے ہیں،

(اور ۶۰ میں ۲ تبیع) واجب ہے (اور اسی) مذکورہ طریقہ (کے مطابق ہر ۳۰ میں) ایک (تبیع اور ہر ۴۰ میں مسنۃ) واجب ہوگا، مثلاً ۷۰ میں مسنۃ اور تبیع واجب ہوگا، ۸۰ میں ۲ مسنۃ، ۹۰ میں ۳ تبیع، ۱۰۰ میں ایک مسنۃ اور ۲ تبیع، ۱۱۰ میں ایک تبیع اور ۲ مسنۃ واجب ہوں

گے، وغیرہ، حضرت معاذؓ فرماتے ہیں: مجھے نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ ہر ۴۰ بقرۃ کی وجہ سے ایک مسنۃ لے اور ہر ۳۰ کی وجہ سے ایک تبیع، بقرۃ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے کہا جاتا ہے،

(غنم کی زکات کا نصاب)

(وَأَوَّلُ نِصَابِ الْغَنَمِ أَرْبَعُوْنَ فَتَجِبُ فِيْهَا شَاة جذْعَةُ ضَأْنٍ أَوْ ثَنِيَّةُ مَعزٍ وَفِى مِائَةٍ وَاحْدَى وَعِشْرِيْنَ شَاتَانِ وَفِى مِائَتَيْنِ وَوَاحِدَةٍ ثَلاثُ شِيَاهٍ وَفِى أَرْبَعِمائَةٍ أَرْبَعُ شِيَاهٍ ثُمَّ هٰكَذَا أَبَدًا فِى كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ وَهٰذِهِ الْأَوْقَاص الَّتِى بَيْنَ النُّصُبِ عَفْو لاَ شَيئَ فِيْهَا وَمَا يَنْتُجُ مِنَ النِّصَابِ فِى أَثْنَاءِ الْحَوْلِ يُزَكّٰى لِحَوْلِ أَصْلِهِ وَإِنْ لَمْ يَمْضِ عَلَيْهِ حَوْل سَوَاء بَقِيَتِ الْأُمَّهَاتُ أَوْ مَاتَتْ كُلُّهَا فَلَوْ مَلَكَ أَرْبَعِيْنَ شَاةً فَوَلَدَتْ قَبْلَ تَمَامِ الْحَوْلِ بِشَهْرٍ أَرْبَعِيْنَ وَمَاتَتِ الْأُمَّهَاتُ لَزِمَهُ شَاة لِلنِّتَاجِ، اور غنم کا نصاب ۴۰ سے شروع ہوتا ہے ۴۰ میں ایک بکری) چاہے وہ (جذع ضان) ہو (یا ثنی معز) ہو (واجب ہے) [جذع ضان اور ثنی معز کی تعریف آگے مذکور ہے] (۱۲۱ میں ۲ بکریاں) واجب ہیں (۲۰۱ میں ۳ بکریاں) واجب ہیں (اور ۴۰۰ میں ۴ بکریاں) واجب ہیں (پھر اسی) مذکورہ (طریقہ کے مطابق ہر ۱۰۰ میں ایک بکری) واجب ہے (اور ۲ نصاب کے درمیان پائے جانے والے جانور معفو عنہ ہے) یعنی (ان میں زکات نہیں، اور دوران سال جنے ہوئے نصاب کی اصل کے حول کے اعتبار سے زکات دی جائے گی اگرچہ نتاج) یعنی اولاد (پر سال نہ گزرا ہو چاہے ان کی مائیں زندہ ہوں یا مر گئی ہوں، اگر ۴۰ بکریوں کا مالک بنا اور سال کے ختم ہونے سے ایک ماہ قبل ۴۰ بکریاں جنی اور ماؤوں کا انتقال ہو گیا تو نتاج) یعنی اولاد (پر ایک بکری لازم ہو گی) حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نے ساعی سے فرمایا کہ بکری کے بچہ کو بھی زکات میں شمار کرو،

کیفیة اخراج الزکاة من المال

(فَإِنْ کَانَتْ مَاشِیَتُهُ مِرَاضًا أَخَذَ مِنْهَا مَرِیْضَةً مُتَوَسِّطَةً أَوْ صِحَاحًا أَخَذَ مِنْهَا صَحِیْحَةً أَوْ بَعْضُهَا صِحَاحًا وَبَعْضُهَا مِرَاضًا أَخَذَ صَحِیْحَةً بِالْقِسْطِ فَإِذَا مَلَکَ أَرْبَعِیْنَ نِصْفُهَا صِحَاحٌ قُلْنَا لَوْ کَانَتْ کُلُّهَا صِحَاحًا کَمْ تُسَاوِیْ وَاحِدَةٌ مِنْهَا فَإِذَا قِیْلَ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ مَثَلاً قُلْنَا وَلَوْ کَانَتْ کُلُّهَا مِرَاضًا کَمْ تُسَاوِیْ وَاحِدَةٌ مِنْهَا فَإِذَا قِیْلَ دِرْهَمَیْنِ مَثَلاً قُلْنَا لَهُ حَصِّلْ لَنَا شَاةً صَحِیْحَةً بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ وَلَوْ کَانَتِ الصِّحَاحُ ثَلَاثِیْنَ لَزِمَهُ شَاةٌ تُسَاوِیْ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ وَنِصْفًا وَمَتٰی قَوَّمَ الْجُمْلَةَ وَأَخْرَجَ صَحِیْحَةً تُسَاوِیْ رُبُعَ عُشْرٍ کَفٰی نَعَمْ لَوْ کَانَ الصِّحَاحُ فِیْهَا دُوْنَ الْوَاجِبِ أَجْزَأَهُ صَحِیْحَةٌ وَمَرِیْضَةٌ وَإِنْ کَانَتْ إِنَاثًا أَوْ ذُکُوْرًا وَإِنَاثًا لَمْ یُؤْخَذْ فِیْ فَرْضِهَا إِلَّا أُنْثٰی إِلَّا مَا تَقَدَّمَ فِیْ خَمْسٍ وَعِشْرِیْنَ عِنْدَ فَقْدِ بِنْتِ مَخَاضٍ وَفِیْ ثَلَاثِیْنَ بَقَرَةً وَفِیْ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ فَإِنَّهُ یُجْزِءُ ابْنُ لَبُوْنٍ وَتَبِیْعٌ وَجَذَعُ ضَأْنٍ أَوْ ثَنِیُّ مَعَزٍ وَإِنْ تَمَحَّضَتْ ذُکُوْرًا أَجْزَأَهُ الذَّکَرُ مُطْلَقًا لٰکِنْ یُؤْخَذُ فِیْ سِتٍّ وَثَلَاثِیْنَ ابْنُ لَبُوْنٍ أَکْثَرُ قِیْمَةً مِنِ ابْنِ لَبُوْنٍ یُؤْخَذُ فِیْ خَمْسٍ وَعِشْرِیْنَ بِالتَّقْوِیْمِ وَالنِّسْبَةِ وَإِنْ کَانَتْ کُلُّهَا صِغَارًا دُوْنَ سِنِّ الْفَرْضِ أَخَذَ مِنْهَا صَغِیْرَةً وَیَجْتَهِدُ بِحَیْثُ لَا یُسَوِّیْ بَیْنَ الْقَلِیْلِ وَالْکَثِیْرِ فَفَصِیْلُ سِتٍّ وَثَلَاثِیْنَ یَکُوْنُ خَیْرًا مِنْ فَصِیْلِ خَمْسٍ وَعِشْرِیْنَ وَإِنْ کَانَتْ کِبَارًا وَصِغَارًا لَزِمَهُ کَبِیْرَةٌ وَهُوَ سِنُّ الْفَرْضِ الْمُتَقَدِّمِ وَإِنْ کَانَتْ مَعِیْبَةً أَخَذَ الْأَوْسَطَ فِی الْعَیْبِ وَإِنْ کَانَتْ أَنْوَاعًا کَضَأْنٍ وَمَعَزٍ أَخَذَ مِنْ أَیِّ نَوْعٍ شَاءَ بِالْقِسْطِ فَیُقَالُ لَوْ کَانَتْ کُلُّهَا ضَأْنًا کَمْ تُسَاوِیْ وَاحِدَةٌ مِنْهَا إِلٰی آخِرِ مَا تَقَدَّمَ وَلَا تُؤْخَذُ الْحَامِلُ وَلَا الَّتِیْ وَلَدَتْ وَلَا الْفَحْلُ وَلَا الْخِیَارُ وَلَا الْمُسَمَّنَةُ لِلْأَکْلِ إِلَّا أَنْ یَرْضَی الْمَالِکُ، اگر تمام جانور بیمار ہوں تو ان بیمار جانوروں میں سے وہ جانور لیا جائے گا جس کی بیماری درمیان درجہ کی ہو اگر جانور صحت مند ہوں تو صحت مند لے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: زکات میں بوڑھا اور عیب دار جانور نہ لے (یا اگر جانوروں میں بعض صحت مند اور بعض بیمار ہوں تو صحت مند لے قیمت کی رعایت کے ساتھ اس لئے کہ اگر زکات دینے والا ۴۰ کا مالک ہو جن میں سے نصف صحیح ہوں تو ہم دریافت کریں گے کہ اگر سب صحیح ہوتے تو ایک کی قیمت کتنی ہوتی تو) جواب میں (مثال کے طور پر اگر ۴ درہم کہا جائے تو ہم) پھر (دریافت

کریں گے کہ اگر سب مریض ہوتے تو ایک کی قیمت کتنی ہوتی مثال کے طور پر اگر کہا جائے کہ ۲ درہم تو ہم کہیں گے کہ ہمیں ایک ایسی صحت مند بکری دو جس کی قیمت ۳ درہم ہو، اور اگر ۳۰ صحیح ہوں تو ایسی بکری لازم ہو گی جس کی قیمت ساڑھے تین درہم ہوں، اور اگر تمام) بکریوں (کی قیمت لگائے اور ایسی صحت مند بکری نکالے جس کی قیمت چالیسویں حصہ کے برابر ہو تو کافی ہے ہاں اگر صحت مند واجب) یعنی مریض (سے کم قیمت کا ہو تو دونوں میں سے جس کو نکالے کافی ہے) صحت مند کا نکالنا تو صحت کی وجہ سے کافی ہے، مریض کا نکالنا قیمت میں اعلیٰ ہونے کی وجہ سے کافی ہے (اگر) جانور سب کے سب (مؤنث ہوں یا مذکر اور مؤنث) دونوں (ہوں تو) ان دونوں صورتوں میں (مؤنث لیں گے مذکر نہیں سوائے اس کے جو گزرا، ۲۵/ اونٹوں میں بنت مخاض نہ ہونے کی صورت میں اور ۳۰ گایوں میں اور ۵/ اونٹوں میں) کہ پہلی صورت میں (ابن لبون کافی ہے اور) دوسری میں (تبیع) کافی ہے (اور) تیسری صورت میں (جذع ضأن یا ثنی معز) کافی ہے (اگر فقط ذکور ہو تو مطلقا مذکر کافی ہے) چاہے ایک نوع کے ہوں یا مختلف انواع کے (لیکن ۳۶ مذکر میں ایسا ابن لبون لیا جائے گا جس کی قیمت ۲۵ میں لئے جانے والے ابن لبون سے زیادہ ہو) تا کہ دونوں نصاب یکساں نہ ہو جائے (اور اس میں قیمت اور نسبت کی رعایت کی جائے گی) مثلاً ۲۵ کے ابن لبون کی قیمت ۵۰ درہم ہو تو ۳۶ کے ابن لبون کی قیمت ۲۷ درہم ہو گی، اس لئے کہ ۲۵ میں ۵۵ کے ۵ حصے ہیں اور ۳۶ میں ۷ خمس خمس ہے ہر ۵ کے ۱۰ درہم اس اعتبار سے ۲۵ کے ۵۰ ہوئے اور ۳۵ سے ۷۰ اور ایک کے ۲ درہم (اگر جانور سب کے سب چھوٹے ہوں سن فرض سے) یعنی اس عمر کا نہ ہو جو کافی ہوتا ہے (تو ان میں سے ایک چھوٹا لے اور) ساعی (کوشش کرے کہ نصاب قلیل اور نصاب کثیر کو برابر نہ کردے لہذا/ ۳۶ میں لیا جانے والا بچہ بہتر ہونا چاہیئے ۲۵ میں لئے جانے والے بچہ سے، اور اگر بڑے اور چھوٹے) دونوں (ہوں تو بڑا لینا لازم ہے یعنی وہ عمر جو فرض کے لئے گزر چکی اگر)

جانور (عیب دار ہو تو درمیانی عیب والا لے) عیب سے مراد وہ عیب ہے جس کی بنا پر رد ہو سکے (اگر) جانور (مختلف نوع کے ہوں جیسے بھیڑ، بکری ہو تو جس نوع سے چاہے لے قیمت کی رعایت کے ساتھ لہذا دریافت کیا جائے گا کہ اگر سب بھیڑ ہوں تو ایک کی کیا قیمت ہو گی آخر تک جیسا کہ اوپر گزرا، اور زکات میں نہیں لی جائے گی حاملہ اور نہ وہ جس نے بچہ جنی ہو اور نہ مذکر) لیا جائے گا (جو جفتی کے لئے رکھا ہو اور نہ) لیا جائے گا (اعلی و بہتر اور نہ) لیا جائے گا (وہ جس کو کھانے کے لئے موٹا تازہ کیا ہو الا یہ کہ مالک راضی ہو)

الاشتراک فی الزکاۃ

(وَلَوْ كَانَ بَيْنَ نَفْسَيْنِ مِنْ أَهْلِ الزَّكَاةِ نِصَابٌ مُشْتَرَكٌ مِنَ الْمَاشِيَةِ أَوْ غَيْرِهَا مِثْلَ أَنْ وَرِثَاهُ أَوْ غَيْرَ مُشْتَرَكٍ بَلْ لِكُلٍّ مِنْهُمَا عِشْرُونَ شَاةً مَثَلاً مُمَيَّزَةً إِلاَّ أَنَّهُمَا اشْتَرَكَا فِي الْمُرَاحِ وَالْمَسْرَحِ وَالْمَرْعَى وَالْمَشْرَبِ وَمَوْضِعِ الْحَلْبِ وَالْفَحْلِ وَالرَّاعِي وَفِي غَيْرِهَا مِنَ النَّاطُورِ وَالْجَرِينِ وَالدُّكَّانِ وَمَكَانِ الْحِفْظِ زَكَّيَا زَكَاةَ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ اگر) وجوبِ (زکات کے اہل ۲ آدمیوں کے درمیان مشترک نصاب ہو چاہے نصاب چوپایوں کا ہو یا کسی اور شی کا) جیسے نقد ہو یا سامان تجارت (مثلا ان کو نصاب وراثت میں ملا، یا) نصاب (مشترک نہ ہو مثلا دونوں کی علیحدہ علیحدہ ۲۰ / ۲۰ بکریاں ہوں مگر دونوں رات میں آرام کرنے کی جگہ) میں شریک ہوں اور (جانور جمع کرنے کی جگہ) میں شریک ہوں اور (چرا گاہ) میں شریک ہوں اور (جانوروں کے پانی پینے کی جگہ) میں شریک ہوں اور (دودھ دوہنے کی جگہ) میں شریک ہوں اور (نر) اور (چرواہا) میں شریک ہوں اور (دیگر اشیاء یعنی درخت اور کھیتیوں کے محافظ، کھلیان، دوکان اور) سامان کی (حفاظت کی جگہوں میں شریک ہوں تو ایک آدمی کی سی زکات دیں گے)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ زَكَاةِ النَّبَاةِ)

(پیداوار کی زکات کا بیان)

آیات(١): كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (سورۂ انعام ١٤١)(تحقيق على عمدةص ١٥٢) ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آوے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو،

(٢): يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (سورۂ بقرة ٢٦٧)(ایضا) اے ایمان والو (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے،

(لَاتَجِبُ الزَّكَاةُ فِى الزُّرُوْعِ اِلاَّ فِيْمَا يُقْتَاتُ مِنْ جِنْسِ مَا يَسْتَنْبِتُهُ الْآدَمِيُّوْنَ وَيَيْبَسُ وَيُدَّخَرُ كَحِنْطَةٍ وَ شَعِيْرٍ وَذُرَةٍ وَأَرُزٍّ وَعَدَسٍ وَحِمَّصٍ وَ بَاقِلاَّ وَجُلْبَانٍ وَعَلَسٍ وَلاَ تَجِبُ فِى الثِّمَارِ اِلاَّفِى الرُّطَبِ وَالْعِنَبِ وَلاَتَجِبُ فِى الْخَضْرَاوَاتِ وَلاَالْأَبَازِيْرِ وَمِثْلِ الْكَمُّوْنِ وَالْكُزْبَرَةِ فَمَنِ انْعَقَدَ فِى مِلْكِهٖ نِصَابُ حَبٍّ أَوْ بَدَأَ صَلاَحُ نِصَابِ رُطَبٍ أَوْ عِنَبٍ لَزِمَتْهُ الزَّكَاةُ وَاِلاَّفَلاَ وَالنِّصَابُ أَنْ يَبْلُغَ جَافًّا خَالِصًا مِنَ الْقِشْرِ وَالتِّبْنِ خَمْسَةَأَوْ سُقٍ وَهُوَ أَلْفٌ وَسِتُّمِائَةِ رِطْلٍ بَغْدَادِيَّةٍ اِلاَّ الْأَرُزَّ وَالْعَلَسَ وَهُوَ صِنْفٌ مِنَ الْحِنْطَةِ يُدَّخَرُ مَعَ قِشْرِهٖ فِنِصَابُهُمَا عَشَرَةُ أَوْسُقٍ بِقِشْرِهِمَا وَلاَ تُخْرَجُ الزَّكَاةُ فِى الْحَبِّ اِلاَّ بَعْدَ التَّصْفِيَةِ وَلاَفِى الثَّمَرَةِ اِلاَّبَعْدَ الْجَفَافِ وَتُضَمُّ ثَمَرَةُ الْعَامِ الْوَاحِدِ بَعْضُهَا اِلَى بَعْضٍ فِى تَكْمِيْلِ النِّصَابِ حَتَّى لَوْ أَطْلَعَ الْبَعْضَ بَعْدَ جَدَادِ الْبَعْضِ لِاِخْتِلاَفِ نَوْعِهٖ أَوْ بَلَدِهٖ وَالْعَامُ وَاحِدٌ وَالْجِنْسُ وَاحِدٌ ضَمَّهٗ اِلَيْهِ فِى تَكْمِيْلِ النِّصَابِ وَيُضَمُّ أَنْوَاعُ الزَّرْعِ بَعْضُهٗ اِلَى الْبَعْضِ فِى النِّصَابِ اِنِ اتَّفَقَ حَصَادُهُمَا فِى عَامٍ وَاحِدٍ وَلاَتُضَمُّ ثَمَرَةُ عَامٍ أَوْ زَرْعُهٗ اِلَى ثَمَرَةِ عَامٍ آخَرَ أَوْ زَرْعِهٖ وَلاَعِنَبٌ لِرُطَبٍ وَلاَ بُرٌّ لِشَعِيْرٍ ثُمَّ الْوَاجِبُ الْعُشْرُ اِنْ سُقِىَ بِلاَمُؤْنَةٍ كَالْمَطَرِ وَنَحْوِهٖ وَنِصْفُ الْعُشْرِ اِنْ سُقِىَ بِمُؤْنَةٍ كَسَاقِيَةٍ وَنَحْوِهَا وَالْقِسْطُ اِنْ سُقِىَ بِهِمَا ثُمَّ لاَ شَيْئَ فِيْهِ وَاِنْ دَامَ فِى مِلْكِهٖ سِنِيْنَ، زکات واجب نہیں ہوتی کسی قسم کی پیداوار میں سوائے ان چیزوں کے جن کو خوراک بنایا جاتا ہے یعنی ان چیزوں کے قبیل سے

جن کو انسان اگاتا ہے اور ان کو خشک) کیا جاتا ہے (اور ذخیرہ کیا جاتا ہے، جیسے گیہوں) اور (جو) اور (مکئی) اور (چاول) اور (مسور) اور (چنا) اور (لوبیا) اور (مٹر اور علس) جو گیہوں کی ایک قسم ہے (پھلوں میں) زکات (واجب نہیں سوائے کھجور اور انگور کے) آپ ﷺ نے جب حضرت ابو موسی اشعریؓ اور معاذؓ کو یمن روانہ کیا تو فرمایا: ان ۴ چیزوں کی زکات لو: جو، گیہوں، کھجور اور انگور،

(اور) زکات (واجب نہیں سبزیوں میں) جیسے بھینڈی، خربوزہ، اس لئے کہ ان کو آپ ﷺ نے معاف رکھا ہے (اور) زکات واجب نہیں (مسالوں میں جیسے زیرہ اور دھنیا، جس کی ملکیت میں غلہ کا نصاب تیار ہو جائے یا رطب وعنب کے نصاب کا صلاح ظاہر ہو جائے تو اس پر زکات لازم ہو جائے گی، ورنہ) یعنی نصاب غلہ تیار نہ ہو یا صلاح ظاہر نہ ہو تو زکات لازم (نہیں اور) مذکورہ چیزوں میں (نصاب یہ ہے کہ) ان کی مقدار (۵ وسق کو پہنچ جائے درانحالیکہ خشک ہو اور چھلکوں) سے (اور بھوسہ سے صاف ہو، اور ۵ وسق) کی مقدار وزن کے اعتبار سے (۱۶۰۰ / رطل بغدادی ہیں) [موجودہ وزن کے اعتبار سے پانچ وسق کی مقدار تقریبا ۷۲۰ کلو ہوئی] (سوائے چاول اور علس کے علس گیہوں کی ایک قسم ہے جس کا چھلکوں کے ساتھ ذخیرہ کیا جاتا ہے، ان دونوں کا نصاب ۱۰ / وسق ہے چھلکوں کے ساتھ، اور غلہ کی زکات نہیں نکالی جائے گی مگر) بھوسہ (صاف کرنے کے بعد، اور پھلوں کی) زکات (نہیں نکالی جائے گی مگر خشک ہونے کے بعد اور تکمیل نصاب کے لئے ایک سال کے پھلوں میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملایا جائے گا حتی کہ اگر اختلاف نوع یا) اختلافِ (بلد) یعنی علاقہ (کی وجہ سے بعض کو شگوفہ آئے بعض) پھلوں (کو اتارنے کے بعد اور سال ایک ہو اور جنس ایک ہو تو ملایا جائے گا تکمیل نصاب کے لئے اور غلوں کو تکمیل نصاب کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا اگرچہ ان کو ایک سال میں کاٹا ہو) یعنی ایک ساتھ کاٹنا ضروری نہیں ایک سال میں ہونا کافی ہے اگرچہ سال

میں مختلف اوقات میں کاٹا گیا ہو (اور ایک سال کے پھلوں) کو (یا غلوں کو دوسرے سال کے پھلوں اور غلوں کے ساتھ ملایا نہیں جائے گا، اور انگور کو کھجور کے ساتھ) ملایا (نہیں) جائے گا (اور گیہوں کو جو کے ساتھ نہیں) ملایا جائے گا تکمیل نصاب کے لئے جنس کے اختلاف کی وجہ سے (پھر) مقدارِ (واجب عشر) یعنی دسواں حصہ (ہے اگر سینچائی بلا بوجھ ہوئی ہو جیسے بارش اور اس کے مانند) چیزوں سے جیسے نہر کا پانی بہتا ہو اور کھیتی پانی کو اپنی جڑوں سے بلا واسطہ چوس لے (اور نصف عشر) یعنی بیسواں حصہ لازم (ہے اگر سینچائی بوجھ) اور خرچ (سے ہوئی ہو جیسے ساقیہ) چھوٹی ندی (اور اس کے مانند) چیزوں (سے اگر دونوں طرح سینچائی کی گئی ہو تو ان دونوں کے بقدر زکات واجب ہوگی) مثلاً ۳ ماہ غیر مؤنہ سے اور ۳ ماہ مؤنہ سے ہو تو عشر کے تین ارباع یعنی ۱۰۰ کیلو میں ساڑھے سات کلو زکات واجب ہوگی (پھر نباتات میں) یعنی ایک مرتبہ زکات نکالنے کے بعد اس میں دوبارہ (زکات نہیں) اس لئے کہ اس کی زکات مکرر نہیں ہے (اگرچہ اس کی ملکت میں کئی سالوں تک رہے)

(وَيَحْرُمُ عَلَى الْمَالِكِ أَنْ يَأْكُلَ شَيْئًا مِنَ الثَّمَرَةِ أَوْ يَتَصَرَّفَ فِيهَا بِبَيْعٍ وَ غَيْرِهِ قَبْلَ الْخَرْصِ فَإِنْ فَعَلَ ضَمِنَهُ، اور مالک پر پھلوں میں سے کچھ کھانا یا اس میں بیع وغیرہ کے ذریعہ خرص) اندازہ (سے پہلے تصرف کرنا حرام ہے اگر کھایا یا تصرف کیا تو ضامن ہوگا)

(وَيُنْدَبُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَبْعَثَ خَارِصًا عَدْلًا يَخْرُصُ الثِّمَارَ وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ يَدُوْرُ حَوْلَ النَّخْلَةِ فَيَقُوْلُ فِيهَا مِنَ الرُّطَبِ كَذَا وَيَأْتِي مِنْهُ مِنَ التَّمْرِ كَذَا وَيُضَمِّنُ الْمَالِكَ نَصِيبَ الْفُقَرَاءِ بِحِسَابِهِ فِي ذِمَّتِهِ وَيَقْبَلُ الْمَالِكُ ذٰلِكَ فَيَنْتَقِلُ حِيْنَئِذٍ حَقُّ الْفُقَرَاءِ مِنْهُ اِلَى ذِمَّتِهِ وَلَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّصَرُّفُ فَإِنْ تَلِفَ بِآفَةٍ سَمَاوِيَّةٍ بَعْدَ ذٰلِكَ سَقَطَتِ الزَّكَاةُ، اور مستحب ہے امام کے لئے کہ عادل خارص) اندازہ لگانے والے (کو بھیجے جو پھلوں کا اندازہ لگائے اور خرص کا مطلب یہ ہے کہ ہر ہر کھجور کے درخت کے ارد گرد چکر لگائے پھر کہے اس میں

تازہ کھجور اتنے ہوں گے اور خرما اتنے ہوں گے اور) امام یا ساعی (ضامن بنا دے مالک کو فقراء کے حصہ کا خرص کے مطابق جو مالک کے ذمہ میں ہو گا اور مالک قبول کر لے تضمین کو تو فقراء کا حصہ پھلوں سے مالک کے ذمہ کی طرف منتقل ہو جائے گا اس کے بعد مالک کے لئے) اس میں (تصرف جائز ہو گا، پھر اگر) پھل (تضمین کے بعد آسمانی آفت سے تلف ہو جائے تو زکات ساقط ہو جائے گی)

واللہ تعالی اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ زَكَاةِ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ)

(سونے اور چاندی کی زکات کا بیان)

مصنفؒ کا زکاۃ النقد کے بجائے زکاۃ الذھب و الفضۃ ذکر کرنا اولی ہے، نقد ڈھالے ہوئے درہم اور دینار کو کہتے ہیں اور زکات ڈھالے ہوئے سکوں پر بھی ہے اور زیوروں پر بھی تو نقد کہنے کی صورت میں غیر نقد زیور وغیرہ نکل جاتے ہیں اس لئے ذھب و الفضہ کہنا اولی ہے تاکہ نقد و غیر نقد دونوں داخل ہو جائیں،

سونے کو ذھب کیوں کہتے ہیں

لغت میں: ذھب الأمر کے معنی ہے: ختم ہونا، اس دھات (یعنی سونے) کا نام ذھب رکھا گیا اس لئے کہ یہ ختم ہو جاتی ہے باقی نہیں رہتی (حا شیۃ الجمل ص ۲۵۱ ج ۲)

چاندی کو فضۃ کیوں کہتے ہیں

لغت میں: فض الشی کا معنی ہے: ٹکڑے کرنا اور انفضہ کا معنی ہے ٹوٹنا، اس دھات (یعنی چاندی) کا نام فضۃ رکھا گیا اس لئے کہ ٹوٹ جاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے (ایضا)

(مَنْ مَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ نِصَابًا حَوْلاً لَزِمَتْهُ الزَّكَاةُ، جو شخص سونے یا چاندی کے نصاب کا ایک سال مالک ہو اس پر زکات لازم ہو گی) یعنی مملوک سونے یا چاندی میں، اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورۂ توبہ ۳٤) اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکات نہیں دیتے) سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے (ترجمۂ قرآن)

نصاب کی تعریف

هو الحد الأ دنى الذى يعتبر و جوده شر طا لتعلق الز كاة با لمال (تحقيق على عمدة ص ۹۷) مال کی وہ ادنی مقدار جس کا ہونا وجوب زکات کے لئے شرط ہے اسے نصاب کہتے ہیں، (وَ نِصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُوْنَ مِثْقَالاً وَ زَكَاتُهُ نِصْفُ مِثْقَالٍ، اور سونے کا نصاب ۲۰ مثقال

ہے اور اس کی زکات نصف مثقال ہے) یعنی چالیسواں حصہ، ابو داود شریف میں ہے کہ ۲۰ دینار سے کم میں زکات نہیں اور ۲۰ دینار میں نصف دینار ہے،

(وَنِصَابُ الْفِضَّةِ مِائَتَا دِرْهَمٍ خَالِصَةً وَزَكَاتُهُ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ خَالِصَةً وَلاَ زَكَاةَ فِيمَا دُونَ ذٰلِكَ وَتَجِبُ فِيمَا زَادَ عَلَى النِّصَابِ بِحِسَابِهِ سَوَاءٌ فِي ذٰلِكَ الْمَضْرُوْبُ وَ السَّبَائِكُ، اور چاندی کا نصاب ۲۰۰ درھم ہے درانحالیکہ اس میں تانبے کی ملاوٹ نہ ہو) چاندی کی ۵ / اوقیہ سے کم میں زکات نہیں ہے، ایک اوقیہ ۴۰ درھم کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ۵ / اوقیہ کے ۲۰۰ درہم ہوئے لہذا ۲۰۰ سے کم میں زکات نہیں (اور اس کی زکات ۵ درہم ہے درانحالیکہ اس میں ملاوٹ نہ ہو اور اس) مذکورہ نصاب (سے کم میں زکات نہیں ہے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "چاندی ربع عشر" ہے یعنی عشر کا چوتھا حصہ ہے ۲۰۰ کا عشر ۲۰ درہم ہے اور ۲۰ کا ربع ۵ ہے (نصاب سے زائد میں اس کے حساب سے) زکات (واجب ہوگی) یعنی اس کا ربع عشر لازم ہوگا، مثلا ۱۰ درہم ہو تو ربع لازم ہوگا (اس میں ڈھالا ہوا سکہ اور ڈلا یکساں ہے)

(وَ الْحُلِيُّ الْمُعَدُّ لِاسْتِعْمَالٍ مُحَرَّمٍ أَوْ مَكْرُوْهٍ أَوْ لِلْقِنْيَةِ فَإِنْ كَانَ الْحُلِيُّ مُعَدًّا لِاسْتِعْمَالٍ مُبَاحٍ فَلاَ زَكَاةَ فِيهِ اور استعمال محرم) یعنی سونے یا چاندی کے استعمالِ حرام کے لئے بنائے ہوئے زیور جیسے کھانے یا پینے کے لئے سونے یا چاندی کے بنائے ہوئے برتن، یہ پہلی صورت (یا) استعمالِ (مکروہ) یعنی چاندی کے استعمالِ مکروہ کے لئے بنائے ہوئے زیور جیسے زینت کے لئے چاندی کا لگایا ہوا چھوٹا پیوند، یہ دوسری صورت (یا ذخیرہ اندوزی کے لئے بنائے ہوئے زیور) یہ تیسری صورت ہے، ان تینوں صورتوں میں زکات لازم ہوگی (اور اگر استعمالِ مباح) یعنی سونے یا چاندی کے استعمال کی جائز صورت (کے لئے بنائے ہوئے زیور) جیسے عورت کے کنگن (ہو تو اس میں زکات نہیں ہے) اس لئے کہ اس صورت میں زیور کام کاج کے جانوروں کے مشابہ ہے،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ زَکَاۃِ الْعُرُوْضِ)

(سامان تجارت کی زکات کا بیان)

عروض یعنی: عروض تجارۃ [سامان تجارت] نفع کی غرض سے مال کو معاوضہ سے بدلنا عروض تجارۃ کہلاتا ہے (تحقیق علی عمدۃص ۱۵۶)

(إِذَا مَلَکَ عَرْضًا حَوْلاً وَکَانَ قِیْمَتُہُ فِی آخِرِ الْحَوْلِ نِصَابًا لَزِمَتْہُ زَکَاتُہُ وَھِیَ رُبُعُ الْعُشْرِ بِشَرْطَیْنِ أَنْ یَتَمَلَّکَہُ بِمُعَاوَضَۃٍ وَأَنْ یَنْوِیَ حَالَ التَّمَلُّکِ التِّجَارَۃَ فَلَوْ مَلَکَہُ بِإِرْثٍ أَوْ ھِبَۃٍ أَوْ بَیْعٍ وَلَمْ یَنْوِ التِّجَارَۃَ فَلاَ زَکَاۃَ، جب کسی کی ملکیت میں سامان تجارت ایک سال رہے اور سال کے آخر میں اس کی قیمت نصاب کے بقدر ہو تو مالک پر سامان تجارت کی زکات ۲ شرطوں کے ساتھ لازم ہو گی اور وہ) یعنی زکات (ربع عشر ہے) یعنی چالیسواں حصہ، ۲ شرطوں میں سے ایک: (یہ کہ سامان تجارت کا مالک بنا ہو معاوضہ) جیسے خریدنے سے، کرایہ اور مہر وغیرہ (سے اور) دوسری شرط (یہ کہ تملک) یعنی مالک بننے (کے وقت تجارت کی نیت ہو) آگے مصنفؒ دونوں شرطوں کا محترز بیان فرما رہے ہیں کہ: (اگر کوئی شخص سامان تجارت کا وراثت) کے ذریعہ (یا ھبہ) کے ذریعہ (یا بیع کے ذریعہ مالک بنے) تو زکات لازم نہیں ہو گی شرط اول نہ ہونے کی وجہ سے (اور تجارت کی نیت نہ ہو تو زکات) لازم (نہیں) ہو گی اس لئے کہ تملک کے وقت تجارت کی نیت کا ہونا جو دوسری شرط ہے وہ شرط فوت ہوئی،

(فَإِنِ اشْتَرَاہُ بِنِصَابٍ کَامِلٍ مِنَ النَّقْدَیْنِ بَنَی حَوْلَہُ عَلَی حَوْلِ النَّقْدِ وَإِنِ اشْتَرَاہُ بِغَیْرِ ذٰلِکَ اِمَّا بِدُوْنِ نِصَابٍ أَوْ بِغَیْرِ نَقْدٍ فَحَوْلُہُ مِنَ الشِّرَاءِ وَیُقَوِّمُ مَالَ التِّجَارَۃِ آخِرَ الْحَوْلِ بِمَا اشْتَرَاہُ بِہِ اِنِ اشْتَرَاہُ بِنَقْدٍ وَلَوْ بِدُوْنِ النِّصَابِ فَإِنِ اشْتَرَاہُ بِغَیْرِ نَقْدٍ قَوَّمَہُ بِنَقْدِ الْبَلَدِ فَإِذَا بَلَغَ نِصَابًا زَکَّاہُ وَاِلاَّ فَلاَ زَکَاۃَ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْہِ حَوْلٌ آخَرُ فَیُقَوِّمُ ثَانِیًا وَھٰکَذَا وَلاَ یُشْتَرَطُ کَوْنُہُ نِصَابًا اِلاَّ فِی آخِرِ الْحَوْلِ فَقَطْ، اگر سامان تجارت سونے چاندی کے نصاب کامل سے خریدا ہو تو سامان تجارت کے سال کی بناء نقد سال پر کرے گا) جیسے کہ اس

کی ملکیت ۲۰ دینار یکم محرم میں آئے اور اس نصاب سے سامان تجارت یکم رجب کو خریدا تو یکم محرم کو سامان کی قیمت لگائے گا اور زکات نکالے گا (اور اگر سامان تجارت نصاب کامل کے علاوہ سے خریدے یا تو نصاب ناقص سے) خریدے (یا غیر نقد سے) خریدے جیسے کہ کپڑوں سے یا زیور مباح سے خریدے (تو سال کی ابتداء خریدنے کے وقت سے ہو گی اور سال کے اخیر میں مال تجارت کی اس سے قیمت لگائے جس سے خریدا تھا اگر نقد سے خریدا ہو اگرچہ وہ نقد نصاب سے کم ہو) مثلا سامان ۱۰۰ درہم سے خریدا پھر وہ سامان ۲۰ دینار میں بیچا اور سال ختم ہوا اور دینار اس کے قبضہ میں ہے اور دینار نقد بلد ہے اور ۲۰ دینار کی قیمت ۲۰۰ درہم تک نہیں پہنچتی تو زکات واجب نہ ہو گی (اور اگر سامان غیر نقد سے خریدا ہو تو نقد بلد سے قیمت لگائی جائے گی، اگر دونوں نقد جاری ہوں تو اغلب سے قیمت لگائی جائے گی) اور اگر ایک سے قیمت نصاب تک پہنچتی ہو اور دوسرے سے نہ پہنچتی ہو تو جس سے پہنچتی ہو اس سے قیمت لگائی جائے گی، اور دونوں سے پہنچے تو اختیار ہو گا۔

(اگر نصاب کو قیمت پہنچے تو زکات دے ورنہ زکات) واجب (نہ ہو گی یہاں تک کہ دوسرا سال گزرے تو دوسری بار قیمت لگائے اسی طرح) ہمیشہ (کرے) یعنی نصاب تک پہنچے تو زکات دے ورنہ نہیں (سامان تجارت کے مقدارِ نصاب میں ہونے کی شرط نہیں مگر سال کے اخیر میں فقط) نہ شروع میں نہ بیچ میں نہ مکمل سال میں، اس لئے کہ اعتبار قیمت کا ہوتا ہے اور پورا سال رعایت کرنا دشوار ہے قیمت میں کمی بیشی کی وجہ سے، اور سال کے آخر کا اعتبار کیا اس لئے کہ وہ وقت وجوب ہے (وَلَوْ بَاعَ عَرْضَ التِّجَارَةِ فِي الْحَوْلِ بِعَرْضِ تِجَارَةٍ لَمْ يَنْقَطِعِ الْحَوْلُ وَلَوْ بَاعَ الصَّيْرَ فِيُّ النُّقُوْدَ بَعْضَهَا بِبَعْضٍ فِي الْحَوْلِ لِلتِّجَارَةِ انْقَطَعَ وَلَوْ بَاعَ فِي الْحَوْلِ بِنَقْدٍ وَرَبِحَ وَأَمْسَكَهُ إِلَى آخِرِ الْحَوْلِ زَكَّى الْأَصْلَ بِحَوْلِهِ وَالرِّبْحَ بِحَوْلِهِ وَأَوَّلُ حَوْلِ الرِّبْحِ مِنْ حِيْنِ نُضُوْضِهِ لَا مِنْ حِيْنِ ظُهُوْرِهِ اگر دوران سال سامان تجارت کو دوسرے سامان سے فروخت کیا تو سال منقطع نہ ہو گا) اس لئے کہ زکاتِ

تجارت کا تعلق قیمت سے ہے اور دونوں سامانوں کی قیمت ایک ہے لہذا سال منقطع نہ ہو گا قیمت کے ایک سامان سے دوسرے سامان کی طرف منتقل ہونے سے جیسے کہ دراہم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے سال منقطع نہیں ہوتا (اور اگر صراف) روپے پیسے کی تجارت کرنے والا (دوران سال نقود میں سے بعض کو بعض سے بیچے تجارت کے لئے تو سال منقطع ہو جائے گا) زکات تجارت واجب نہ ہو گی سال کے انقطاع کی وجہ سے، اور زکات عین واجب نہ ہو گی نصاب کے ملک میں باقی نہ رہنے کی وجہ سے (اگر) سامان تجارت میں سے بعض (دوران سال نقد کے بدلے بیچے اور) بعض (ربح کے بدلے) بیچے (اور نقد و ربح کو سال کے اخیر تک روکے رکھے تو اصل) یعنی نقد (کی اس کے سال کے اعتبار سے زکات دے اور ربح کی اس کے سال کے اعتبار سے) جیسے کہ ۲۰۰ درہم کا سامان خریدا اور ٦ ماہ بعد ۳۰۰ درہم کے بدلے بیچا اور سال کے آخر تک روکے رکھا تو ۲۰۰ درہم کی زکات دے اور ٦ ماہ بعد ۱۰۰ کی زکات دے (اور ربح کے سال کی ابتداء ہو گی جب وہ نقد ہو جائے) نفع کے (ظاہر ہونے کے وقت سے نہیں) اس لئے کہ یہ محقق اور یقینی نہیں،

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ زَكَاةِ الْمَعْدِنِ وَالرِّكَازِ)

(معدن اور رکاز کی زکات کا بیان)

معدن: اس مکان کا نام ہے جس میں جواہر پیدا کئے جاتے ہیں لیکن یہاں مراد صرف سونے اور چاندی کے جواہر ہیں، ان کے علاوہ جواہر میں زکات نہیں ہے (تحقیق علی عمدۃ ص ۱۵۷) معدن عدون سے مشتق ہے اور عدون کے معنی ہے: اقامت کرنا، وطن بنالینا، مذکورہ جواہرات کے اس میں اقامت کی وجہ سے اس کو معدن کہتے ہیں، اور خود جواہر کو بھی معدن کہتے ہیں،

رکاز: مرکوز کے معنی میں ہے، اس کا لغوی معنی ثبوت ہے اور شرعی معنی: زمانۂ جاہلیت کا دفینہ ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (سورۂ بقرۃ ۲٦۷) اے ایمان والو خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے (ترجمۂ قرآن) اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: رکاز میں خمس [پانچواں حصہ] ہے، امام نوویؒ کے فرمان کے مطابق امت کا اجماع ہے معدن میں زکات کے وجوب پر۔

(إِذَا اسْتَخْرَجَ مِنْ مَعْدِنٍ فِي أَرْضٍ مُبَاحَةٍ أَوْ مَمْلُوكَةٍ لَهُ نِصَابَ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فِي دَفْعَةٍ أَوْ دَفَعَاتٍ لَمْ يَنْقَطِعْ عَنِ الْعَمَلِ بِتَرْكٍ أَوْ اِهْمَالٍ فَفِيهِ فِي الْحَالِ رُبُعُ الْعُشْرِ وَلَا تُخْرَجُ اِلَّا بَعْدَ التَّصْفِيَةِ فَإِنْ تَرَكَ الْعَمَلَ بِعُذْرٍ كَسَفَرٍ وَاِصْلَاحِ آلَةٍ ضُمَّ جب کوئی شخص مباح) زمین کی (یا اپنی مملوکہ زمین کی معدن سے سونے) کا نصاب (یا چاندی کا نصاب) یعنی وجوب زکات کی مقدار سونا یا چاندی (ایک) مرتبہ میں نکالے (یا ایک سے زائد مرتبہ میں نکالے اور) ایک سے زائد مرتبہ نکالنے کی صورت میں (نکالنے والا عمل منقطع نہ ہوا ہو عمل کو ترک کرنے) کی وجہ سے (یا چھوڑنے کی وجہ سے تو اس صورت میں فورا) نصاب کے بقدر نکالے ہوئے مال میں (ربع عشر) یعنی چالیسواں حصہ واجب (ہوگا) اس لئے کہ یہ

خود ہی نماء ہے لہذا اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے، ذہب اور فضہ کی قید سے اس کے علاوہ چیزیں نکل گئیں ان میں زکات نہیں ہے اس لئے کہ اصل عدم وجوب ہے اور سو نے چاندی میں زکات بالاجماع ثابت ہے (اور) معدن کی زکات (نہیں نکالی جائے گی مگر) مٹی وغیرہ سے (صفائی کے بعد) صفائی کا خرچ مالک کے ذمہ ہو گا (اگر) معدن سے نکالنے کے (عمل کو عذر کی وجہ سے ترک کرے) یعنی تسلسل چھوٹ جائے (جیسے سفر اور) نکالنے کے (اوزار کی درستگی تو) ہر مرتبہ میں معدن سے نکالنے والے (عمل کو ملایا جائے گا) یعنی ہر ایک عمل سے حاصل ہونے والی بعض مقدار کو بعض کے ساتھ ملایا جائے گا تاکہ نصاب کی تکمیل ہو (وَاِنْ وَجَدَ فِي أَرْضِ الْغَيْرِ فَهُوَ لِصَاحِبِهَا، اور اگر معدن دوسرے کی زمین میں پائے تو حاصل شدہ چیز زمین کے مالک کی) مملوکہ (ہوگی) [کیونکہ معدن اس کی زمین میں پایا گیا] (وَاِنْ وَجَدَ رِكَازًا مِنْ دَفِيْنِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ نِصَابُ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فِي أَرْضٍ مَوَاتٍ فَفِيْهِ الْخُمُسُ فِي الْحَالِ اور اگر کوئی شخص رکاز یعنی جاہلی دفینہ ارض موات) یعنی ایسی زمین (میں) جو کسی کی ملکیت نہیں ہے (پائے اور وہ) یعنی جاہلی دفینہ (سونا یا چاندی بقدر نصاب ہو تو اس میں فوراً پانچواں حصہ) زکات واجب (ہے) معدن کی طرح اس میں بھی سال گزرنے کی شرط نہیں ہے،

(وَاِنْ وَجَدَهُ فِي مِلْكٍ فَهُوَ لِصَاحِبِ الْمِلْكِ اور اگر رکاز کو) دوسرے کی (مملوکہ زمین میں پائے تو وہ زمین کے مالک کا ہو گا) اگر وہ اس کا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو اس سے پہلے اس زمین کا جو مالک ہو گا وہ حاصل شدہ رکاز اس کا ہو گا لیکن یہ بھی دعوی نہ کرے تو پھر اس سے پہلے اس زمین کا جو مالک ہو گا وہ رکاز اس کا ہو گا اس طرح یکے بعد

دیگرے حکم ہو گا یہاں تک کہ سلسلہ آخر میں اس زمین کے احیاء کرنے والے تک پہنچے گا اور وہ رکاز اس کا ہو گا اگرچہ وہ دعوی نہ کرے (أَوْ فِي مَسْجِدٍ أَوْ فِي شَارِعٍ أَوْ كَانَ مِنْ دَفِيْنِ الْإِسْلَامِ فَهُوَ لُقَطَة یا) رکاز (مسجد) میں پائے (یا راستہ میں) پائے (یا) رکاز (اسلامی دفینہ ہو) جیسے اس پر قرآن کی آیت یا کسی مسلمان بادشاہ کا نام مکتوب ہو یا پانے والے کو علم نہ ہو کہ یہ اسلامی دفینہ ہے یا جاہلی (تو) مذکورہ تمام صورتوں میں رکاز (لقطہ ہو گا) لہذا اس کا ایک سال اعلان کرے اور پھر اگر مالک ظاہر نہ ہو تو وہ خود اس رکاز کا مالک بن سکتا ہے،

واللہ تعالی اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ زَکَاۃِالْفِطْرِ)

(صدقۂ فطر کا بیان)

زکاۃ الفطر کو زکاۃ الفطر کیوں کہتے ہیں

اس کے وجوب کے ۲ سبب ہیں ایک سبب کی طرف نسبت کر کے زکاۃ الفطر کہتے ہیں،

خصوصیت

صدقۂ فطر اس امت کی خصوصیات میں سے ہے(حاشیۃ الجمل ص۲۷۲ ج۲)

فرضیت

رمضان کے روزوں کی طرح ہجرت کے دوسرے سال عید سے ۲ دن قبل صدقۂ فطر فرض ہوا(ایضا)

فضیلت

صدقۂ فطر رمضان کے نقصان اور کمی کی تلافی کرتا ہے(ایضا)

(تَجِبُ عَلَى كُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ اِذَا وَجَدَ مَا يُؤَدِّيهِ فِي الْفِطْرَةِ فَاضِلاً عَنْ قُوْتِهِ وَقُوْتِ مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ وَكِسْوَتُهُمْ لَيْلَةَ الْعِيْدِ وَيَوْمَهُ وَعَنْ دَيْنٍ وَمَسْكَنٍ وَعَبْدٍ يَحْتَاجُهُ) صدقۂ فطر (واجب ہوتا ہے ہر آزاد مسلمان پر جبکہ وہ عید کی رات دن کے اپنے خرچ سے اور اس شخص کے خرچ سے جس کا نفقہ) یعنی کھانے، پینے کا خرچ (اور کسوہ) یعنی پہننے کا خرچ (اس پر لازم ہے اور قرض) سے (اور مسکن) یعنی رہنے کے خرچ سے مثلا کرایہ سے (اور غلام سے جس کی حاجت ہو اس سے زائد اس مقدار کو پائے جو فطرہ میں اداء کی جاتی ہے) یعنی ایک صاع، آپ ﷺ نے رمضان کی وجہ سے ہر آزاد، غلام، مذکر اور مؤنث مسلمان پر ایک صاع کھجور یا جَو کو صدقۂ فطر میں فرض فرمایا، ایک صاع یعنی: تقریبا ۲ کلو ۴۰۰ گرام، والصاع الذی کان یستعمله رسول الله ﷺ انما هو عبارۃعن أربعة أمداد،أی حفنات،وهذه الحفنات الأربع مقدرة بثلاثة ألتار كيلا،وتساوی

بالوزن''۲٤۰۰''غراماتقریبا(الفقه المنهجي ص۲۳۱ج۱) مصنفؒ نے عبارت میں دین سے بھی زائد اناج ہونے کی شرط لگائی ہے لیکن زکاۃ المال پر قیاس کرتے ہوئے متأخرین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ دین صدقۂ فطر کے وجوب سے مانع نہیں،

اجنبی کا فطرہ اس کی اجازت کے بغیر نکالے تو کیا حکم ہے

قال اصحابنا لو اخرج انسان الفطرة عن اجنبی بغیر اذنه لا یجزئه۔۔۔وان أذن فأخرج عنه أجزأه(المجموع ص۱۳٦ج٦) حضرات شوافعؒ نے فرمایا اگر کوئی انسان اجنبی کا فطرہ نکالے اس کی اجازت کے بغیر تو کافی نہ ہوگا اگر اجازت لے اور پھر نکالے تو کافی ہوگا، بطور احسان کسی کا نان نفقہ برداشت کرے تو اس کی طرف سے فطرہ دینا لازم نہیں لو تبرع انسان بالنفقة علی اجنبی لا یلزمه فطرته(ایضا) اگر کوئی انسان کسی اجنبی پر نان نفقہ سے احسان کرے تو اس کی وجہ سے اس کا فطرہ دینا اس پر لازم نہیں ہوتا،

صدقۂ فطر میں اناج کے بجائے رقم دے تو کیا حکم ہے

صدقۂ فطر میں اگر رقم دے تو ادا نہ ہوگا،لا تجزی قیمة أی فی الفطرة فیتعین اخراج الصاع(فتح المعین مع ترشیح ص۱۵۱)صدقۂ فطر میں قیمت دینا کافی نہیں، صاع[یعنی اناج] کا نکالنا متعین ہے،

(فَلَوْ فَضَلَ بَعْضُ مَا یُؤَدِّیْهِ لَزِمَهُ اِخْرَاجُهُ جو چیز) فقراء کو(دیتا ہے اگر اس کا بعض زائد و فاضل ہو) یعنی ایک صاع سے کم ہو(تو اس پر لازم ہے بعض کا دینا) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو تم اپنی استطاعت کے مطابق وہ چیز کرلو(وَمَنْ لَزِمَتْهُ فِطْرَتُهُ لَزِمَتْهُ فِطْرَةُ کُلِّ مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ مِنْ زَوْجَةٍ وَقَرِیْبٍ وَمَمْلُوْكٍ اِنْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ وَوَجَدَ مَا یُؤَدِّیْ عَنْهُمْ لٰکِنْ لَاتَلْزَمُهُ فِطْرَةُ زَوْجَةِ الْأَبِ الْمُعْسِرِ وَمُسْتَوْلَدَتِهِ وَاِنْ لَزِمَتْهُ نَفَقَتُهُمَا اور جس پر خود اپنا فطرہ لازم ہوگا اس پر ہر اس شخص کا فطرہ لازم ہوگا جس کا نفقہ اس پر لازم ہوگا جیسے بیوی، قریبی رشتہ دار اور غلام اگر) یہ لوگ (مسلمان

ہوں) اس لئے کہ مذکورہ بالا حدیث میں مسلم ہونے کی قید ہے (اور مزکی ان کی طرف سے اداء کی جانے والی مقدار واجبہ کو پائے) اور وہ ہے ایک شخص کی طرف سے ایک صاع کی مقدار اناج (لیکن مزکی پر تنگ دست باپ کی زوجہ) یعنی سوتیلی ماں کا (اور) تنگ دست باپ کی (ام ولد کا فطرہ لازم نہیں ہے اگرچہ ان دونوں کا نفقہ اس پر لازم ہے) بیٹے پر والد کا اعفاف لازم ہے اور اعفاف بیوی اور باندی سے ہوتا ہے اور شوہر پر تنگ دستی کے باوجود نفقہ لازم ہوتا ہے صدقۂ فطر نہیں تو بیٹا لازم یعنی نفقہ کو اٹھائے گا غیر لازم یعنی صدقۂ فطر کو نہیں (وَمَنْ لَزِمَهُ فِطْرَةٌ وَوَجَدَ بَعْضَهَا بَدَأَ بِنَفْسِهِ ثُمَّ زَوْجَتِهِ ثُمَّ ابْنِهِ الصَّغِيرِ ثُمَّ أَبِيهِ ثُمَّ أُمِّهِ ثُمَّ ابْنِهِ الْكَبِيرِ جس مزکی پر فطرہ لازم ہو اور وہ بعض فطرہ) چند صاع (پائے) مطلب یہ ہیکہ اپنے ماتحتوں میں سے تمام لوگوں کی طرف سے فطرہ اداء کرنے کے لئے پوری مقدار نہ پائے (تو سب سے پہلے اپنی طرف سے) اداء کرے اور یہ واجب ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اپنی ذات پر صدقہ کرو اگر اس سے زائد ہو تو اپنے اہل پر اگر اس سے بھی زائد ہو تو اپنے رشتہ داروں پر (پھر اپنی زوجہ) کی طرف سے اداء کرے اس لئے کہ اس کا نفقہ تاکیدی ہے کیونکہ یہ معاوضہ ہے جو وقت گزرنے سے ساقط نہیں ہوتا (پھر اپنے چھوٹے بچہ) کی طرف سے اداء کرے اس لئے کہ اس کا نفقہ نص اور اجماع سے ثابت ہے (پھر باپ) کی طرف سے اداء کرے اگرچہ اوپر تک ہو یعنی دادا نانا وغیرہ (پھر ماں) کی طرف سے اداء کرے اگرچہ اوپر تک ہو جیسے دادی نانی وغیرہ، اس مسئلہ میں باپ مقدم ہے لیکن نفقہ میں ماں کو باپ پر مقدم کیا جاتا ہے اس لئے کہ نفقہ حاجت کی وجہ سے ہے اور ماں اس کی زیادہ محتاج ہے، فطرہ تطہیر [پاکی] اور شرف کے لئے ہے اور باپ اس کا زیادہ مستحق ہے چونکہ بیٹا اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس کے شرف کی وجہ سے مشرف ہوتا ہے، اور (پھر اپنے) اس (بڑے بیٹے کی طرف سے اداء کرے) جو لنجا یا مجنون ہو۔

نافرمان بیوی کا فطرہ دینا کیسا ہے

ولا تجب عن زوجة ناشزة۔۔۔بل یجب علیها ان کانت غنیة(فتح المعین)نافرمان بیوی کی جانب سے فطرہ دینا ضروری نہیں ہے بلکہ خود اس پر ضروری ہو گا خوشحال ہونے کی صورت میں،

مطلقہ رجعیہ یا مطلقہ بائنہ حاملہ کا فطرہ دینا کیسا ہے

ولو رجعیة أو حاملا بائنا۔۔۔فیلزم فطرتهما کنفقتهما(قرة العین مع فتح المعین)مطلقہ رجعیہ یا بائنہ حاملہ نان نفقہ کی طرح ان کا فطرہ دینا ضروری ہے،اگر مطلقہ بائنہ حاملہ نہ ہو تو فطرہ دینا ضروری نہیں ہے[کیونکہ اس صورت میں اس کا نفقہ ضروری نہیں ہے](حاشیة الجمل ص ۲۸۰ ج۲)

چھوٹا بچہ مالدار ہو تو فطرہ کس پر واجب ہو گا

ولا عن ولد صغیر غنی فتجب من ماله فان أخرج الأب عنه من ماله جاز(المجموع) چھوٹے مالدار بچہ کی جانب سے فطرہ دینا باپ کے ذمہ ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے مال میں واجب ہے اگر باپ اپنے مال میں سے اس کی طرف سے دے تو جائز ہے،

(وَلَوْ تَزَوَّجَ مُعْسِرٌ بِمُوْسِرَةٍ أَوْ بِأَمَةٍ لَزِمَتْ سَیِّدَ الْأَمَةِ فِطْرَةُ لِأَمَتِهِ وَلَا تَلْزَمُ الْحُرَّةِ فِطْرَةُ نَفْسِهَا وَقِیْلَ تَلْزَمُهَا،اور اگر تنگ دست شخص خوشحال عورت) سے نکاح کرے (یا باندی سے نکاح کرے تو نکح)یعنی نکاح کرنے والے (کی) منکوحہ (باندی کا فطرہ باندی کے آقا پر لازم ہو گا اور آزاد عورت)یعنی زوجہ (پر خود اپنا فطرہ لازم نہ ہو گا)بلکہ اس سے بھی ساقط ہو گا جیسا کہ شوہر سے ساقط ہوا(اور کہا گیا ہے کہ آزاد عورت)یعنی زوجہ (پر) خود اپنا (فطرہ لازم ہو گا) یہ ضعیف قول ہے۔

فرمانبردار بیوی خوشحال ہو اور شوہر تنگ دست ہو تو فطرہ کا حکم کیا ہے

ولا عن حرة غنية غير نا شزة تحت معسر فلا تلزم عليه لانتفاء يساره ولا عليها لكمال تسليمها نفسها له (فتح المعين) فرمانبردار خوشحال بیوی کا فطرہ دینا تنگ دست شوہر پر لازم نہیں ہے اس لئے کہ وہ خوشحال نہیں ہے اور نہ بیوی پر خود اپنا فطرہ دینا ضروری ہے اس لئے کہ اس نے اپنی ذات مکمل شوہر کے سپرد کر دی ہے لیکن بیوی کے لئے مستحب ہے اپنی طرف سے فطرہ اداء کرنا، **قال الشافعي و الأصحاب و يستحب للحرة أن تخرج الفطرة عن نفسها** (شرح مهذب ص١٢٥ ج٦)

جس پر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے اور جس پر واجب نہیں ہوتا ان کے احکام سے مصنفؒ فارغ ہوئے اب آگے صدقۂ فطر کے وجوب کا سبب بیان فرما رہے ہیں: (**وَسَبَبُ الْوُجُوْبِ: اِدْرَاكُ غُرُوْبِ الشَّمْسِ لَيْلَةَ الْفِطْرِ فَلَوْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ أَوْ تَزَوَّجَ أَوِ اشْتَرٰى قَبْلَ الْغُرُوْبِ وَمَاتَ عَقِبَ الْغُرُوْبِ لَزِمَتْهُ فِطْرَتُهُمْ وَاِنْ وُجِدُوْا بَعْدَ الْغُرُوْبِ لَمْ تَجِبْ فِطْرَتُهُمْ** اور) صدقۂ فطر کے (وجوب کا سبب فطر کی رات سورج کے غروب ہونے کو پانا) ہے (لہذا اگر کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو) سورج غروب ہونے سے پہلے، یہ پہلی صورت (یا کوئی نکاح کرے) سورج غروب ہونے سے پہلے، یہ دوسری صورت (یا) غلام (خریدے سورج غروب ہونے سے پہلے) یہ تیسری صورت (اور غروب کے بعد) پیدا شدہ بچہ، یا زوجہ یا غلام (مر جائے تو مزکی پر ان کا فطرہ لازم ہوگا) اس لئے کہ سبب وجوب پایا گیا، مزکی سے مراد پہلی صورت میں باپ ہے دوسری میں شوہر ہے اور تیسری صورت میں مشتری ہے (اور اگر) یہ لوگ (غروب کے بعد پائے جائیں) مطلب یہ ہیکہ غروب کے بعد ولادت ہو یا نکاح کرے یا خریدی کرے (تو ان کا) یعنی پیدا شدہ بچہ، زوجہ اور غلام کا (فطرہ واجب نہ ہوگا) اس لئے کہ سبب وجوب نہیں پایا گیا اور وہ ہے فطر کی رات سورج کے غروب ہونے کو پانا (**ثُمَّ الْوَاجِبُ صَاعٌ عَنْ كُلِّ شَخْصٍ وَهُوَ خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثٌ بَغْدَادِيَّةٌ وَبِالْمِصْرِيِّ أَرْبَعَةٌ وَنِصْفٌ وَرُبُعٌ وَسُبُعُ أُوْقِيَّةٍ مِنَ الْأَقْوَاتِ الَّتِي تَجِبُ فِيْهَا الزَّكَاةُ مِنْ غَالِبِ قُوْتِ**

الْبَلَدِ وَيُجْزِئُ الْأَقِطُ وَاللَّبَنُ لِمَنْ قُوْتُهُمْ ذٰلِكَ فَإِنْ أَخْرَجَ مِنْ اَعْلَى قُوْتِ بَلَدِهِ أَجْزَأَهُ أَوْ دُوْنِهِ فَلاَ پھر) یعنی سبب وجوب وغیرہ ذکر کرنے کے بعد آگے مصنفؒ فطرہ کی مقدار کو بیان فرمارہے ہیں کہ: (ہر ایک شخص کی طرف سے ایک صاع) کی مقدار (وہ اناج واجب ہے جس میں عشر واجب ہوتا ہے اور) جو اناج (شہر میں زیادہ رائج ہے، ایک صاع) کی مقدار (بغدادی اعتبار سے ۵ رطل اور تہائی رطل ہے اور مصری اعتبار سے ۴ رطل اور نصف رطل اور چوتھائی رطل اور اوقیہ کا ساتواں حصہ ہے، اور پنیر) جس کا مکھن نہ نکالا گیا ہو (اور دودھ) فطرہ میں دینا (کافی ہے اس کو جس کے حق میں یہ) یعنی پنیر اور وہ چیز جو پنیر کے معنی میں ہے اور دودھ (غذا ہو، اگر کوئی شخص شہر کے اعلی قسم کا اناج) فطرہ میں (دے تو اس کے لئے کافی ہو گا) اس لئے کہ اس میں خیر کے اعتبار سے زیادتی ہے (اور اگر) شہر میں رائج اناج سے (کم درجہ کا دے) جیسے گیہوں رائج ہے اور جو دے (تو کافی نہ ہو گا) اس لئے کہ یہ حق میں کمی کرنا ہے،

صدقۂ فطر میں کونسا اناج دینا ضروری ہے

اپنے گاؤں یا شہر میں جو اناج زیادہ رائج ہو اس کو صدقۂ فطر میں دینا ضروری ہے اور درست قول کے مطابق اس سے مراد وہ اناج ہے جو سال بھر زیادہ رائج ہو، مختلف اناج یکساں طور پر رائج ہو تو کسی ایک کو نکالے لیکن افضل ان میں سے اعلی درجہ کا نکالنا ہے (المجموع ص ۱۳۳ ص ۱۳٤ ج ٦)

(وَيَجُوْزُ الْإِخْرَاجُ فِي جَمِيْعِ رَمَضَانَ وَالْأَفْضَلُ يَوْمَ الْعِيْدِ قَبْلَ الصَّلاَةِ وَلاَ يَجُوْزُ تَأْخِيْرُهَا عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ فَإِنْ أَخَّرَ عَنْهُ أَثِمَ وَلَزِمَهُ الْقَضَاءُ، پورے رمضان میں) کسی بھی دن فطرہ (نکالنا جائز ہے) اس لئے کہ رمضان صدقۂ فطر کے وجوب کا پہلا سبب ہے، مطلب یہ ہے کہ مصنفؒ نے: "ادراک غروب الشمس لیلۃ الفطر" اس سبب کو جو بیان کیا ہے اس میں ۲ جزء ہیں وہ اس طرح کہ سورج غروب ہونے سے پہلے مثلاً پیدا شدہ بچہ غروب کو پائے تو اس میں ماہ رمضان اور شوال دونوں کا جزء داخل ہے اس اعتبار سے

سبب وجوب ۲ ہوئے جن میں پہلا سبب پورا رمضان یا اس کا جزء ہے یہ ہی وجہ ہے کہ رمضان کے کسی بھی دن فطرہ نکالنا جائز ہے، اور دوسرا سبب ماہ شوال کا جزء ہے (لیکن عید کے دن نماز سے پہلے) نکالنا (افضل ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کے (عید کی) نماز کو نکلنے سے پہلے صدقۂ فطر نکالنے کا حکم فرمایا (عید کے دن سے صدقۂ فطر) نکالنے (کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے) مطلب یہ ہے کہ عید کے دن سورج غروب ہونے سے پہلے صدقۂ فطر نکالے تو جائز ہے اگر اس کے بعد نکالے تو جائز نہیں (اور اگر عید کے دن سے) صدقۂ فطر نکالنے کو عمداً اور بلا عذر یعنی رشتہ دار اور دوست کا انتظار کئے بغیر (مؤخر کرے تو گنہگار ہوگا) اس لئے کہ غرض فوت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عید کے دن فقراء غنی ہو جائیں اور سوال سے باز رہیں کیونکہ وہ خوشی کا دن ہے اور اس دن فقراء اپنے کام کاج کو ترک کرتے ہیں لیکن جب فطرہ عید کے دن سے مؤخر ہوگا تو فقراء کو حاصل نہ ہونے کی وجہ سے وہ سوال کے محتاج ہوں گے جو غرض کے خلاف ہے (اور اس پر) یعنی مزکی موسر پر فطرہ کی (قضاء) فوراً (لازم ہوگی) اس لئے کہ فطرہ مالی حق ہے جو مزکی موسر پر واجب ہے اور وہ اس کو اداء کرنے پر قادر بھی ہے لہذا وقت فوت ہونے سے فطرہ فوت نہ ہوگا بلکہ وہ اس پر دین ہے اور دین کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے، [**قوله وحرم تأخيره] أی الأخراج عن يومه ويجب القضاء على الفور ان عصى بتأخيره بخلاف ما لو أخره ناسيا** (شرح منهج مع حاشية الجمل ص۲۷۷ ج۲) فطرہ نکالنے کو عید کے دن سے مؤخر کرنا حرام ہے اور مؤخر کرنے کی وجہ سے اگر گنہگار ہوا ہو تو قضاء فوراً واجب ہوگی اس کے برخلاف بھول جانے کی وجہ سے اگر مؤخر ہو [تو گنہگار نہ ہوگا لہذا فوراً قضاء واجب نہ ہوگی]

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ قِسۡمِ الصَّدَقَاتِ)

(صدقات کی تقسیم کا بیان)

(مَتَى حَالَ الۡحَوۡلُ وَقَدَرَ عَلَى الۡاِخۡرَاجِ بِأَنۡ وَجَدَ الۡأَصۡنَافَ أَوۡ بَعۡضَهُمۡ وَمَالُهُ حَاضِرٌ حَرُمَ عَلَيۡهِ التَّأۡخِيۡرُ اِلاَّ أَنۡ يَنۡتَظِرَ فَقِيۡرًا أَحَقَّ مِنَ الۡمَوۡجُوۡدِيۡنَ كَقَرِيۡبٍ وَجَارٍ وَأَصۡلَحَ وَأَحۡوَجَ، جب سال پورا ہو جائے اور) زکات (نکالنے پر قادر ہو اس کی صورت یہ ہے کہ مالک سب یا بعض) زکات کے (مستحقین کو پائے اور مالک کا مال بھی حاضر ہو تو) زکات کی ادائیگی کو (مالک پر مؤخر کرنا حرام ہے) مطلب یہ ہیکہ زکات کو فورا اداء کرنا ضروری ہے (مگر یہ کہ) زکات کے (موجودہ مستحقین سے زیادہ مستحق کا انتظار ہو جیسے قریبی رشتہ دار، پڑوسی، زیادہ نیک اور) حاضر شخص سے (زیادہ محتاج شخص) کا انتظار ہو تو زکات کی ادائیگی کو مؤخر کرنا حرام نہیں ہے اس لئے کہ عذر ہے لیکن اس صورت میں حاضرین کو سخت نقصان ہو تو پھر مؤخر کرنا حرام ہو گا، عذر کی وجہ سے مؤخر کرنے کی صورت میں اگر مال ضائع ہو جائے تو مالک ضامن ہو گا،

(وَكُلُّ مَالٍ وَجَبَتۡ زَكَاتُهُ بِحَوۡلٍ وَنِصَابٍ جَازَ تَقۡدِيۡمُ الزَّكَاةِ عَلَى الۡحَوۡلِ بَعۡدَ مِلۡكِ النِّصَابِ لِحَوۡلٍ وَاحِدٍ وَإِذَا حَالَ الۡحَوۡلُ وَالۡقَابِضُ بِصِفَةِ الۡاِسۡتِحۡقَاقِ وَالدَّافِعُ بِصِفَةِ الۡوُجُوۡبِ وَالۡمَالُ بِحَالِهِ وَقَعَ الۡمُعَجَّلُ عَنِ الزَّكَاةِ وَاِنۡ كَانَ مَاتَ الۡفَقِيۡرُ أَوِ اسۡتَغۡنَى بِغَيۡرِ الزَّكَاةِ أَوۡ مَاتَ الدَّافِعُ أَوۡ نَقَصَ مَالُهُ عَنِ النِّصَابِ بِأَكۡثَرَ مِنَ الۡمُعَجَّلِ وَلَوۡ بِبَيۡعٍ لَمۡ يَقَعِ الۡمُعَجَّلُ عَنِ الزَّكَاةِ وَيَسۡتَرِدُّهُ اِنۡ بَيَّنَ أَنَّهُ مُعَجَّلٌ فَاِنۡ كَانَ بَاقِيًا رَدَّهُ بِزِيَادَتِهِ الۡمُتَّصِلَةِ كَالسِّمَنِ لاَ الۡمُنۡفَصِلَةِ كَالۡوَلَدِ وَاِنۡ تَلِفَ أَخَذَ بَدَلَهُ ثُمَّ يُخۡرِجُ ثَانِيًا اِنۡ كَانَ بِصِفَةِ الۡوُجُوۡبِ ثُمَّ الۡمُخۡرَجُ كَالۡبَاقِي عَلَى مِلۡكِهِ حَتَّى لَوۡ عَجَّلَ شَاةً عَنۡ مِائَةٍ وَعِشۡرِيۡنَ ثُمَّ وُلِدَ لَهُ سَخۡلَةٌ لَزِمَهُ شَاةٌ أُخۡرَى وَيَجُوۡزُ أَنۡ يُفَرِّقَ زَكَاتَهُ بِنَفۡسِهِ أَوۡ بِوَكِيۡلِهِ وَيَجُوۡزُ أَنۡ يَدۡفَعَهَا اِلَى الۡاِمَامِ وَهُوَ أَفۡضَلُ اِلاَّ أَنۡ يَكُوۡنَ جَائِرًا فَتَفۡرِيۡقُهُ بِنَفۡسِهِ أَفۡضَلُ اور ہر وہ مال جس کی زکات واجب ہوتی ہے سال گزرنے) سے (اور نصاب سے اس کی سال پورا ہونے سے پہلے

ملکیتِ نصاب کے فقط ایک سال کی زکات دینا جائز ہے، اور جب سال پورا ہو اور زکات لینے والا مستحق ہو لینے کا) یعنی مالدار نہ ہو گیا ہو (اور زکات دینے والا صفت وجوب سے متصف ہو) یعنی مسلمان و آزاد ہو (اور مال بحال ہو) یعنی ضائع نہ ہو اور اس کو بیچا نہ ہو (تو معجل زکات کی طرف سے واقع ہو گا، اور اگر فقیر کا انتقال ہو گیا یا زکات کے علاوہ سے غنی ہو گیا یا زکات دینے والے کا انتقال ہو گیا یا اس کا مال نصاب سے کم ہو گیا معجل سے زیادہ اگر چہ بیچنے سے ہو تو معجل زکات کی طرف سے واقع نہ ہو گا اور دافع واپس لے گا اگر بتایا ہو دیتے وقت کہ معجل زکات ہے اگر معجل بحال ہو تو اس کو لوٹائے گا متصل) ملی ہوئی (زیادتی کے ساتھ جیسے موٹاپا، اور زیادتِ منفصلہ کے ساتھ نہیں جیسے کہ بچہ) اور دودھ (اور اگر معجل تلف ہو جائے تو اس کا بدل لے گا واپس لینے کے بعد دوبارہ زکات نکالے گا اگر صفت وجوب سے متصف ہو) یعنی مسلمان و آزاد ہو (پھر مخرج) یعنی معجل (زکات دینے والے کی ملک میں باقی مال کی طرح ہے حتی کہ اگر ۱۲۰ میں ایک بکری دی زکات میں پھر زکات دینے والے کے یہاں بکری کا ایک بچہ پیدا ہوا تو ایک اور بکری لازم ہو گی) کیونکہ معجل کے ملکیت میں ہونے کی وجہ سے اس کی بکریاں ۱۲۱ ہو گئیں اور اس میں ۲ بکریاں لازم ہوتی ہیں تو معجل کے علاوہ ایک اور دینی ہو گی (اور) مالک کے لئے (جائز ہے کہ خود زکات تقسیم کرے یا اپنے وکیل کے ذریعہ) تقسیم کرادے (اور امام کو دینا بھی جائز ہے اور یہ افضل ہے ہاں البتہ امام ظالم ہو تو خود تقسیم کرنا افضل ہے) مال باطن جیسے نقد اور سامان تجارت اور مال ظاہر جیسے مواشی یکساں ہے،

(وَيُنْدَبُ لِلْفَقِيْرِ وَالسَّاعِي أَنْ يَدْعُوَ لِلْمُعْطِي فَيَقُوْلُ آجَرَكَ اللّٰهُ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَبَارَكَ لَكَ فِيْمَا أَبْقَيْتَ وَجَعَلَهُ لَكَ طَهُوْرًا، اور فقیر اور زکات وصول کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ زکات دینے والے کو دعائیہ الفاظ کہے: آجرک اللہ فیما أعطیت

الخ اللہ تجھے اس چیز کا بدلہ عطا فرمائے جو تو نے دیا اور تیرے اس چیز میں برکت عطا فرمائے جس کو تو نے اپنے لئے باقی رکھا) یعنی اس کو بابرکت بنائے (اور اللہ اس چیز کو تیرے لئے طھور) یعنی گناہوں سے اور بخل سے پاک کرنے والا (بنائے) یہ دعا افضل ہے اگر اس کے علاوہ الفاظ میں کرے تو جائز ہے، دعا کی دلیل اللہ کا فرمان ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (سورۂ توبہ ۱۰۳)

(وَمِنْ شُرُوْطِ الْاِجْزَاءِ النِّيَّةُ فَيَنْوِي عِنْدَ الدَّفْعِ اِلَى الْفَقِيْرِ أَوْ اِلَى الْوَكِيْلِ أَنَّ هٰذِهِ زَكَاةُ مَالِي فَاِذَا نَوَى الْمَالِكُ لَمْ تَجِبْ نِيَّةُ الْوَكِيْلِ عِنْدَ الدَّفْعِ) زکات دینے کے (کافی ہونے کے شرطوں میں سے) ایک شرط (نیت ہے) اس لئے کہ زکات ان اعمال میں سے ہے جو موقوف ہیں نیت پر اور آپ ﷺ کے اس فرمان مبارک کی وجہ سے کہ: اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے (لہذا مزکی فقیر یا وکیل کو دیتے وقت) زکات کی (نیت کرے کہ یہ میرے مال کی زکات ہے) تاکہ زکات اور نفل صدقہ میں فرق ہو جائے، اگر کوئی کہے: هذا صدقة مالي [یہ میرے مال کا صدقہ ہے] یا کہے: صدقتي [میرا صدقہ ہے] تو کافی نہ ہو گا، اسی طرح: فرض مالي [یہ میرے مال کا فرض ہے] کہنا بھی کافی نہ ہو گا، اس لئے کہ ہو سکتا ہے یہ کفارہ ہو۔

زکات کی نیت زکات دیتے وقت ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ اس میں مشقت ہے بلکہ دینے سے پہلے مال پر زکات کی نیت کرنا کہ یہ زکات کا مال ہے کافی ہے (پھر جب مالک) یعنی مزکی زکات کی (نیت کرے تو) وکیل کے زکات (دیتے وقت وکیل) کے لئے زکات (کی نیت واجب نہیں ہے) [کیونکہ مالک کی نیت کافی ہے] (وَيُنْدَبُ لِلْاِمَامِ أَنْ يَبْعَثَ عَامِلاً مُسْلِمًا حُرًّا عَدْلاً فَقِيْهًا فِي الزَّكَاةِ غَيْرَ هَاشِمِيٍّ وَمُطَّلَبِيٍّ اور امام کے لئے مستحب ہے کہ عامل) یعنی زکات وصول کرنے والے (کو) مزکی کے پاس (بھیجے) تاکہ مزکی کو سہولت

ہو، آگے مصنفؒ عامل کی شرطوں کو بیان فرمارہے ہیں کہ: (عامل مسلمان) ہو (آزاد) ہو (عادل) ہو (مسائل زکات سے واقف ہو) اس لئے کہ زکات لینے سے متعلق مسائل کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے (اور ہاشمی اور مطلبی نہ ہو) اس استحباب کی دلیل یہ ہے کہ: آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء سعاۃ کو زکات لینے کے لئے بھیجتے تھے۔

عامل ہاشمی اور مطلبی نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ: عامل و ساعی اپنے عمل کے بدلے میں زکات میں سے لیتا ہے اور ان کے لئے زکات حلال نہیں نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک کی وجہ سے کہ یہ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہے اور یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں، اگر ساعی زکات میں سے نہ لے تو ساعی بنا ہاشمی اور مطلبی کے لئے جائز ہے، عامل کافر، غلام اور فاسق ہو تو اسے بھیجنا صحیح نہیں اس لئے کہ ان صورتوں میں وہ اہل نہیں ہے،

(وَيَجِبُ صَرْفُ الزَّكَاةِ اِلَى ثَمَا نِيَةِ أَصْنَافٍ لِكُلِّ صِنْفٍ ثُمُنُ الزَّكَاةِ:أَحَدُهَا أَلْفُقَرَاءُ، وَالْفَقِيْرُ مَنْ لاَيَقْدِرُ عَلَى مَا يَقَعُ مَوْ قِعًا مِنْ كِفَايَتِهِ وَعَجَزَ عَنْ كَسبٍ يَلِيْقُ بِهِ أَوْ شَغَلَهُ الْكَسْبُ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِعِلْمٍ شَرْعِيٍّ فَاِنْ شَغَلَهُ التَّعَبُّدُ فَلَيْسَ بِفَقِيْرٍ وَلَوْ كَانَ لَهُ مَال غَائِب بِمَسَافَةِ الْقَصْرِ أُعْطِيَ وَاِنْ كَانَ مُسْتَغْنِيًا بِنَفَقَةِ مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ مِنْ زَوْجٍ وَقَرِيْبٍ فَلاَ أَلثَّانِي الْمَسَاكِيْنُ: وَالْمِسْكِيْنُ مَنْ وَجَدَ مَا يَقَعُ مَوْ قِعًا مِنْ كِفَايَتِهِ وَلاَ يَكْفِيْهِ مِثْلَ أَنْ يُرِيْدَ خَمْسَةً فَيَجِدُ ثَلاَ ثَةً أَوْ أَرْ بَعَةً وَيَأْ تِي فِيْهِ مَا قِيْلَ فِي الْفَقِيْرِ وَيُعْطَى الْفَقِيْرُ وَالْمِسْكِيْنُ مَا يُزِيْلُ حَاجَتَهُمَا مِنْ عِدَّةٍ يَكْتَسِبُ بِهَا أَوْ مَالٍ يَتَّجِرُ بِهِ عَلَى حَسَبِ مَا يَلِيْقُ بِهِ فَيَتَفَا وَتُ بَيْنَ الْجَوْهَرِيِّ وَالْبَزَّازِ وَالْبَقَّالِ وَغَيْرِهِمْ فَاِنْ لَمْ يَحْتَرِفْ أُ عْطِيَ كِفَايَةَ الْعُمرِ الْغَالِبِ لِمِثْلِهِ وَقِيْلَ كِفَا يَةَ سَنَةٍ فَقَطْ وَهٰذَا مَفرُوْض مَعَ كَثْرَةِ الزَّكَاةِ اِمَّا بِأَنْ فَرَّقَ الْاِمَامُ الزَّكَاةَ أَوْ رَبُّ الْمَالِ وَكَانَ الْمَالُ كَثِيْرًا وَاِلاَّ فَكُلُّ صِنْفٍ أَلثُّمُنُ كَيْفَ كَانَ، أَلثَّالِثُ الْعَامِلُوْنَ: وَهُمُ الَّذِيْنَ يَبْعَثُهُمُ الْاِمَامُ كَمَا تَقَدَّمَ فَمِنْهُمُ السَّاعِي وَالْكَاتِبُ وَالْحَاشِرُ وَالْقَاسِمُ فَيُجْعَلُ لِلْعَامِلِ الثُّمُنُ فَاِنْ كَانَ الثُّمُنُ أَكْثَرَ مِنْ أُجْرَتِهِ رَدَّ الْفَاضِلَ

عَلَى الْبَاقِيْنَ وَاِنْ كَانَ أَقَلَّ كَمَّلَهُ مِنَ الزَّكَاةِ هٰذَا اِذَا فَرَّقَ الْاِمَامُ فَاِنْ فَرَّقَ الْمَالِكُ قَسَّمَ
عَلَى سَبْعَةٍ وَسَقَطَ الْعَامِلُ، أَلرَّابِعُ الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوْبُهُمْ فَاِنْ كَانُوْا كُفَّارًا لَمْ يُعْطَوْا وَاِنْ كَانُوْا
مُسْلِمِيْنَ أُعْطُوْا وَالْمُؤَلَّفَةُ قَوْمٌ أَشْرَافٌ يُرْجٰى حُسْنُ اِسْلَامِهِمْ أَوْ اِسْلَامُ نُظَرَائِهِمْ أَوْ
يُجْبُوْنَ الزَّكَاةَ مِنْ مَا نِعِيْهَا بِقُرْبِهِمْ أَوْ يُقَاتِلُوْنَ عَنَّا عَدُوًّا يُحْتَاجُ فِى دَفْعِهِ اِلَى
مُؤْنَةٍ ثَقِيْلَةٍ، أَلْخَامِسُ الرِّقَابُ: وَهُمُ الْمُكَاتَبُوْنَ فَيُعْطَوْنَ مَا يُؤَدُّوْنَ اِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ مَا
يُؤَدُّوْنَ، أَلسَّادِسُ الْغَارِمُوْنَ: فَاِنْ غَرِمَ لِاِصْلَاحِ بِأَنِ اسْتَدَانَ دَيْنًا لِتَسْكِيْنِ فِتْنَةِ دَمٍ أَوْ
مَالٍ دُفِعَ اِلَيْهِ مَعَ الْغِنٰى وَاِنِ اسْتَدَانَ لِنَفَقَتِهِ وَنَفَقَةِ عِيَالِهِ دُفِعَ اِلَيْهِ مَعَ الْفَقْرِ دُوْنَ الْغِنٰى
وَاِنِ اسْتَدَانَ وَصَرَفَهُ فِى مَعْصِيَةٍ وَتَابَ دُفِعَ اِلَيْهِ فِى الْأَصَحِّ، أَلسَّابِعُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ: وَهُمُ
الْغُزَاةُ الَّذِيْنَ لَاحَقَّ لَهُمْ فِى الدِّيْوَانِ فَيُعْطَوْنَ مَعَ الْغِنٰى مَا يَكْفِيْهِمْ لِغَزْوِهِمْ مِنْ سِلَاحٍ
وَفَرَسٍ وَكِسْوَةٍ وَنَفَقَةٍ، أَلثَّامِنُ ابْنُ السَّبِيْلِ: وَهُوَ الْمُسَافِرُ الْمُجْتَازُ بِنَا أَوِ الْمُنْشِيئُ
لِلسَّفَرِ فِى غَيْرِ مَعْصِيَةٍ فَيُعْطٰى نَفَقَةً وَمَرْكُوْبًا مَعَ الْحَاجَةِ وَاِنْ كَانَ فِى بَلَدِهِ مَالٌ وَمَنْ فِيْهِ
سَبَبَانِ لَمْ يُعْطَ اِلَّا بِأَحَدِهِمَا فَمَتٰى وُجِدَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فِى بَلَدِ الْمَالِ فَنَقْلُ الزَّكَاةِ
اِلَى غَيْرِهَا حَرَامٌ وَلَمْ يُجْزِ اِلَّا أَنْ يُفَرِّقَ الْاِمَامُ فَلَهُ النَّقْلُ وَاِنْ كَانَ مَالُهُ بِبَادِيَةٍ أَوْ فُقِدَتِ
الْأَصْنَافُ كُلُّهَا بِبَلَدِهِ نَقَلَ اِلَى أَقْرَبِ بَلَدٍ اِلَيْهِ وَيَجِبُ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْأَصْنَافِ لِكُلِّ
صِنْفٍ الثُّمُنُ اِلَّا الْعَامِلَ فَقَدْرُ أُجْرَتِهِ فَاِنْ فُقِدَ صِنْفٌ فِى بَلَدِهِ فَرَّقَ نَصِيْبَهُ عَلَى الْبَاقِيْنَ
فَيُعْطِى لِكُلِّ صِنْفِ السُّبُعَ أَوْ صِنْفَانِ فَلِكُلِّ صِنْفِ السُّدُسَ وَهٰكَذَا فَاِنْ قَسَّمَ الْمَالِكُ
وَآحَادُ الصِّنْفِ مَحْصُوْرُوْنَ أَوْ قَسَّمَ الْاِمَامُ مُطْلَقًا وَأَمْكَنَ الْاِسْتِيْعَابُ لِكَثْرَةِ الْمَالِ
وَجَبَ وَاِنْ قَسَّمَ الْمَالِكُ وَهُمْ غَيْرُ مَحْصُوْرِيْنَ فَأَقَلُّ مَا يَجُوْزُ أَنْ يَدْفَعَ اِلَى ثَلَاثَةٍ مِنْ
كُلِّ صِنْفٍ اِلَّا الْعَامِلَ فَيَجُوْزُ وَاحِدٌ وَيُنْدَبُ الصَّرْفُ لِأَقَارِبِهِ الَّذِيْنَ لَا يَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُمْ
وَأَنْ يُفَرِّقَ عَلَى قَدْرِ الْحَاجَةِ فَيُعْطِى مَنْ يَحْتَاجُ اِلَى مِائَةٍ مَثَلًا قَدْرَ نِصْفِ مَنْ يَحْتَاجُ
مِأَتَيْنِ وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَدْفَعَ لِكَافِرٍ وَلَا لِبَنِى هَاشِمٍ وَبَنِى الْمُطَّلِبِ وَلَا لِمَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ
كَزَوْجَةٍ وَقَرِيْبٍ وَلَوْ دَفَعَ لِفَقِيْرٍ وَشَرَطَ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ لَهُ عَلَيْهِ أَوْ قَالَ جَعَلْتُ
مَالِى فِى ذِمَّتِكَ زَكَاةً فَخُذْهُ لَمْ يُجْزِ وَاِنْ دَفَعَ اِلَيْهِ بِنِيَّةٍ أَنَّهُ يَقْضِيْهِ مِنْهُ أَوْ قَالَ اقْضِ مَالِى
لِأُعْطِيْكَهُ زَكَاةً أَوْ قَالَ الْمَدْيُوْنُ أَعْطِنِى لِأَقْضِيَكَهُ جَازَ وَلَا يَلْزَمُ الْوَفَاءُ بِهِ وَزَكَاةُ الْفِطْرِ
فِى جَمِيْعِ مَا ذَكَرْنَاهُ كَزَكَاةِ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ فَلَوْ جَمَعَ جَمَاعَةٌ فِطْرَتَهُمْ وَخَلَطُوْا
وَفَرَّقُوْهَا أَوْ فَرَّقَهَا أَحَدُهُمْ بِاِذْنِ الْبَاقِيْنَ جَازَ، اور آٹھ قسم کے مستحقین پر زکات تقسیم کرنا

واجب ہے) جن کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے:اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ (سورۂ توبہ ۶۰) صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرض میں اور جہاد میں اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے (ترجمۂ قرآن) اور ان میں سے (ہر ایک قسم کے لئے زکات کا آٹھواں حصہ ہے) یہ اس صورت میں ہے جبکہ امام مال کو تقسیم کرے اور عامل کی ضرورت ہو تو اور اگر مالک یا وکیل تقسیم کرے یا یہ کہ امام تقسیم کرے لیکن عامل کی ضرورت نہ ہو تو ان صورتوں میں عامل کا حصہ ساقط ہو گا لہذا ان میں سے ۷ قسم کے مستحقین پر زکات تقسیم ہو گی، مستحقین زکات کی (آٹھ قسموں میں سے ایک) قسم (فقراء) ہے (اور فقیر وہ آدمی ہے جو قادر نہ ہو اتنے مال پر جو اس کے محل کفایت میں واقع ہو، اور حال یہ ہے کہ وہ اپنے لائق پیشہ سے عاجز ہو یا اپنے لائق پیشہ پر قادر ہو لیکن کسب میں اشتغال علم شرعی سے مانع ہو اگر اشتغالِ کسب) فقط (عبادت سے مانع ہو تو فقیر نہیں) بلکہ کسب میں اشتغال لازم ہو گا اس لئے کہ عبادت کا نفع اس کی ذات تک محدود ہے اور علم کا نفع اس کی ذات کے ساتھ ساتھ اوروں پر بھی عام ہے (اگر اس کا مال اس سے غائب و دور ہو مسافتِ قصر کے بقدر تو اس کو) زکات (دی جائے گی) اس لئے کہ اس کا مال معدوم [نہ ہونے] کے درجہ میں ہے۔

(اگر غنی ہو اس آدمی کے نفقہ کی وجہ سے جس پر اس کا نفقہ لازم ہے جیسے شوہر اور رشتہ دار تو) زکات (نہیں دی جائے گی) اس لئے کہ بیوی شوہر کے نفقہ کی وجہ سے غنی ہے اور رشتہ دار رشتہ دار کے نفقہ کی وجہ سے غنی ہے، مستحقین زکات کی آٹھ قسموں میں سے (دوسری) قسم (مساکین) ہے (اور مسکین وہ ہے جو اتنی مقدار پاتا ہو جو محل کفایت میں

واقع ہو لیکن کافی نہ ہو) یعنی اس کے خرچ اور جن کا نفقہ اس پر لازم ہے ان کے خرچ کے لئے کافی نہ ہو لیکن محل حاجت کو پورا کرتا ہو جیسے نصف یا نصف سے زیادہ کے لئے کافی ہو (مثلا حاجت ۵ کی ہو اور اس کے پاس ۳ یا ۴ ہو، لہذا مسکین میں وہ بات آئے گی جو فقیر میں کہی گئی) یعنی اپنے لائق پیشہ سے عاجز ہو یا قادر ہو لیکن علم شرعی سے مانع ہو (لہذا فقیر اور مسکین کو اتنی مقدار دے جو دونوں کی حاجتِ سوال کو زائل کر دے یعنی اسباب و آلات جن سے کسب کرے یا اتنا مال جس سے ایسی تجارت کرے جو اس کے لائق ہو تو مال میں تفاوت ہو گا، جوہری، بزاز) [کپڑا فروش] (غلہ فروش اور ان کے علاوہ میں، پھر اگر کمائی نہ کر سکتا ہو) کہ نہ اس کو کوئی پیشہ آتا ہو اور نہ تجارت کر سکتا ہو (تو اتنی مقدار دی جائے جو اس جیسے کی غالب عمر کے لئے کافی ہو اور کہا گیا ہے کہ) اتنی مقدار دی جائے جو (فقط ایک سال کافی ہو اور یہ مقدار) یعنی جو عمر غالب کے لئے یا سال کے لئے کافی ہو (فرض ہے کثرت زکات کی صورت میں یا تو وہ صورت یہ ہو کہ امام زکات تقسیم کرے یا رب المال) تقسیم کرے (اور مال کثیر ہو ورنہ) یعنی امام یا رب المال تقسیم کرے اور مال کم ہو تو (ہر صنف کو آٹھواں حصہ دے جو بھی صورت ہو) یعنی عمر غالب کے لئے کافی ہو یا نہ ہو،

مستحقین زکات کی آٹھ قسموں میں سے (تیسری) قسم (عاملین) ہیں (عاملین وہ لوگ ہیں جن کو امام) زکات کا مال ان لوگوں سے جمع کرنے کے لئے (بھیجے) جن پر زکات فرض ہوئی ہو (جیسا کہ) یہ پہلے (گزر گیا عاملین میں) ایک (ساعی ہے) جو مال کو جمع کرے اور ان میں سے ایک (کاتب) ہے، جو مالکین کے دئے ہوئے مال کو لکھے اور ان میں سے ایک (حاشر) ہے جو مالکین کے اموال کو یا اصحاب سہام کو جمع کرے (اور) ان میں سے ایک (قاسم ہے) جو مستحقین پر تقسیم کرے (عامل کو) مالِ زکات کا (آٹھواں حصہ دے پھر اگر آٹھواں حصہ عامل کی اجرت سے زیادہ ہو تو زائد حصہ باقی مستحقین پر لوٹا دے) اس لئے کہ زکات

ان پر منحصر ہے لہذا اعمال کی اجرت ان پر تقسیم کی جائے گی (اور اگر) آٹھواں حصہ اس کی اجرت سے (کم ہو توزکات سے پورا کر دے یہ اس صورت میں ہے جب امام تقسیم کرے) اور بیت المال سے اجرت مقرر نہ کرے (اگر مالک تقسیم کرے) یا امام نے بیت المال سے اجرت مقرر کر دی ہو (توے پر تقسیم کرے اور عامل ساقط ہو جائے گا) مستحقین زکات کی آٹھ قسموں میں سے (چوتھی) قسم (مؤلفۃ قلوب) ہے، یعنی جن کو تالیف قلب کے لئے مال دیا جائے اس میں تفصیل ہے: (اگر مؤلفۃ القلوب کافر ہوں) ان کی ۲ قسمیں ہیں ایک جن کے ایمان کی امید ہو، دوسری قسم جنکے شر کا اندیشہ ہو (تو ان کو مال نہیں دیا جائے گا) نہ زکات میں سے اور نہ کسی اور مال سے اس لئے کہ اللہ تعالی نے اسلام اور اہل اسلام کو عزیز و قوی کر دیا اور تالیف سے بے نیاز کر دیا (اور اگر) مؤلفۃ القلوب (مسلمان ہوں) اسلام و یقین میں ضعیف ہو بناء کرتے ہوئے اس بات پر کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور اسلام سے مراد ایمان ہے (تو ان کو دیا جائے گا) تالیف قلب کے لئے تاکہ ان کا یقین قوی ہو جائے (اور مؤلفۃ القلوب) کی مسلمانوں میں سے ۴ قسمیں ہیں پہلی قسم: (سرداران قوم) جن کا یقین کمزور ہو (جن کے حسن اسلام کی امید ہو) چار قسموں میں سے دوسری قسم: (یا ان جیسے اشراف کے اسلام کی امید ہو) چار قسموں میں سے تیسری قسم: (یا سرداران زکات وصول کریں) ہمارے لئے (مانعین زکات سے جبکہ یہ اشراف ان کے قریب رہتے ہوں) اور ۴ قسموں میں سے چوتھی قسم: (یا سرداران ہماری طرف سے ایسے دشمن سے جنگ کرے جن کو دفع کرنے میں بھاری خرچ کی حاجت ہو) ان اشراف کے خرچ کرنے کی صورت میں ہمیں خرچ کرنے کی حاجت نہ ہو تو ایسے اشراف کو ہم زکات میں سے دیں گے، مستحقین زکات کی آٹھ قسموں میں سے: (پانچویں) قسم (رقاب) ہے (اور رقاب سے مراد مکاتب ہیں ان کو دیا جائے گا وہ مال جو سادات کو اداء کریں اگر ان کے پاس سادات کو دینے کے لئے نہ ہو تو) تاکہ وہ آزاد ہوں۔

مستحقین زکات کی آٹھ قسموں میں سے: (چھٹی) قسم (مقروض لوگ) ہیں، ان کی ۳ قسمیں ہیں پہلی قسم: (اگر قرض لیا ہو اصلاح کے لئے اس کی صورت یہ ہے کہ قرض لیا ہو فتنۂ قتل کو فرو کرنے کے لئے یا) فتنۂ (مال کو دفع کرنے کے لئے) اس کی صورت یہ ہے کہ ۲ جماعتوں کے درمیان فتنہ اور شر برپا ہو جائے قتل کی وجہ سے یا مال کی وجہ سے تو کوئی آدمی مال قرض لے اور دیدے ان کے درمیان سے شر کو ختم کرنے کے لئے (تو اس کو زکات دی جائے گی غنی) مالداری (کے باوجود اور اگر قرض لیا ہو اپنے نفقہ اور اپنے عیال کے نفقہ کے لئے تو) زکات میں سے (دیا جائے گا فقر کی صورت میں نہ کہ غنی کی صورت میں، اور قرض لیا ہو) مذکورہ امور کی وجہ سے یا کسی اور مباح امر کی وجہ سے (اور اس کو صرف کیا ہو معصیت میں اور توبہ کر لی ہو تو اس کو اصح قول کے مطابق) زکات میں سے (دیا جائے گا) دین حالی [فوری] ہو تو، مؤجل ہو تو نہیں دیا جائے گا، مستحقین زکات کی آٹھ قسموں میں سے ساتویں قسم (فی سبیل اللہ) ہے (اور فی سبیل اللہ سے مراد وہ مجاہدین ہیں جن کا لشکر کے دفتر میں حق نہ ہو) بلکہ تطوعا بلا شی جہاد کرے (تو ان کو غنی کے باوجود اتنا دیا جائے گا جو جنگ کے لئے ان کو کافی ہو یعنی ہتھیار، گھوڑا، کپڑا اور نفقہ) اور مستحقین زکات کی آٹھ قسموں میں سے (آٹھویں) قسم (ابن سبیل ہے، ابن سبیل وہ مسافر ہے جو ہم سے) یعنی بلد زکات سے (گزرے یا) بلد زکات سے (سفر کی ابتداء کر رہا ہو غیر معصیت میں) چاہے سفر واجب ہو جیسے حج کا سفر یا مندوب ہو جیسے زیارہ کے لئے سفر ہو یا مباح ہو جیسے تجارت کے لئے (تو اس) مذکورہ مسافر (کو نفقہ اور سواری دی جائے گی حاجت کی صورت میں اگرچہ اس کے بلد میں مال ہو) اس کی ملکیت میں اس لئے کہ وہ فی الحال فقیر ہے (اور جس میں ۲ سبب ہو تو اس کو) زکات (نہیں دی جائے گی مگر ایک سبب کے اعتبار سے) جیسے فقیر اور مقروض ہو تو یا تو زکات فقر کے اعتبار سے دی جائے گی یا قرض کے اعتبار سے (پس جب

یہ) آٹھ (قسمیں مال زکات کے بلد میں پائی جائیں تو زکات کو بلد زکات سے اور بلد کی طرف منتقل کرنا حرام ہے اور کافی نہ ہو گا) بلکہ اس کے ذمہ لازم رہے گا (الا یہ کہ امام) زکات (تقسیم کرے تو اس کے لئے نقل جائز ہے) اس لئے کہ وہ مستحقین کو زیادہ جانتا ہے اور اس کی نظر زیادہ وسیع ہے اوروں سے (اگر مزکی کا مال بادیہ میں ہو) اور اس پر سال گزر جائے (یا تمام اصناف اس کے بلد میں نہ ہوں تو مالک اس سے قریب ترین بلد کی طرف منتقل کر دے اور اصناف میں تسویہ) برابری (کرنا واجب ہے، ہر صنف کو آٹھواں حصہ دے سوائے عامل کے کہ وہ) فقط (بقدر اجرت مستحق ہو گا اگر اس کے بلد میں کوئی صنف نہ ہو تو اس کا حصہ باقی اصناف پر تقسم کرے گا لہذا ہر صنف کو ساتواں حصہ دے گا یا) آٹھ میں سے (۲ صنف) نہ ہو (تو) باقی اصناف میں سے (ہر صنف کو چھٹا حصہ) دے گا (اور اسی طرح) باقی ماندہ کو تقسیم کرے گا زیادہ اقسام نہ ہونے کی صورت میں (اگر مالک) زکات (تقسیم کرے درانحالیکہ افرادِ صنف) جیسے زید، عمر اور بکر (محدود) تعداد میں (ہوں یا) زکات (امام تقسیم کرے چاہے افرادِ صنف محصور) تعداد میں (ہوں یا نہ ہوں اور ہر ہر فرد کا استیعاب) یعنی ہر ہر فرد کو دینا (ممکن ہو مال کی کثرت کی وجہ سے تو) استیعاب ان پر (واجب ہو گا اور اگر مالک تقسیم کرے اور ہر صنف کے افراد ان گنت ہوں تو اقل اجزاء یہ ہے کہ ہر صنف میں سے ۳) ۳ (کو دے) یعنی ۳ فقیر، ۳ مسکین، ۳ غارم (سوائے عامل کے کہ اس کا ایک ہونا بھی جائز ہے) حاجت کے بقدر (اور مندوب ہے زکات دینا ان رشتہ داروں کو جن کا نفقہ اس پر لازم نہیں) یعنی اجانب پر اقرباء کو مقدم کرنا مندوب ہے جبکہ تعمیم واجب نہ ہو اور جن کا نفقہ اس پر واجب ہو ان پر زکات صرف کرنا صحیح نہیں (اور) مندوب (یہ) ہے (کہ مزکی) زکات (حاجت کے بقدر تقسیم کرے لہذا ۱۰۰ کے حاجت مند کو مثلاً ۲۰۰ کے حاجت مند سے آدھا دے، اور جائز نہیں) زکات (دینا کافر کو) صحیحین

کی حدیث کی بنا پر کہ: زکات ایسا صدقہ ہے جو مالدار مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اور مسلمان فقراء کو دیدیا جاتا ہے (اور) زکات دینا (جائز نہیں بنو ہاشم) یعنی ہاشم کی اولاد و ذریت کو (اور) جائز نہیں (بنو مطلب کو) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہے یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں (اس آدمی کو) زکات دینا (جائز نہیں جس کا نفقہ صاحب زکات پر لازم ہو جیسے زوجہ اور رشتہ دار اگر) مالک زکات (دے فقیر کو اور شرط لگائے مال زکات مالک کو لوٹانے کی مالک کے قرض کی وجہ سے جو فقیر پر ہے یا مالک کہے: میرا مال جو تیرے ذمہ میں ہے اس کو میں نے زکات بنادیا لہذا وہ مال تو اپنے لئے زکات کی طرف سے لے لے تو) دونوں صورتوں میں (جائز نہیں اگر) مزکی (فقیر کو) زکات (دے اس نیت سے کہ وہ قرض اداء کردے یا زکات دینے والا کہے: کہ میرا مال) جو تیرے ذمہ میں ہے (مجھے دے تاکہ میں تجھے زکات میں دیدوں یا مقروض) صاحب دین سے (کہے: مجھے) زکات میں سے (دے تاکہ میں تیرے دین میں اداء کردوں تو جائز ہے) اور قابض مالک ہوگا (اور اس پر شرط کا پورا کرنا لازم نہیں، اور زکات فطر تمام مذکورہ امور میں) یعنی تعمیم، اعطاء مستحق اور تعجیل وغیرہ (بلا فرق زکات مال کی طرح ہے) اس لئے کہ احکام مذکورہ پر دلالت کرنے والے دلائل عام ہیں زکات مال اور زکات فطر میں (اگر جماعت اپنے فطرہ کو جمع کرے اور ملادے اور سب تقسیم کرے یا ان میں سے ایک تقسیم کرے دوسروں کی اجازت سے تو جائز ہے) مصنف ؒ نے یہ فرع خاص طور پر ذکر فرمائی اس بات پر تنبیہ کے لئے کہ انسان پر صدقہ ٔ فطر کے قلیل ہونے کے باوجود تمام اقسام پر تقسیم کرنا متعذر نہیں۔

نفل صدقہ

(وَتُنْدَبُ صَدَقَةُ التَّطَوُّعِ كُلَّ وَقْتٍ،اور نفل صدقہ ہر وقت مستحب ہے) اللہ تعالی نے فرمایا:فَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ(سورۂ زلزال ۷)سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا(ترجمۂ قرآن)اور آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے(کو صدقہ کرنے)سے،پوشیدہ طور پر صدقہ کرنا افضل ہے(كفاية الأخيار ص۳۸۹ ج ۱)اور صدقہ کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت ہے(ترشیح ص۱۵۸)

(وَفِي رَمَضَانَ وَأَمَامَ الْحَاجَاتِ وَكُلِّ وَقْتٍ وَمَكَانٍ شَرِيْفٍ آكَدُ،رمضان میں اور حاجتوں کے وقت) صدقہ کی تاکید ہے (ہر مشرف وقت) جیسے عشرۂ ذی الحجہ اور ایام عید میں (اور) ہر مشرف (جگہ) جیسے مکہ اور مدینہ (میں) صدقہ کی (تاکید ہے) اس لئے کہ ان صورتوں میں بہ نسبت دوسری صورت کے آدمی صدقہ کا طالب زیادہ رہتا ہے (وَلِلصُّلَحَاءِ وَأَقَارِبِهِ وَعَدُوِّهِ مِنْهُمْ، صلحاء) کو صدقہ دینا افضل ہے بہ نسبت فاسق کو دینے سے [اس لئے کہ صدقہ صالح شخص کے لئے حقوق کی ادائیگی میں معاون اور مددگار ثابت ہوگا اور فاسق کے لئے فسق وفجور میں زیادتی کا باعث بنے گا]

صلحاء صالح کی جمع ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد کے پابند شخص کو صالح کہتے ہیں۔

(اور اپنے رشتہ دار) کو صدقہ دینا افضل ہے بہ نسبت اجنبی کو دینے سے [اس لئے کہ رشتہ دار کو صدقہ دینا صلہ رحمی بھی ہے] (اور اپنے دشمن کو جو رشتہ داروں میں سے ہو) صدقہ دینا افضل ہے تاکہ دشمنی دوستی میں تبدیل ہو جائے (وَبِأَطْيَبِ مَالِهِ أَفْضَلُ،اور عمدہ مال) صدقہ کرنا (افضل ہے) اللہ تعالی فرماتے ہیں :لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ(سورۂ آل عمران ۹۲) تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے(ترجمۂ قرآن) مشکوک اور گھٹیا مال صدقہ کرنا مکروہ ہے اور

مال حرام صدقہ کرنا حرام ہے،اللہ تعالی فرماتے ہیں :وَلاَ تَیَمَّمُوا ا لْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ(سورۂ بقرہ ۲٦۷) اور ردی (ناکارہ) چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ اس میں سے خرچ کرو (وَیَحْرُمُ التَّصَدُّقُ بِمَا یُنْفِقُهُ عَلَی عِیَالِهِ أَوْ یَقْضِی بِهِ دَیْنَهُ الْحَالَّ، گھر والوں پر خرچ کرنے کی) چیز صدقہ میں دینا (یا فوری قرض کو اداء کرنے والی چیز صدقہ میں دینا حرام ہے) اس لئے کہ گھر والوں کا نفقہ اور قرض کی ادائیگی واجب ہے اور صدقہ مستحب ہے، گھر والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ صدقہ کرنے والے کے ذمہ ہے (وَیُنْدَبُ بِکُلِّ مَا فَضَلَ اِنْ صَبَرَ عَلَی الْاِضَاقَةِ، اور مستحب ہے وہ تمام چیزیں) صدقہ کرنا (جو) اپنے اور گھر والوں کے نفقہ سے (زائد ہو اگر تنگ دستی پر صبر کر سکے تو) مطلب یہ ہیکہ نفقہ سے زائد تمام چیزیں صدقہ میں دینے کے بعد تنگ دست ہونے پر صبر کر سکے تو تمام زائد چیزیں صدقہ میں دینا مستحب ہے ورنہ مکروہ،

(وَیُکْرَهُ أَنْ یَسْأَلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ غَیْرَ الْجَنَّةِ وَاِذَا سَأَلَ سَائِلٌ بِوَجْهِ اللّٰهِ شَیْئًا کُرِهَ رَدُّهُ، اور مکروہ ہے اللہ تعالی کی ذات کے وسیلہ سے جنت کے علاوہ کا سوال کرنا اور جب کوئی سائل اللہ تعالی کی ذات بابرکت کے وسیلہ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اس کو نامراد لوٹانا مکروہ ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے واسطے سے سوال کرے اسے دیدو (وَالْمَنُّ بِالصَّدَقَةِ حَرَامٌ وَیُبْطِلُ ثَوَابَهَا، اور صدقہ کرکے احسان جتلانا حرام ہے اور) احسان جتلانا (صدقہ کے ثواب کو ختم کرتا ہے) اللہ تعالی فرماتے ہیں: یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی (سورۂ بقرہ ۲٦٤) اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔

صدقہ دے کر احسان جتانے کی صورتیں

والمن بالصدقة حرام۔۔۔المن فیه أقوال أن یظهرها أن یذکرها و یتحدث بها أن یستخدمه بالعطاء أن یتکبر علیه لأجله و أختار فی الأحیاء أن یری نفسه محسنا الیه

و منعما علیه و ثمرته التحدث بها أعطى و اظهاره و طلب المكافأة منه بالتشكر و الدعاء و الخدمة و التعظيم و التقديم فى المجلس و المتابعة فى الأمور (فتح المعين مع ترشيح ص۱۵۸) صدقہ دے کر احسان جتانا حرام ہے۔۔۔احسان جتانے کی کئی صورتیں ہیں: (۱) اپنے احسان کا ذکر کرے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے (۲) صدقہ کے بدلے خدمت لے (۳) مصدق علیہ پر (یعنی جس کو صدقہ دیا گیا) صدقہ کی وجہ سے تکبر کرے، امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں: یہ بھی احسان جتانا ہے کہ مصدق علیہ کے لئے اپنے آپ کو محسن و منعم سمجھے اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگوں کے سامنے صدقہ کا ذکر و اظہار کرے گا اور مصدق علیہ سے بدلے کا خواہاں ہو گا کہ مصدق علیہ اس کا شکر ادا کرے اس کے لئے دعا کرے، خدمت کرے، تعظیم کرے، محفل و مجلس میں اس کو آگے جگہ دے اور اس کی پیروی کرے۔

کافر کو نفل صدقہ دینے کا حکم

کافر کو نفل صدقہ دے تو جائز ہے اور اس کی وجہ سے ثواب بھی ملے گا (لیکن اس کے بہ نسبت مسلمان کو دینا افضل ہے) فلو تصدق على فاسق أو على كافر۔۔۔جاز و كافيه اجر فى الجملة (شرح مهذب ص ۲٤۰ ج٦)

سید کے حق میں نفل صدقہ کا حکم

سید نفل صدقہ لے سکتا ہے (ایضا ص۲۳۲ ج٦)

کتاب الصیام و دیگر ابواب ان شاء اللہ جلد سوم میں آئیں گے۔

و اللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالی

ماخذومراجع

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین
جلالین (اول)	علامہ جلال الدین سیوطی
جلالین (ثانی)	علامہ جلال الدین محلی
حاشیۃالصاوی	احمدبن محمدصاوی
التفسیرالکبیر	امام فخر الرازی
الاتقان فی علوم القرآن	حافظ جلال الدین سیوطی
ترجمئہ قرآن	مولانااشرف علی تھانوی
ترجمئہ قرآن	مفتی محمودالحسن صاحب
تفسیر	مولاناشبیراحمدعثمانی
بخاری شریف	محمدبن اسماعیل جعفی
فتح الباری شرح بخاری	حافظ احمدبن علی عسقلانی
مسلم شریف	امام ابوالحسین قشیری
شرح مسلم	محی الدین بن شرف النووی
ترمذی شریف	محمدبن عیسی سلمی
ابوداود	سلیمان سجستانی
حاشیئہ ابوداود	مولانافخرالحسن گنگوھی
نسائی شریف	حافظ احمدبن شعیب نسائی
ابن ماجہ	محمدبن یزیدابن ماجہ
سنن دارقطنی	امام علی بن عمردارقطنی
مشکوۃ شریف	محمدبن عبداللہ تبریزی
ریاض الصالحین	محی الدین بن شرف النووی
نزھۃالمتقین شرح ریاض الصالحین	دکتورمصطفی سعیدالخن ودکتور مصطفی البغائ
دلیل الفالحین	محمدبن علان الاشعری
الترغیب والترھیب	امام ذکی الدین المنذری

تعلیق فی الترغیب	مصطفی محمد عمارہ
سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل الیمنی
مرعاۃ المفاتیح	شیخ عبیداللہ مبارکپوری
کتاب الام	محمد بن ادریس شافعی
مھذب	ابراھیم بن علی شیرازی
المجموع شرح مھذب	محی الدین بن شرف النووی
روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین	محی الدین بن شرف النووی
کتاب الاذکار	محی الدین بن شرف النووی
منھاج الطالبین	محی الدین بن شرف النووی
شرح محلی علی منھاج فی حاشیتان	جلال الدین محلی
حاشیہ قلیوبی علی شرح محلی	شھاب الدین بن احمد قلیوبی
حاشیہ عمیرہ	شھاب الدین عمیرہ
تحفۃ المحتاج شرح منھاج	شھاب الدین احمد ھیتمی
حاشیہ شروانی علی تحفۃ	شیخ عبد الحمید شروانی
حاشیہ عبادی علی تحفہ	شیخ احمد بن قاسم عبادی
نھایۃ المحتاج شرح منھاج	شمس الدین محمد
حاشیہ نھایۃ	ابی الضیاء نور الدین قاھری
حاشیہ نھایۃ	احمد بن عبد الرزاق رشیدی
سراج الوھاج شرح منھاج	شیخ محمد زھری غمراوی
مغنی المحتاج	شیخ محمد شربینی
تحقیق و تعلیق فی المغنی	شیخ علی محمد معوض
الفاظ ابی شجاع (متن الغایہ)	ابی شجاع احمد اصفھانی
اقناع فی حل الفاظ ابی شجاع	شیخ محمد شربینی
حاشیہ اقناع	فاضل مولانا شیخ عوض
تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب	سلیمان بن عمر البجیرمی
کفایۃ الاخیار شرح متن الغایہ	تقی الدین ابی بکر دمشقی
تحقیق و تعلیق فی کفایۃ	الشیخ کامل محمد محمد

قرۃالعین	زین الدین ملیباری
فتح المعین شرح قرۃالعین	زین الدین ملیباری
اعانۃالطالبین شرح فتح المعین	سیدالکبری دمیاطی
ترشیح المستفیدین	سیدعلوی بن سیداحمدسقاف
الباقیات الصالحات والدروع السابغات فی ترشیح	سیدعلوی بن سیداحمدسقاف
منہج الطلاب	ابی یحیی زکریاانصاری
فتح الوہاب شرح منہج الطلاب	ابی یحیی زکریاانصاری
حاشیۃالجمل علی شرح المنہج	علامہ شیخ سلیمان الجمل
الحاوی للفتاوی	علامہ عبدالرحمن سیوطی
الحاوی الکبیر	ابی الحسن علی بن محمدالماوردی
تحقیق وتعلیق فی الحاوی الکبیر	شیخ علی محمدمعوض
فیض الالہ المالک شرح عمدۃالسالک	سیدعمربرکات مکی
تعلیقات مفیدہ فی فیض	مصطفی محمدعمارہ
انوارالمسالک شرح عمدۃ	شیخ محمدزہری غمراوی
تحقیق علی عمدۃالسالک	صالح مؤذن ومحمدغیاث
تحقیق علی عمدۃالسالک	عبدالمجیدمحمدریاض
تعلیقات فی حاشیئہ عمدۃ	بعض العلماء الثقات
شرح علی مختصر	شہاب احمدابن حجرہیتمی
فتاوی کبری الفقہیہ	شہاب احمدابن حجرہیتمی
الدررالبہیہ	السیدابی بکرابن محمد
انوارالسنیہ شرح الدررالبہیہ	عبدالحمیدبن محمدخطیب
فقہ السنۃ	محمدعاصم الحداد
فقہ السنۃ	سیدسابق
حاشیئہ فقہ السنۃ	سیدسابق
الفقہ المنہجی	مصطفی الخن ومصطفی البغا
الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	عبدالرحمن جزیری

قلائدالخرائد	الفقیہ عبداللہ بن محمد
التلخیص الحبیر فی المجموع	احمدبن علی عسقلانی
فتح العزیز شرح وجیز	امام عبدالکریم بن محمدرافعی
فتاویٰ رحیمیہ	مفتی سیدعبدالرحیم لاجپوری
الاشباہ والنظائر	علامہ عبدالرحمن سیوطی
لب الاصول	ابی یحیی زکریاانصاری
غایۃ الاصول شرح لب الاصول	ابی یحیی زکریاانصاری
جمع الجوامع	امام سبکی
شرح جمع الجوامع	جلال الدین محلی
تیسیر الاصول	ابراھیم بن عبداللہ قاسمی
کتاب التعریفات	علی بن محمدجرجانی
منجدالطلاب	
بیان اللسان	قاضی زین العابدین